Rare

DUE DATE

Late Fine Ordinary books **25p.** per day, Text Book Re 1 per day, Over night book Re 1 per day.

انجمن ترقّی اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

خاص نمبر

اُردو ادب

دہلی کے اُردو مخطوطات کی وضاحتی فہرست

پروجیکٹ ڈائرکٹر

اتیج۔ کے۔ کول

اڈیٹر

خلیق انجم

انجمن ترقّی اُردو (ہند) دِلّی

(شمارہ ۱، ۲)

۱۹۷۴ء

قیمت سالانہ : بیس روپے
قیمت فی پرچہ : پانچ روپے
خاص نمبر : دس روپے

پتہ :
انجمن ترقی اُردو (ہند) دلّی
اُردو گھر
راؤز ایونیو۔ نئی دِلّی ۱۱۰۰۰۱

مالک انجمن ترقی اُردو (ہند) دِلّی ——— پرنٹر پبلشر ڈاکٹر ناصر حسین نقوی نے کوہِ نور پریس۔ دِلّی سے چھپوا کر دفتر انجمن ترقی اُردو (ہند) دِلّی سے شائع کیا۔

فہرست موضوعات

ابتدائیہ	خلیق انجم	۱۱
حرفِ آغاز		۱۳
۱: مویشی پالن		۲۱
۲: علم ہیئت		۲۳
۳: سوانح		۲۵
۴: طرزِ تعلیم		۳۵
۵: اخلاقیات		۳۷
۶: اخبار و رسائل		۳۸
۷: جغرافیہ		۴۱
۸: ہندوستانی گائڈبک		۴۲
۱، ۸: کشمیر		۴۲
۲، ۸: ٹونک		۴۳
۹: تاریخ		۴۴
۱، ۹: افغانستان		۴۴
۲، ۹: عرب		۴۵
۳، ۹: ہندوستان		۴۸
(أ) فرخ آباد		۴۸
(ب) جنرل		۵۰
۴، ۹: ٹرکی		۵۴
۱۰: زبانیں		۵۵
۱، ۱۰: اُردو		۵۵

(ا) لغت ۵۵
(ب) فنِ خطوط نویسی ۵۸
۱۱: قانونی دستاویزات ۵۹
۱۲: کتب خانے ۶۲
۱۳: ادبیات ۶۳
۱، ۱۳: جدید ہندوستانی زبانیں ۶۳
(ا) اُردو ۶۴
۱۔ ناول۔ افسانے اور داستانیں ۶۴
۲۔ شاعری ۷۸
۳۔ تنقید ۱۳۴
(ب) سنسکرت ادب ۱۳۵
۱۴: مذاہب
۱، ۱۴: ہندو مذہب ۱۳۶
(ا) لارڈ کرشنا ۱۳۶
(ب) تیرتھ استھان ۱۳۷
(ج) رامائن۔ گیتا ۱۳۸
۲، ۱۴: اسلام ۱۴۰
(ا) جنرل (مناظرے) ۱۴۰
(ب) اسلامی قوانین (فقہ) ۱۴۴
۱۔ جنرل ۱۴۴
۲۔ بیاہ شادی ۱۴۸
۳۔ طریقۂ کفن ۱۴۹
(ج) اسلامی فرقے ۱۵۰

ابتدائیہ

اُردو میں حوالے کی کتابوں کی شدید کمی ہے۔ اس سے زیادہ کمی مطبوعہ کتابوں اور مخطوطات کی فہرستوں کی ہے جس کی وجہ سے اُردو اسکالروں کو اپنے موضوع پر کام کرتے ہوئے بے شمار پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُردو میں ابھی کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس کی مدد سے اپنے موضوع سے متعلق تمام مطبوعہ کتابوں، مخطوطوں اور رسالوں میں شائع شدہ مقالوں وغیرہ کا علم ہو سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بیشتر تحقیقی اور تنقیدی مقالوں میں موضوع سے متعلق دستیاب مآخذ سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔

انیسویں صدی میں سپرنگر نے اودھ اور ٹیپو سلطان کے کتب خانوں کی فہرست مرتب کی تھی۔ یہ کتب خانے تو دستبردِ زمانہ کی نذر ہو گئے لیکن فہرستیں محفوظ ہیں۔

بیسویں صدی میں ڈاکٹر قادری محی الدین زورؔ، نصیر الدین ہاشمی صاحب مرحوم، پروفیسر نجیب اشرف وغیرہ نے فہرستیں مرتب کیں جن کا تفصیلی ذکر ڈاکٹر صلاح الدین نے "حرفِ آغاز" میں کیا ہے۔

انڈیا انٹرنیشنل سینٹر نے وزارتِ تعلیم و سماجی بہبود حکومتِ ہند کے تعاون سے دہلی کی لائبریریوں میں محفوظ مخطوطوں کی فہرست ڈاکٹر صلاح الدین سے مرتب کرائی تھی۔ ڈاکٹر صلاح الدین نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے اور بہت سائنٹفک انداز پر انگریزی میں یہ فہرست مرتب کی۔ چونکہ یہ اُردو اسکالروں کی دلچسپی کی چیز بھی اس لیے میں نے ڈاکٹر صلاح الدین سے درخواست کی کہ وہ اُردو میں بھی اس کا

ترجمہ کر دیں۔ مجھے خوشی ہے کہ جس محنت سے انھوں نے فہرست مرتب کی تھی اسی محنت سے یہ ترجمہ بھی کیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر سلاح الدین کی مرتب کردہ یہ فہرست دوسرے فہرست سازوں کے لیے مشعل راہ بنے گی۔

خلیق انجم

دیباچہ

انیسویں صدی کو اُردو ادب کی ترقی و ترویج میں بہت اہم مقام حاصل رہا ہے۔ اس صدی کے آغاز میں فورٹ ولیم کالج کی بنیاد رکھی گئی جہاں اُردو ذریعہ تعلیم قرار دی گئی اور اس کے بعد یہ سلسلہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ایک صدی کے اندر ہی اُردو کا سرمایہ خاصا وسیع ہو گیا۔

اسی صدی میں اُردو کتب کی اشاعت کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ اردو پریس بھی قائم ہوئے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مخطوطہ نویسی کی روایت بھی جاری رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آج قدیم اُردو ادب اور عہدِ وسطیٰ کے اُردو ادب کا بہت بڑا ذخیرہ ہم تک اِن ہی مخطوطات کی وساطت سے پہنچا ہے۔

اس بات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ ہندوستان میں اُردو مخطوطات کا کس قدر وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ اس ضرورت کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ ان مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں تیار کی جائیں تاکہ ان کی مدد سے اُردو اسکالر اور محققین پورا پورا فائدہ حاصل کر سکیں۔

اسی مقصد کے تحت انڈیا انٹرنیشنل سینٹر نے دہلی کے اُردو مخطوطات کی فہرست تیار کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کر کے فروری ۱۹۷۲ء میں مرکزی وزارتِ تعلیم کی منظوری کے لیے بھیجا۔ وزارتِ تعلیم نے اس منصوبہ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے فروری ۱۹۷۳ء میں دس ہزار روپے کی رقم منظور کر دی۔

اس کے بعد ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے اس منصوبے کو پورا کرنے کے لیے بہت سے اہم مشورے دیئے۔ جن کی بنیاد پر ایک سوال نامہ ترتیب دیا گیا جو حسبِ ذیل ہے۔

کتب خانے کا نام۔ وہاں موجود مخطوطے کا نمبر۔ مخطوطے کا نام (بمع ذیلی اور ضمنی

عنوانات کے)۔ مصنف/مؤلف۔ شارح/مترجم۔ کالم۔ سائز۔ ضخامت (اوراق/ صفحات) تقطیع۔ سطریں۔ حواشی (مع کیفیت)۔ نفس موضوع۔ ابواب۔ آغاز (شروع کی چند سطریں)۔ اختتام (آخر کی چند سطریں)۔ سیاہی۔ نشان ہائے ملکیت (مہر اور دستخط وغیرہ)۔ زبانیں (اُردو کے علاوہ) کیفیت مخطوطہ (خوبیاں اور خامیاں) ترقیمہ/ترقیمے۔

اس فہرست میں مختلف موضوعات سے متعلق مخطوطے شامل ہیں جیسے مویشی پالن، علم ہیئت۔ طریقۂ تعلیم۔ اخلاقیات۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ خطوط نویسی۔ ادبی تنقید۔ اسلامی فرقے۔ سوانح۔ سماجیات۔ مذہبیات اور کھیل کود وغیرہ۔

فہرست میں شامل چند اہم مخطوطات یہ ہیں:

شورشِ عشق (اصغر علی اکبر آبادی) خندۂ غدر (واحد علی خاں) آرایشِ محفل (افسوس) فرہنگِ غالب (امتیاز علی خاں عرشی) نوطرزِ مرصع (تحسین) قصۂ چہار درویش (میرامن)۔ دیوانِ الم۔ دیوانِ آتش۔ دیوان سودا۔ دیوان خواجہ میر درد۔ دیوان میر جعفر زٹلی مثنوی لعل و گوہر (اعجاز) مثنوی سحرالبیان (میر حسن) مثنوی دریائے عشق (میر تقی میر) پدماوت (جائسی) فیض نقشبندیہ (صوفی) لائتہٗ (حضرت نظام الدین اولیا) رسالہ ترغیب الجہاد۔ دردنامہ (محبوب عالم) مثنوی جلوۂ طور (عبداللطیف خاں) فرس نامہ (سعادت یار خاں رنگین) موازنۂ انیس و دبیر (شبلی) تحریر الشہادتین (شاہ اسمٰعیل شہید) رامائن۔ گیتا وغیرہ۔

اس کیٹیلاگ کی تیاری کے دوران عربی۔ فارسی اور ہندوستانی مخطوطات کے دوسرے شائع شدہ کیٹیلاگوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

ہم اُن تمام لائبریرین حضرات کے شکر گذار ہیں جنھوں نے اس فہرست کی تیاری کے لیے متعلقہ مواد کی فراہمی میں ہمارے ساتھ پورا تعاون کیا۔ ان حضرات کے تعاون کے بغیر یہ کام ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو جاتا۔

ہر مخطوطے کی علاحدہ علاحدہ تشریح کی گئی ہے۔ نیز کیٹیلاگ کے آخر میں اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

کشمیر یونیورسٹی کے لائبریرین جے۔ اے۔ واجد صاحب نے اس منصوبے کا

خاکہ تیار کرنے اور اس کو عملی جامہ پہنانے میں ہمیں اپنا بھرپور تعاون دیا۔ اس کیٹیلاگ کو مرتب کرنے کی ذمے داری ڈاکٹر صلاح الدین کو سونپی گئی جنھوں نے دہلی کے کتب خانوں میں جاکر بڑی محنت اور جاں فشانی سے متعلقہ مواد حاصل کیا اور اس کی بنیاد پر اس فہرست کو مرتب کیا۔

مجھے اُمید ہے کہ یہ کیٹیلاگ اُردو ادب کا ذوق وشوق رکھنے والوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے مددگار ثابت ہو سکے گا۔

ایچ۔ کے۔ کول
پروجیکٹ ڈائرکٹر

حرفِ آغاز

اُردو کے تحقیقاتی کام کے ضمن میں ان قلمی کتب کی وضاحتی فہرستوں کی جس قدر ضرورت ہوتی ہے وہ ایک ایسی مسلم حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بقول سید نجیب اشرف ندوی "کسی زبان کی تاریخ کا اصولی حیثیت سے مطالعہ کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ سارا ادب پیشِ نظر رہے لیکن اُردو ادب سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے اور اس پر دسترس مشکل ہے اس لیے زبان اور ادب کی خدمت کے لیے یہ ضروری ہے کہ مفصل اور مکمل وضاحتی فہرستیں مرتب کر کے شائع کی جائیں۔ یہ چیزیں یورپ میں ایک سائنس کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔"

انیسویں صدی عیسوی ہی میں فارسی اور عربی کے ساتھ اُردو قلمی کتابوں کی فہرستیں مرتب کرنے کا بھی آغاز ہوا اور اس کام کا سہرا انگریزوں کے سر ہے۔ میجر اسٹوارٹ اور ڈاکٹر اسپرنگر نے ٹیپو سلطان اور شاہانِ اودھ کے ذخیرۂ کتب کی فہرستیں مرتب کیں۔ اس کے بعد بیسویں صدی عیسوی میں ڈاکٹر بلوم ہارٹ نے انڈیا آفس کے مخطوطات کی فہرست مرتب کی۔ ۱۹۲۹ء میں پروفیسر عبدالقادر سروری نے جامعہ عثمانیہ کے (۶۷) اُردو مخطوطات کی فہرست شائع کی۔ اس کے بعد نصیر الدین ہاشمی کی کتاب "یورپ میں دکنی مخطوطات" شائع ہوئی جس میں (۱۵۹) مخطوطات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اُردو مخطوطات کی فہرستیں شائع کیں جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہیں۔ پروفیسر سید نجیب اشرف صاحب ندوی نے بھی کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کے اُردو مخطوطات کی فہرست شائع کی ہے۔ ان فہرستوں کے علاوہ نصیر الدین صاحب ہاشمی نے حیدرآباد کے مشہور کتب خانوں کے اُردو مخطوطات کی فہرستیں بھی تیار کیں لیکن دہلی کے کتب خانوں میں موجود اُردو مخطوطات کی فہرست تیار کرنے کا خیال سب سے پہلے انڈیا انٹرنیشنل سینٹر نئی دہلی کو آیا۔

لیکن اس فہرست کو صرف انگریزی ہی میں مرتب کیا ہے جس میں مخطوطے کا نام۔ مصنف یا مترجم کا نام اور کاتب کا نام۔ اُردو اور انگریزی دونوں میں تحریر کیا گیا ہے لیکن آغاز اور اختتام کی عبارت اور ترقیمہ بجنسہ اُردو ہی میں تحریر کیا گیا ہے۔ بقیہ ساری معلومات انگریزی ہی میں لکھی گئی ہیں۔ اس کام کو پورا کرنے کی ذمہ داری خاکسار کو سونپی گئی اور اس طرح اس کا باقاعدہ آغاز یکم دسمبر ۱۹۷۳ء سے ہوا جو کہ جولائی ۱۹۷۴ء میں اختتام پذیر ہو گیا۔ مگر ابھی اس انگریزی فہرست کی اشاعت کا کام گذشتہ ایک سال سے طوالت میں پڑا ہوا ہے۔ اس لیے اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ اس کو اُردو میں منتقل کر کے فوراً شائع کرایا جائے تاکہ اس کا حقیقی مقصد پورا ہو سکے اور اُردو اسکالر اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر اس فہرست کو انگریزی سے اُردو میں منتقل کیا گیا اور اس کام کو انجام دینے کی ذمے داری بھی انجمن ترقی اُردو ہند نے مجھے سونپی۔

کچھ اپنے اور فہرست سے متعلق

اس فہرست میں ہر کتب خانے کی الگ الگ فہرست تیار کرنے کے بجائے اس کو مختلف موضوعات میں تقسیم کر کے مرتب کیا گیا ہے۔ فہرست ہذا میں دو سو دس (۲۱۰) مخطوطے شامل ہیں جو سولہ (۱۶) موضوعات میں منقسم ہیں ان میں کچھ موضوعات کے ذیلی عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں۔ نیز اس فہرست میں صرف وہی مخطوطے شامل ہیں جو ۱۳ رمئی ۱۹۷۴ء تک ان کتب خانوں میں مہیا ہوئے جن کی فہرست شروع ہی میں دی جا چکی ہے۔ اس کام کے سلسلے میں تقریباً دو سو سرکاری اور نیم سرکاری کتب خانوں کا سروے کیا گیا جن میں سے صرف گیارہ (۱۱) کتب خانے ایسے تھے جہاں اُردو مخطوطات مل سکے۔ نجی یا ذاتی کتب خانوں کو اس فہرست میں اس اندیشے کی وجہ سے شامل نہیں کیا گیا کہ ایسے کتب خانے ایک مقام سے دوسرے مقام یا ایک فرد سے دوسرے فرد کے پاس منتقل ہوتے رہتے ہیں نیز ان مخطوطات کو فروخت بھی کیا جا سکتا ہے یا وہ ضائع بھی ہو سکتے ہیں۔

"انجمن ترقی اُردو ہند" کا ذخیرۂ مخطوطات چونکہ بعد میں علی گڑھ سے دہلی میں منتقل

ہوا تھا۔ اس لیے ان کو اس فہرست میں شامل نہیں کیا جا سکا۔

اس فہرست کو مرتب کرتے وقت زیادہ توجہ مخطوطوں کی صراحت ہی کی طرف دی گئی ہے۔ موضوع یا نفسِ متن پر تحقیقی یا تنقیدی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالنے کے بجائے محض بنیادی معلومات کی حد تک اختصار سے لکھ دیا گیا ہے۔ کہیں کہیں مصنف یا شاعر کے حالات کو بھی اشارتاً قلبند کر دیا گیا ہے۔

آغاز و اختتام کی نمونۂ عبارت اور ترقیمہ کو رقم کرتے وقت اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جس املا میں وہ عبارت مخطوطے میں درج ہے بجنسہٖ اس کو اس فہرست میں بھی درج کر دیا جائے۔ اگر کہیں عبارت غلط ہے تو اس کی تصحیح نہیں کی گئی ہے۔ اکثر مصرعوں اور شعروں میں بھی غلطیاں ملیں گی۔ ان کو قصداً رکھا گیا ہے تاکہ اصل مخطوطے میں وہ جس طرح لکھا ہے کلیتہً ویسا ہی پیشِ نظر ہو جائے۔

اس فہرست میں جن معلومات کو قوسین یا بریکٹ میں تحریر کیا گیا ہے اس سے یہ مراد لی گئی ہے کہ وہ بات مذکورہ مخطوطے میں تحریر نہیں ہے بلکہ اُس کا اضافہ اپنی طرف سے کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر کسی مخطوطے میں اگر اوراق یا صفحات تحریر نہیں تھے تو اُن کو خود شمار کر کے بریکٹ میں رقم کر دیا گیا ہے۔

اس فہرست کی ترتیب کے دوران اس حقیقت کا انکشاف بھی ہوا کہ دہلی یونیورسٹی لائبریری اور نیشنل آرکائیز کو چھوڑ کر باقی ساری لائبریریوں اور کتب خانوں میں بیشتر اُردو مخطوطات کی حالت خستہ اور ناقص ہے۔ مالی نقدان۔ احتیاطی تدابیر کی کمی اور عدم توجہ اس کی بڑی وجوہات ہیں۔ دہلی یونیورسٹی لائبریری اور نیشنل آرکائیز اس معاملے میں قابلِ تحسین ہیں کیونکہ یہاں کے اربابِ حل وعقد نے ایسے تمام مخطوطات کی جو کرم خوردہ یا خستہ حالت میں تھے، کثیر رقم خرچ کر کے عمدہ جلد سازی اور ورق سازی کرا دی ہے جس کی وجہ سے ان مخطوطات کی عمر میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔

کچھ دوسروں سے متعلق

احسان فراموشی ہوگی اگر اس موقع پر انڈیا انٹرنیشنل سینٹر کے لائبریرین جناب ایچ۔ کے۔ کول صاحب کا ذکر

نہ کیا جائے۔ دراصل یہ کول صاحب ہی کی شخصیت تھی جن کی غیر معمولی دلچسپی اور انہماک کی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ کیونکہ اسی دوران جے۔ اے۔ واجد صاحب کا جنھوں نے اس پروجیکٹ کا منصوبہ تیار کیا تھا، کشمیر یونیورسٹی میں لائبریرین کی حیثیت سے تقرر ہوگیا لیکن اس موقع پر کول صاحب نے اُردو دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس منصوبے کو پورا کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور بالآخر ان کی نیک نیتی اور ایماندارانہ کوششوں کی بدولت اُن کی زیرِ نگرانی یہ کام انجام پذیر ہوا۔ اگر اس فہرست میں کچھ خوبیاں ہیں تو ان کا سہرا کول صاحب ہی کے سر ہے۔

میں یہاں متعلقہ کتب خانوں کے ناظم الامور یا لائبریرین حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کے تعاون کے بغیر یہ کام پورا ہونا ناممکن تھا۔

ناشکر گذاری ہوگی اگر میں ڈاکٹر خلیق انجم (سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند) کا شکر گذار نہ ہوں۔ یہ ڈاکٹر خلیق انجم ہی کی کوششیں ہیں جنھوں نے اس فہرست کو اُردو میں منتقل کرانے اور منظرِ عام پر لانے میں میری دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر ممکن طریقے سے مدد کی۔ میں اُن کا نہایت ممنون ہوں۔

دہلی

۹ رجولائی سنہ ۸۵ء

صلاح الدین

کتب خانے

جن کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتّب کی گئی

	تعداد مخطوطات
۱- دلّی پبلک لائبریری ایس۔ پی مکرجی مارگ۔ دہلی ۶	۲۰
۲- غالب اکیڈمی بستی نظام الدین۔ نئی دہلی ۱۳	۴
۳- ہارڈنگ پبلک لائبریری فاؤنٹین۔ دہلی ۶	۲۱
۴- انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشن۔ آزاد بھون اندرا پرستھ اسٹیٹ۔ نئی دہلی ۱	۱
۵- انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز خان پور۔ دہلی	۲۳
۶- جامعہ ملّیہ اسلامیہ لائبریری جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵	۲۲
۷- نیشنل آرکائیز آف انڈیا جن پتھ۔ نئی دہلی ۱	۱۱
۸- نیشنل میوزیم جن پتھ۔ نئی دہلی ۱	۶۸

۹- نذیریہ پبلک لائبریری ———— ۲۳
پہاڑی بھوجلہ - دہلی ۶
۱۰- ریڈ فورٹ آرکیولوجیکل میوزیم ———— ۱
ریڈ فورٹ - دہلی ۶
۱۱- دہلی یونیورسٹی لائبریری ———— ۳۵
یونیورسٹی اینکلیو

نیشنل میوزیم ۵ ۱۰۰ / ۷۲ ۵۵۰

ا

فرس نامہ

سعادت یار خاں رنگین

۷۳ صفحات ، ۲ کالم ، ۲۲ س م ۱۰ ، ۱۸ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی ۔

کاتب کا نام موجود نہیں

دیباچہ فارسی میں

یہ مخطوطہ منظوم ہے اور اس کا موضوع گھوڑوں کی مختلف بیماریوں اور علاجوں سے تعلق رکھتا ہے ۔ نیز ان بیماریوں سے متعلق مختلف نسخے بھی تجویز ہیں ۔

کتابت : ۲۹ محرم الحرام ۱۲۳۴ ہجری مطابق ۱۸۰۵ جلوس اکبر شاہ

آغاز : توسن غیر رفتار قلم درمیدان حمد داوری کرم جولان گرست .....

اختتام : ...... ہیں اسکی شعر نو سو ساٹھہ بہا ئی
تجھی گنتی ہی میں نے کہہ سنائی

کرم خوردہ لیکن خوبصورت جلد

مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۲۲ تھا جو اس کے سرورق پر موجود ہے ۔

ترقیمہ : تمام شد نسخہ نورتن رنگین یعنی فرس نامہ تصنیف سعادت یار خاں رنگین دلد محکم الدولہ طہماس بیکخاں بہادر اعتقاد جنگ بتاریخ نواز دہم شہر محرم الحرام ۱۲۳۴ ہجری روز پنجشنبہ جلوس محمد اکبر شاد ۱۸۰۵

نیشنل میوزیم ۱۸۷۶-۳ ۵۵۰۷۳

۲

رسالہ علاج البہائم

نامعلوم

۸۶ اوراق - ۲۷ س م ۱۲ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب : سراج الدین احمد

متذکرہ مخطوطہ سات ابواب میں منقسم ہے اور اس میں جانوروں کی مختلف بیماریاں بیان کی گئی ہیں۔ نیز ان بیماریوں کی تفصیلی فہرست بھی پیش کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان کے طریقۂ علاج بھی تجویز کیے گئے ہیں۔

کتابت : ۸ رشوال ۱۲۹۰ ہجری

آغاز : جن مویشیوں کے حفاظت اور کھلانی پلانی کے خبرداری کے جاتی ہی کمتر بیمار پڑتی ہیں .....

اختتام : ..... دوا پلانی کے واسطے دہاتی بوتل بشکل عام بوتل کے ہونی چاہئیں اور یہ اگر دستیاب نہ ہو تو عام بوتل سے کام نکالیں مگر احتیاط رہی کے ٹوٹنے نپائے۔

کرم خوردہ حالت۔ ذیلی عنوانات اور اطرافی حواشی سرخ، خوبصورت سرورق - یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۳۶ تھا۔

ترقیمہ : الحمد اللہ والمنت اللہ کہ کتاب علاج البہائم بتاریخ ہشتم ماہ شوال ۱۲۹۰ ہجری قدسی باختتام رسید مرقوم قلم سراج الدین احمد برادر لاسلام محمد آباد عرف ٹونک۔

(۲) علم ہیئت

نیشنل میوزیم - ۱۲۰۹/ ۷۳/ ۵۵

۳

آسٹرونامی یا رسالۂ علم ہیئت

پنک صاحب

مترجم : میل صاحب

۵۶ اوراق - ۲۴ س م - ۱۴ سطور

نستعلیق - سیاہ اور لال روشنائی

کاتب : شیخ عطا اللہ ہندی

یہ مخطوطہ بالخصوص علم ہیئت کے طالب علموں کے لیے لکھا گیا۔ اس میں سیتالیس ا!
میں اور اس کی اشاعت پہلی بار نصیر الدین حیدر شاہ کے دورِ حکومت میں لکھنؤ سے ابو
قطب الدین سلیمان جاہ کے حکم سے عمل میں آئی۔

کتابت : ۲۶ صفر ۱۲۵۳ ہجری

آغاز : یہ ایک رسالہ ہی مختصر فن اسٹرانمی میں جسکو علم ہیئت کہتے ہیں۔ اصل اسکی کتا
ہی کہ بطور سوالجواب واسطے .....

اختتام : .....بس عالم بیحد کی توادرات کا کیا ذکر اس راز میں بشر کے عقل کوتاہ ا
پراگندہ ہوتی ہی۔

ناقص جلد۔ اطرافی حواشی سنہری اور سیاہ۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا وہاں اس کا نمبر شمار ۹ تھا

ترقیمہ : تمام ہوا یہہ رسالہ علم ہیئت میں بتاریخ ۲۹ صفر ۱۲۵۳ ہجری بخط شیخ عطا اللہ ہندی تحریر یافت۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۲۳۴

۴

مجموعۂ شمسی
کوپرنیکس

۹۲ صفحات۔ ۵۔ ۱۸ س م۔ ۱۰ سطور

اس میں چاند سورج اور ستاروں کے خاکے دیئے گئے ہیں۔

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب : مقبول حسین

یہ مخطوطہ آگرہ بک اسکول کے لیے فارسی سے ترجمہ کیا گیا۔ اس میں علم ہیئت سے متعلق کوپرنیکس کے مختلف تصورات و نظریات سے بحث کی گئی ہے۔

کتابت : ۱۸۶۰ عیسوی

آغاز : پہلی فصل زمین کی گولائی ثابت کرتی ہے۔ اگلی حکماؤں میں سی کیتی ایک اس بات پر متفق ہیں کہ ....

اختتام : .... محض مہارت اور کمال کی حصول کی لئی پیدا ہوئی۔ جو چاہتا ہی سو کرتا ہی اور جو ارادہ کرتا ہی سو فرماتا ہی۔ فقط

اشاعتِ اوّل : ۱۸۴۳ عیسوی۔ کرم خوردہ۔

پیشتر یہ مخطوطہ شیخ محمد نظیر حسین کی ملکیت تھا۔

ترقیمہ : تمام شد کتاب مجموعہ شمسی حسب الارشاد جناب منشی شیخ غلام نبی صاحب سپرنٹنڈنٹ سڑک ضلع ایٹہ بخط بی ربط بندہ مقبول حسین ساکن قصبہ چاند پور ضلع بجنور صورت تحریر یافت بتاریخ یازدہم ۱۸۶۰ء تمام شد۔

سوانح

۵

ڈائری

جارج شیپہرشور

۱۱۵ صفحات - ۳ک - ۵.۲۵ س م - ۱۳ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

خود نوشت

یہ مخطوطہ مصنف کے روزمرّہ کے سفر سے متعلق ہے جو ۲ جنوری ۱۸۹۰ء سے شروع ہوکر ۳۱ دسمبر ۱۸۹۰ء پر ختم ہوتا ہے۔ آخیر میں ۱۸۸۹ء یعنی گذشتہ سال کے کچھ اہم واقعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

آغاز: آں شاہ کہ خویش را ہلاکو میگفت
وزما راسخن بخشم و آبرو میگفت ......

اختتام: ...... خاں محبوب بخش۔ دہلی بازار چتلی قبر۔ حویلی اعظم خاں۔

ترقیمہ: مرقوم نہیں۔

۶

ڈائری جیمس

جیمس

۲۰۶ صفحات ۔ ۲ک ۔ ۲۴.۰۵ س م ۔ ۱۶ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی ۔

خودنوشتہ

اس مخطوطے میں مصنف نے اپنے ۱۸۷۹ء میں درپیش شدہ روزمرہ کے حالات و واقعات کو قلمبند کیا ہے ۔

اختتامیہ تاریخ ۱۸۷۹ عیسوی

آغاز : شکر بدرگاہ جناب مسیح کہ آج یہ نوروز سعید .....

اختتام : ..... برخوردار ولیم ۴ بجے اتوار کو روانہ ہوا ۔

مخطوطے کے سرورق کے نیچے کچھ اشعار بھی مندرج ہیں اور ایک شائع شدہ جنتری بھی اس مخطوطے کے ساتھ مجلد ہے ۔

ترقیمہ : مرقوم نہیں ۔

۷

ڈائری تھامس حیدر علی

تھامس حیدر علی

۲۲ صفحات ۔ ۲۸ س م ۔ ۱۹ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی

خودنوشتہ

اس مخطوطے میں مصنف نے ۱۸۴۲ سے ۱۸۵۳ تک کے پیش آنے والے روزا
کے حالات و واقعات کو مندرج کیا ہے ۔ تھامس کی تاریخ پیدائیش ۲۷ رجولائی ۱۸۲۶
مندرج ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مصنف نواب قیصر علی خاں کے دربار سے وابۂ

آغاز : مسٹر طامس حیدر علی صاحب بتاریخ بست و ہفتم جولائی ۱۸۲۶ کو پیدا ہوئے...
اختتام : ...... اب ... ملتوی ہو گیا سب زمیندار آگئے ..... کی حویلی پر اشتہار چسپاں کیا۔
ناقص اور خستہ حالت۔ مختلف صفحات پر چیپاں لگی ہوئیں اطرافی حواشی سیاہ

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

غالب اکیڈمی ۵۴۵

غالب کی قیام گاہِ رام پور کی یادگار تقریب
مولانا امتیاز علی خاں عرشی
۴ اوراق۔ ۲ک۔ ۲۴٫۵ س م۔ ۲۷ سطور
نستعلیق۔ نیلی روشنائی۔
کاتب کا نام مرقوم نہیں۔

یہ مختصر مخطوطہ اس تقریب سے متعلق ہے جو نواب رام پور سید رضا علی خاں نے ۱۹۴۴ میں اس مکان کو جس میں غالب ۱۸۶۰ میں رام پور کے اندر قیام پذیر ہوئے تھے خرید کر "یادگارِ غالب" کو منسوب کیا تھا اور بعد ازاں اعلان کیا تھا کہ غالب پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہاں پر غالب سے متعلق مواد اکٹھا کیا جائے گا۔

تاریخ کتابت : ۲۸ فروری ۱۹۴۴ء بروز اتوار
آغاز : ہندوستان میں اکابر رجال کی یادگاروں کی طرف سے جو بے توجہی برتی جاتی ہے اور غالب جیسے شاعر اور ادیب کی قبر تک جس کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے ......
اختتام : ...... امید ہے کہ اعلیحضرت کی توجہ سے یہ یادگار ادارہ ہندوستان

ایک نمونہ کا ادارہ بن جائے گا اور دوسرے حلقے بھی اس سے متاثر ہو کر اس کی تقلید کریں گے۔

یہ مخطوطہ اکبر علی خاں صاحبزادہ امتیاز علی خاں عرشی نے ۲۹ دسمبر ۱۹۶۸ء کو تحفۃً غالب اکیڈمی کو پیش کیا۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

<u>نیشنل آرکائیوز آف انڈیا۔ ۲۲۳ - ۳۰ جولائی ۱۹۵۷ء</u>

۹

گلدستۂ شجاعت

بیگم تھامس

مترجم: محمد خاں

۷۴ صفحات۔ ۲۷ س م۔ ۱۷ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

یہ مخطوطہ محمد خاں کی اُردو تلخیص ہے جو انھوں نے انگریزی سے ترجمہ کی ہے۔ یہ دراصل جان ٹبٹ کی سوانح پر مشتمل ہے اور چھبیس ابواب میں منقسم ہے۔ اس کے مصنف کا پورا نام تھامس انجگلس ہے۔

آغاز: اگر شروع انیسویں صدی سی تا زمانِ حال صفحۂ وقایع یادگار سازران بیکار منسلکان سرشتۂ سرکار .....

اختتام: ..... اور تا مدت عملداری مکاناتِ مقبوضہ داخل ہوئے اور چشم فیض سرکار دالابناءِ موصوف مبذول رکھیں۔

ترقیمہ: خلاصہ نسخہ گلدستۂ شجاعت من التصنیف مسز تھامس انیگلس۔

نیشنل میوزیم ۲۰۴۹-۳-۷۰ - ۵۵/۳۱۲۲

۱۰

(مثنوی) مظہر الانوار

محمد رحیم اللہ

۷۰ صفحات - ۲ک - ۲۱ س م - ۱۰ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب کا نام مرقوم نہیں -

ذیلی عنوانات فارسی میں مرقوم -

یہ مخطوطہ نواب امیر خاں اور ان کی حویلی کی تعریف میں لکھا گیا ہے -

تاریخ تصنیف : ۱۲۳۶ ہجری

تاریخ کتابت : ۱۲۳۸ ہجری

آغاز : حمد خدای جہان آفرین پیدا کنندہ زمان و زمین صانع شمس و القمر خالق جن و البشر و آتش بی مثل ......

اختتام : .... اسی جو پڑہ کہ ہووی خرم و شاد

دعائی خیر سی یارب کری یاد

ناقص جلد - عنوانات سرخ روشنائی سے تحریر - شروع کے کچھ اوراق بھی نیلی - سنہری اور سرخ روشنائی سے منقش ہیں -

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا - اس پر وہاں کی مرقومہ تاریخ ۲۷ صفر ۱۲۴۳ ہجری ہے -

ترقیمہ : تمام شد مثنوی مظہر الانوار بدستخط عاصی پُر معاصی محمد رحیم اللہ ۱۲۳۸ ہجری -

۱۱

مونس الارواح بمعروف ہدیۂ ابراھیم

سلطان جہاں آرا بیگم

مترجم: ابوسراج

۱۸۰ صفحات - ۲۷ س م - ۱۲ سطور

نستعلیق۔ سیاہ اور سرخ روشنائی

کاتب: عبدالملک

پہلے دو اوراق عربی میں مرقوم۔

یہ مخطوطہ شاہ جہاں کی بیٹی سلطان جہاں آرا بیگم کی تصنیف مونس الارواح کا اردو ترجمہ ہے۔ اس تصنیف میں ہندوستان کے مشہور صوفیا و اولیاء حضرات اور دیگر علماء دین کا تذکرہ سوانحی نہج پر کیا گیا ہے۔ خصوصاً حضرت خواجہ نظام الدین چشتی کی حیات اور معجزات کا تذکرہ ہے۔ یہ ترجمہ محمد رحیم اللہ خاں کی فرمایش پر کیا گیا۔

تاریخ تصنیف: ۲۸ رمضان ۱۰۴۹ ہجری

تاریخ کتابت: ۱۲۹۵ ہجری

آغاز: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ....

اختتام: .... بموجب اعتقاد اس صیفہ کے جو کچھ کہ اس رسالہ میں لکھا ہی صحت تمام رکھتا ہی۔ امید کہ پڑھنے والوں کو فیض اور بہرہ تمام اوس سے حاصل ہو۔

خوبصورت جلد۔ سرخ اطرافی حواشی۔ مخطوطہ نواب ٹونک کے ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۳۰ ہے۔

ترقیمہ: ترجمہ مونس الارواح کا یعنی عندکہ الحمد للہ والمنہ علے رسولہ سیدنا و سید العالمین

الوف الصلوۃ وصنوف السلام والتحیہ کہ اوسکے عنایت بے غایت سے یہ ترجمہ کہ
اسکا آغاز اور اتمام شہر صفر المظفر سن بارہ سو پچانویں ہجریہ میں ہوا اختتام کو
پہنچا اور حلیہ انجام سے آراستہ ہوا۔ خداوند کریم اسکو سہارا وسیلۂ نجات دوجہاں
اور سبب آسایش جاودانکا، وھاوی واللہ المستعان وعلیہ التکلان وصلی اللہ
تعالیٰ علے خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ اصحابہ واتباعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔
آمین۔ ثم آمین۔ ثم آمین۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۲۳۳

۱۲
نظم الجواہر مسمیٰ بہ مکتوبات مظہریہ
سید مظہر حسین
جلد ۲۔ ۳۳۳ اوراق۔ ۲۳ س م۔ ۱۶ سطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی
خود نوشتہ

یہ مخطوطہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مصنف نے وقتاً فوقتاً اپنے عزیزوں اور دوستوں
کو لکھے تھے۔ مصنف کا وطنِ مالوف سنبھل تھا۔

آغاز: بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اوستادی مولانا و مرشدنا سید مظہر حسین صاحب سنبھلی
دامت فیوضہم کے جو مکتوبات ......

اختتام: ...... بعد طبع ایک کتاب اونکی پاس بہی بہیجونگا انشاء اللہ کاتب الحروف
کو دعا فقط راقم محمد مظہر حسین۔ ۲۵ جون ۱۹۰۵ء

کرم خوردہ۔ خستہ حالت۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل میوزیم - ۲۳۲۶ / ۷۳ - ۵۵

۱۳

رسالہ مہملہ موسومہ سلک گوہر
سید محمد عبدالقادر سیفی
۷۶ صفحات - ۱۸ س م - ۱۶ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی
خود نوشتہ

یہ مخطوطہ ان اکتالیس خطوط کا مجموعہ ہے جو مصنّف نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو لکھے تھے۔ اس مخطوطے کے آخر میں اُن مشکل الفاظ کے معنی بھی لکھے ہیں جو مصنف نے ان خطوط میں استعمال کیے تھے۔

کتابت: ۱۷ رجادی الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۲۷ء بروز منگل

آغاز: معمورۂ عالم کے ریگستانِ السنیہ میں تعمق کی نظر سے اگر مطالعہ کیا جائے تو بہت کم زبانیں ایسی ملیں گی .....

اختتام: .... ہر گاہ ہمکو کام کا صلہ عطا ہوگا۔ کل کا کل ارسال ہوگا۔ مقبول اللہ علدار کا محکوم احمد کو سلام و السلام الحمد اللہ آوارہ دل عادل۔

ترقیمہ: الحمد اللہ کہ رسالہ مہملہ موسومہ سلک گہر کی تصنیف ۱۴ دسمبر روز چہارشنبہ ۱۹۲۷ء مطابق ۱۷ جادی الثانی ۱۳۴۶ھ انجام کو پہونچی۔ خادم ابو محمد سید عبدالقادر سیفی ہیڈ عربک پرسٹین مولوی اسٹیٹ ہائے اسکول راجندگاؤں۔ سی۔ پی۔

غالب اکیڈمی —— ۲۶ / ۷۷

۱۴

سیرِ غالب
حکیم ابوالحسنات ایوب حسن بیدل فاروقی

۴۲۵ اوراق - ۵ . ۱۹ س م - ۱۱ سطور
سرورق پر مصنف کا ایک فوٹو بھی چپاں ہے۔
شکستہ۔ سبز اور سرخ روشنائی
خود نوشتہ

یہ مخطوطہ غالب کی سوانح حیات اور اُردو ادب میں اُن کی خدمات وتخلیقات پر ایک مکمل کتاب ہے اور یہ آٹھ ابواب میں منقسم ہے۔

آغاز: نہایت مسرت کا مقام ہے کہ ہم اپنے اس ادبی شہکارِ فن " سیرِ غالب " کو پورے ادب و احترام کے ساتھ ....

اختتام: .... یہ سرمایۂ اُردو ادب، ہمارا مشترکہ خزینۂ تمدن ہے جسکی نگہبانی ہم پر لازمی ہے۔ والسلام۔

خوبصورت جلد۔ عنوانات سُرخ روشنائی کے ساتھ مرقوم۔ یہ مخطوطہ مصنف نے بذاتِ خود " غالب صدی " کے موقع پر ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء کو غالب اکیڈمی کی افتتاحیہ تقریب کے دوران غالب اکیڈمی کے صدر حکیم عبدالحمید صاحب کو پیش کیا۔

ترقیمہ: از ابوالحسنات حکیم ایوب حسن بیدل فاروقی صدر دار الحسنات میرکوٹ۔ سہارنپور سابق صدر شعبۂ عربی و فارسی اُردو۔ محکمۂ تعلیمات عظیم ترمیسور۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ——— ۲۸۳۶۵۲

۱۵

شورشِ عشق

اصغر علی اکبر آبادی

۴۳۲ صفحات - ۱۴ س م - ۱۰ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی
کاتب: محمد عسکری

یہ مخطوطہ مصنف کی خود نوشت سوانح ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے رومانی واقعات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

تاریخ تصنیف : ۱۲۷۶ ہجری

کتابت : ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۰۶ ہجری

آغاز : قلم لکھنی کو بسم اللہ پہلی سر جھکاتا ہے
زباں پر حمد پھر اوس خالق کی لاتا ہے .....

اختتام : .... تمام شہر میں عیش و نشاط کا بند و بست ہے کسیکو کو درد و الم سے مطلب نہیں ہر اک اپنی اپنی محبت میں مست ہی

کچھ اوراق کرم خوردہ ہیں۔ جو اشعار مثال کے لیے پیش کیے گئے ہیں وہ سُرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔ خوبصورت جلد۔

ترقیمہ : تمام شد کتاب ھذا بخط خام محمد عسکری بتاریخ ۱۰ ماہ ذوالحجہ ۱۳۰۶ ہجری۔

نیشنل میوزیم ۸ - ۶۹

۱۶

تاریخ تولد قاضی زین الدین ہچولی
شاہ ابوالحسن

(۱۶۴ صفحات)۔ ۱۹ س م - ۱۱ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب کا نام مرقوم نہیں۔

یہ مخطوطہ قاضی ہچولی کی مکمل سوانح پر مبنی ہے جو منظوم دکنی اُردو میں لکھا ہے۔

تاریخ تصنیف : ۱۰ ربیع الثانی بروز جمعہ مطابق ۱۰۴۵ ہجری

تاریخ کتابت : ۵ صفر بروز اتوار مطابق ۱۲۵۱ ہجری

آغاز : حمد بگویم ...... مر خالق جن و بشر
کردہ معلق آسمان ہم اختر و شمس و قمر ......

اختتام : .... شاہ بوالحسن کا بندۂ یلہ۔ کاتب بجار معتقد
امید دہر تحفہ لکھا۔ شافع ہو تم روز بر حشر
ذیلی عنوانات سرخ روشنائی سے مرقوم
یہ مخطوطہ راجہ رائے چور کی ملکیت رہ چکا ہے۔
ترقیمہ : ایں نسخہ ہذا در ملک غلام بندہ نواز قاضی ولد شیخ امام ساکن ہیچولی درمقام کیلی
تحریر یافت بتاریخ پنجم بروز یکشنبہ ماہ سفر ۱۲۵۱ ہجری۔

۴۔ طرز تعلیم

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۱۲۷

۱۷

اشارات التعلیم
لالہ امراؤ سنگھ
۴۶ صفحات۔ ۲۶×۵ س م۔ ۲۰ سطر
شکستہ۔ سیاہ روشنائی
کتابت : یار محمد خاں

اس مخطوطہ میں طریقۂ تعلیم اور اس سے متعلق دوسرے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ جس میں طالب علموں کی نفسیات اور ان کے درمیان افہام و تفہیم پیدا کرنے کے طریقۂ کار پر بھی قلم اٹھایا گیا ہے۔

تاریخ کتابت : ۱۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

آغاز : فن تعلیم میں وہ کل مسائل شامل ہیں جن سے معلم اپنی جماعت کی توجہ قائم رکھتا ہے ....
اختتام : .... جو جواب دیں انکو اچھی طرح سے اور اونکا تصفیحہ اسطرح کری کہ طلبا کو کام کرنیکی ترغیب اور ہمت ہو۔
سرورق پر مرقوم ہے کہ چودھری یار محمد کی ملکیت میں یہ مخطوطہ رہ چکا ہے
ترقیمہ بھی سرورق پر مندرج ہے جو اس طرح سے ہے :
بقبوضہ و مملوکہ چوہدری یار محمد خاں گجراتی (ب) کلاس متعلم نورمل اسکول راولپنڈی
مکتوبہ ۱۷ دسمبر ۱۸۹۲ء

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۲۲۵

۱۸
(اشارات التعلیم)
(لالہ امراؤ سنگھ)
جلد دوم (۲۰۴ صفحات) ۵۔۲۴ س م۔ ۱۷ اسطور۔
شکستہ۔ سیاہ روشنائی
کاتب : یار محمد خاں
یہ مخطوطہ بھی گذشتہ سے پیوستہ ہے اور اس حصے میں صرف قواعدِ تعلیم اور اصولِ تعلیم پر بحث کی گئی ہے۔
کتابت : ۲۳ ستمبر ۱۸۹۲ء
آغاز : جو جواب غلط ہوں اونکی طرف سے یکجہت مُنہ نہ پھیریں جس طالب علم کے جواب سے یہ معلوم ہو کہ وہ جواب کو نہیں سمجھتا تو معلم کو چاہیئے ......
اختتام : .... اون خیالات کو جو کسی زبان میں پائے جاتے ہیں دوسری زبان میں لانا ....؟
ترقیمہ : فقط یار محمد نائب مدرس سکول کھاریان ۲۳ ستمبر ۱۸۹۲ء

(۵) اخلاقیات

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۱۹

جامع الاخلاق یا اخلاقِ جلالی
(جلال الدین افغانی)

مترجم: مولوی امانت اللہ

(۱۱۸ اوراق) ۲۸ س م - ۱۷ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب: عزیز

یہ مخطوطہ جلال الدین افغانی کی معرکۃ الآرا تصنیف "اخلاقِ جلالی" کا اُردو ترجمہ ہے جس کا موضوع اخلاقیات سے تعلق رکھتا ہے۔

تاریخ تصنیف: ۱۲۲۰ ہجری مطابق ۱۸۰۵ عیسوی

تاریخ کتابت: ۱۲۶۵ ہجری مطابق ۱۸۵۰ عیسوی

آغاز: نام اس کتاب سعادت انتساب کا جامع الاخلاق ہے اور یہ ترجمہ ہی لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق عرف اخلاقِ جلالی کا اُردو زبان میں ......

اختتام: .... ترجمہ سے میں جب ہوا فارغ
فکر تاریخ طبع پر ہے مشتاق
دور کر تیغ سے سر جہل بولا ہاتف تمامی اخلاق
۱۲۲۰

بیشتر کرم خوردہ
ترقیمہ : بفضل اللہ تعالیٰ شانہ بتاریخ ۱۳ رمضان شریف ۱۲۶۵ ہجری مطابق ۲۳ جولائی ۱۸۵۰ عیسوی بروز سہ شنبہ بوقت یک گھڑی دوپہر کتاب ہذا بخط ناقص عزیز اتمام یافت۔

(۶) اخبارات و رسائل

۲۰

جوہر

جلد دوم ۱۹۲۱ء
مرتبہ : مجلس جوہر
حصہ سیوم - ۲ ک - ۳۴ س م - ۳۰ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی

اس اخباری مخطوطہ میں نظمیں۔ مختصر کہانیاں۔ مختلف مضامین۔ سیاسی تبصرے اداریے اور دیگر موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔

اس اخبار کا اجرا پہلی مرتبہ ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اس کا مقصد اردو زبان و ادب کو ترقی دینا تھا۔ مذکورہ لائبریری میں اس اخبار کے ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۶ء تک کے سارے اجرا موجود ہیں۔

آغاز : ہماری گذارش پر ہمارے کرمفرما جناب یوسف صاحب نے یہ حالات عنایت

کئے ہیں۔ ناظرین بجائے عارضی انبساط وحظ . . . .
اختتام : . . . . استحادی دکان نے ناشتہ کا بھی انتظام کر دیا ہے۔ ناشتہ کا سامان اچھا اور تازہ ہوتا ہے نیز یہ کہ وقت پر ملتا ہے۔

۲۱
تاریخ تعریفات الفنون
محمد معین الدین

۵۳ صفحات۔ ۲۸ س م۔ ۱۸ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
خود نوشتہ۔ قرآنی اقتباسات بھی درج ہیں۔

اس مخطوطے میں مصنف نے قرآنِ پاک کی تعلیمات کی روشنی میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور ان موضوعات پر سائنٹفک نقطۂ نظر سے بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف فنون جیسے تاریخ جغرافیہ۔ ادب پر بھی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔
یہ مخطوطہ ترپین (۵۳) ابواب پر مشتمل ہے۔
کتابت : ۲ جمادی الاول ۱۳۵۲ ہجری
آغاز : خدائے قدوس کا یہ منشا ہے کہ بنی نوع انسان آپس میں مساویانہ حیثیت سے دنیا میں زندگی بسر کریں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے . . . . . .
اختتام : . . . . . ہم بھی اپنے مذاق کو ذیل کے نقشے میں ظاہر کرتے ہیں اور اس فن کو "اسماء الکتب والفنون" سے تعبیر کرتے ہیں۔
مولانا عبدالرؤف جو اس مخطوطے کے مالک تھے کی ذاتی مہر بھی ثبت ہے۔
ترقیمہ : تمام شد بقلم مضمون نگار بندہ مسکین محمد معین الدین ناظم کتابخانہ حبیب گنج ضلع علیگڈھ بتاریخ ۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۲ھ

۲۲

ترجمہ تاریخ عبد الفدا

عبد الفدا

مترجم: سید اشرف علی

۷۷۰صفحات - ۲۸ س م - ۲۱ سطور

نستعلیق. سیاہ روشنائی - ذیلی عنوانات سرخ -

کاتب: امیر بخش

اس مخطوطے میں قدیم عہد سے لے کر ۹۳۵ ہجری تک کے تہذیبی ارتقاء کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ جائزہ تاریخی ارتقاء کی روشنی میں لیا ہے۔ اسی مخطوطے کے ایک باب میں مختلف بادشاہوں کا احوال بھی درج ہے اور کچھ ابواب میں ایران - ترکی اور مشرق وسطیٰ و مغربی ایشیا کے ممالک کا بھی بیان کیا گیا ہے۔

کتابت: ۱۲۵۰ عیسوی

آغاز: بعد حمد اور صلواۃ کے کریم الدین جو کہ ایک ادنےٰ خدام طلباء مدرسہ دہلی کا ہے سب ارباب ہنر ....

اختتام: .... ابن یونس مشہور ہے فوت ہوا - یہ زیج چار جلد میں ہے کہتے ہیں کہ عزیز ابو الحاکم نے اوس کے بنانے کا حکم دیا تھا۔

سرورق پر لکھی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مخطوطہ ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا تھا۔ مولانا عبد الرؤف نے جو اس کے پہلے مالک تھے کی مہر بھی اس پر موجود ہے۔ مخطوطہ کا زیادہ حصہ کرم خوردہ ہے۔

ترقیمہ: تمام ہوئی جلد تیسری عبد الفدا کی۔

۷۔ جغرافیہ

نیشنل میوزیم ۶۷۶

۲۳

مُرتب الاقالیم

مصنف نامعلوم

(۶۵ اوراق) ۳۰ س م۔ ۱۵ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔ مومیایا مخطوطہ

کاتب: پنالعل

اس مخطوطے میں دنیا کے کئی ممالک کے جغرافیائی حالات کا تذکرہ ہے۔ ان ممالک میں روس۔ انگلینڈ۔ امریکہ اور فرانس شامل ہیں۔ یہ گیارہ ابواب میں منقسم ہے اور اپنے وقت کی شائع شدہ مختلف کتب سے مواد حاصل کرکے اس کی ترتیب دی گئی ہے۔ سرورق پر ایک مہر بنام یمین الدولہ وزیر الملک محمد علی خاں صولت جنگ بہادر ہے۔ اس کے علاوہ دیباچے میں اس کی تاریخ تصنیف ۱۸۳۴ عیسوی بیان کی گئی ہے۔

تاریخ کتابت: ۲۱ شوال ۱۲۵۸ ہجری۔

آغاز: علم جغرافیہ میں سوال وجواب کی طور پر انگلینڈ کی معتبر و مروج انگریزی سی انتخاب کی گئی جسکی مطالعہ سی زمین کی خشکی وتری اور ......

اختتام: ...... ش اشارہ ہے طرف شمال کی اور ج طرف جنوب کے اور طول میں ش سے غرض شرق ہی اور غ سے غرب اور حروف طول وعرض کا حساب ابجد سی لیا جاتا ہے۔

مخطوطہ میں مذکور ہے کہ اس کی اشاعت پہلی بار ۱۸۳۴ عیسوی بمقام کلکتہ ہوئی۔ ابواب کے عنوانات سرخ ہیں۔ یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۲۵۹ مندرج ہے۔

ترقیمہ: کتاب ہذہ بقلم پنا لعل ولد بخشی مہتاب رای بتاریخ بست وکیم شہر سوال ۱۲۵۸ ہجری صورت اختتام و زینت اتمام یافت۔

۸۔ ہندوستانی گائیڈ بک

(۸/۱) کشمیر

نیشنل آرکاویز ۱۹۵۷ جولائی ۱۸/۱۲۸

۲۴

گلزار کشمیر

کرپا رام

۵۱۶ صفحات۔ ۳۰ س م۔ ۱۵ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب کا نام مذکور نہیں۔

یہ مخطوطہ کشمیر کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس میں منجملہ یہاں کے راجاؤں کے حالات یہاں کی آب و ہوا۔ جغرافیہ۔ کھیتی باڑی۔ باغات۔ معدنیات۔ چرند پرند۔ جانور۔ یہاں کی آبادی یہاں کی پیداوار اور لوگوں کے پیشوں کا تذکرہ بہت تفصیل سے کیا گیا ہے۔ یہ چھ ابواب

پر مشتمل ہے۔
تاریخ تصنیف : ۱۹۱۳ عیسوی۔
آغاز : گلزار زیبایش کے رنگ برنگ کلیاں ایسی باغبان کے چوکھٹ پر نثار ہیں
جسکی چار چمن ....
اختتام : .... الاچہ والاچہ دانہ۔ لونگ۔ سونف۔ مہندے۔ امبر۔ انار دانہ۔
مرس۔ باروت۔ چھوارا۔
کچھ اوراق کرم خوردہ ہیں۔ عنوانات اور اطرافی حواشیے سرخ ہیں۔
ترقیمہ مندرج نہیں ہے۔

ٹونک (۲،۸)

نیشنل میوزیم ۹۶۹

۲۵

نجم سعادت

سعد اللہ خاں

۱۸۶ صفحات۔ ۲۱ س م۔ ۹ سطر

مخطوطے میں نواب امیر خاں۔ نواب وزیر خاں۔ نواب محمد علی خاں۔ نواب محمد ابراہیم علی خاں اور نواب حافظ محمد سعادت علی خاں کے فوٹو موجود ہیں۔
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
خود نوشتہ
اس مخطوطے میں ریاست ٹونک کے ضلع چھیترہ کے جغرافیائی حالات اور ریاست ٹونک کے نوابین کی تاریخ کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے انتظامی حالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔
تاریخ کتابت : ۱۹۳۶ء

آغاز : ریاست ٹونک کا رقبہ مسلسل اور ملحق محدود نہیں ہے بلکہ اس کے چھ حصّے جو پرگنات کے نام سے موسوم ہیں ......

اختتام : .... یہ شعبہ ۱۹۰۹ء میں قائم ہوا ہے۔ تین مسلمان تین ہندو اس کے ممبر اور ناظم پرگنہ پریسیڈنٹ ہے اور دفتری کام کے لئے مہتمم کے لقب سے ایک اہلکار ہے۔

خوبصورت جلد۔ سرورق منقش۔

یہ مخطوطہ بھی نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۴۴۹ تھا۔

ترقیمہ مذکور نہیں۔

۹۔ تاریخ
افغانستان (۹۱۱)

نیشنل میوزیم ۸۵۷

۲۶

تاریخِ جنگِ کابل

سید فدا حسین مسمیٰ نبی بخش

۱۲۱ صفحات - ۲۰ س م - ۱۱ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب : سید عبدالغفور

اس مخطوطے میں ۱۸۴۲ء میں کابل کے نزدیک لڑی گئی اینگلو افغان جنگ کے چشم دید حالات

درج ہیں۔ مصنف جو کہ خود بھی جنگ میں شریک تھا، نے یہ تاریخ اپنے بڑے بھائی کی فرمایش پر مذکور کی۔ جن کا نام حاجی حسین علی خان مندرج ہے۔

آغاز: حمد بیحد جناب پروردگار عالم کو واجب ہی کہ جس نے ہزار عالم کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک حرف کُن کے ساتھہ پیدا کیا اور ......

اختتام: .... کہ ساٹھہ ہزار فوج تھی۔ تیس ہزار بنگالہ کی اور تیس ہزار بمبئی کی لڑائی پر گئی تھی سب مارگئی کل سات ہزار آدمی وہاں سے بچکر زندہ آئی اور باقی وہیں مدفون ہوئی۔

مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرہ کتب سے خرید کیا گیا وہاں اس کا نمبر شمار ۳۹۰ تھا۔

ترقیمہ: تمام شد کتاب تواریخ جنگ انگریزاں از کل تصنیف سید عبدالغفور شاہ جہاں آبادی۔

(۲/۹) عرب

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا ۲۶ ستمبر ۱۹۵۹ء - ۱۹۹۶/

۲۷

تاریخ تمدنِ عرب

لی بون

مترجم: سیّد علی بلگرامی

جلد سوم - ۶۴ صفحات - ۳۳ س م - ۱۹ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب کا نام مذکور نہیں۔

یہ مخطوطہ تاریخ تمدن عرب مصنف لی بون کے پہلے حصّے کا اُردو ترجمہ ہے اور اس حصّے میں عرب کی جغرافیائی تاریخ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتابت : ۹ رمضان ۱۳۱۵ ہجری
آغاز : عربستان ایک بہت بڑا ملک ہے جسکا رقبہ تقریباً فرانس سے دوگنا اور حال کی تحقیق کی رو سے ایک لاکھ چھبیس مربع فرسخ ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اختتام : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دار الخلافہ کا خطاب جو قریب تھا کہ اُس سے چھین لیا جائے دوبارہ حاصل کر لیا تھا۔ عبد المطلب کی یہ خواہش تھی کہ کل خود مختار قبائل اس مرکز حکومت کے

باقی اگلے حصے میں

غیر مجلد، تمام اوراق پر چیپیاں چسپاں۔
ترقیمہ مذکور نہیں۔

نیشنل آرکائز آف انڈیا ۲۶ ستمبر ۱۹۵۹ء / ۱۹۹۵

۲۸
مقدمہ (تاریخ تمدّن عرب)
لی. بون
سید علی بلگرامی
جلد سوم ۔ ۲۷ صفحات ۔ ۳۳ س م ۔ ۱۷ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی
کاتب کا نام مذکور نہیں۔
یہ مخطوطہ اُردو ترجمہ کی شائع شدہ تعارف کی نقل ہے۔ اس تعارف میں مصنف نے اس کتاب کے ترجمہ کا مقصد بیان کیا ہے اور ساتھ ہی اُن کتب کی فہرست بھی دی ہے جو اُس نے اس کتاب کی تالیف کے وقت مطالعہ کی تھیں یا جن سے اُس کتاب کی ترتیب میں مدد حاصل کی تھی۔
آغاز : ہماری پہلی تصنیف کے پڑھنے والوں کو اس کتاب کی حقیقت اور اس کتاب

کی وجہہ تصنیف بخوبی معلوم ہے . . . .
اختتام : . . . . . . اُس قوم کی حالت کو درست اور واضح طور پر کتاب کے ذہن نشین
کر سکے تو سمجھیں گے کہ جس غرض سے ہم نے کتاب لکھی ہے وہ پوری ہوگئی ۔
کچھ اوراق کے حواشیے پر کچھ الفاظ کے معنی بھی لکھے ہیں اور ان کی وضاحت بھی
کی گئی ہے ۔
سارے اوراق پر چیپیاں چسپاں ہیں ۔
ترقیمہ مرقوم نہیں ہے ۔

نیشنل آرکائیز آف انڈیا ۲۶ ستمبر ۱۹۵۹ / ۱۹۹۲

۲۹

دیباچہ مترجم (تاریخ تمدن عرب)
لی بون
مترجم : سید علی بلگرامی
جلد سوم (۱۲ اوراق) ۳۳ س م ۔ ۲۳ سطور
شکستہ ۔ سیاہ روشنائی ۔
کاتب کا نام مذکور نہیں ۔
یہ مخطوطہ تاریخ تمدن عرب کے دیباچے کا اُردو ترجمہ ہے ۔
کتابت : ۹ رمضان ۱۳۱۵ ہجری مطابق ۲۳ جنوری ۱۸۹۹ عیسوی
آغاز : اس کتاب کے ضمیمہ در چہارم میں جو فہرست کتابوں کی دی گئی ہے اس کو بنظر
سرسری دیکھنے سے بھی ثابت ہوجائیگا کہ . . . .
اختتام : . . . . . . لیکن اس کو دوبارہ اور سہ بارہ صاف کرانے کا پیاں لکھوانے اور
انکی تصحیح اور چھپوانے اور تصویروں وغیرہ کے اہتمام میں اور بھی نو مہینے صرف
ہوئے ۔ والسلام

غیر مجلد۔ سارے اوراق پر چیپیاں چسپاں ہیں۔
ترقیمہ: حیدرآباد دکن ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

۹،۳ ہندوستان
(ل) فرخ آباد

۳۰
جنگ نامہ دوجوڑہ
خلیفہ معظم عباسی

۵۶ اوراق۔ ۲ک۔ ۳۱ س م۔ ۱۳ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب: محمد مشتاق حسین خاں

ذیلی عنوانات فارسی میں درج ہیں۔

یہ منظوم مخطوطہ بنگش سلاطین کے سلسلے میں نواب محمد علی خاں صاحبزادہ نواب فیض اللہ خاں بنگش کے اہم واقعات زندگی سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے جنگ آجیوشی کے ذکر کے علاوہ اس دور کے سیاسی حالات اور تاریخی واقعات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

کتابت: ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۲۴ ہجری مطابق ۱۴ فروری ۱۹۰۰ عیسوی۔

آغاز: پس از حمد ان قادر ذوالجلال۔ پس از نعت پیغمبر سے باکمال۔ پس از مدح
اصحاب والاتبار۔ خصوصا نبی کے تھی چار یار۔۔۔۔۔۔
اختتام:۔۔۔۔ دعا میرے حق میں کرو زود تر | کہ رحمت سی ہو حق کی مجھ پر نظر
میرا خاتمہ خیر سے ہو تمام | بفضل محمد علیہ السلام
ترقیمہ: بقلم حقیر محمد مشتاق حسین عفے منہ نائب متولی مدرسہ عالیہ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء
۳۰ ذالحجہ ۱۳۲۴ھ پنجشنبہ۔

نیشنل آرکائز آف انڈیا ۸ اگست ۱۹۵۷ء/۷۹

۳۱

خندۂ غدر یعنی تاریخ فرخ آباد
نواب محمد واحد خاں
۳۲۵ صفحات ۔ ۳۰ س م ۔ ۱۷ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی
کاتب : احمد علی خاں
مثالوں میں فارسی اشعار کا بھی استعمال ہے۔

اس مخطوطے میں ریاست فرخ آباد کے فرمانرواؤں کے ان تاریخی حالات و واقعات کا ذکر ہے جو ان کو انگریزوں کے خلاف مختلف اوقات میں ریاست کو آزاد کرانے کی خاطر درپیش آئے تھے۔

تاریخ تصنیف : ۱۸۶۳ عیسوی
کتابت : ۱۷ رمضان ۱۲۹۰ ہجری
آغاز : فتح ہے جب نام لکھا خالق الارواح کا ۔ دین کا جھنڈا لئے آیا الف فتاح کا
حمد و ثنای ناصر حقیقی شکر و سپاس فتاح لاریب۔۔۔۔۔۔
اختتام : ۔۔۔۔۔۔ اب تختہ تباہ ہے بس میرے عیبوں اور لغزشوں سے منہ پھیرائیں

اپنا زور نہ دکھائیں راہ دین پناہ دیں۔
کل اوراق مومیائے ہوئے ہیں اور تقریباً آدھا مخطوطہ کی سنہرے اور دیگر
تلف رنگوں کے ذریعے زیبایش کی گئی ہے۔
رقیمہ : تمام شد بتاریخ ہفدہم رمضان المبارک ۱۲۹۰ ہجریہ مقدسہ مع لوح وجدول
بسرعت ہرچہ تمامتر از دست ضعیف البیان کثیر العصیاں احقر الاشان خادم
الطلبہ احمد علیخاں فرخ آبادی عفراللہ لہ ولوالدیہ ولمن بقتید بہ بحرمۃ النبی صلعم وآلہ۔

جنرل
(ب)

۳۲

آرایش محفل
میر شیر علی افسوس

۵۸ صفحات۔ ۲۴.۵ س م۔ ۱۷ سطور
کاتب کا نام مذکور نہیں۔
یہ مخطوطہ منشی سبحان رائے کی فارسی تصنیف خلاصۃ التواریخ کا اُردو ترجمہ ہے۔
یہ اُردو ترجمہ ہے۔ ایچ مورنگٹن کے حکم پر میر شیر علی افسوس نے کیا۔ افسوس فورٹ ولیم
کالج میں منشی کے عہدہ پر فائز تھے۔ وہیں انھوں نے ڈاکٹر گلکرائسٹ کے کہنے سے
گلستانِ سعدی کا بھی اُردو ترجمہ کیا۔

مذکورہ مخطوطہ ہندوستانی تاریخ پر مشتمل ہے۔

تاریخ تصنیف : ۱۲۱۹ ہجری - ۱۸۰۴ عیسوی۔

آغاز : حمد کرتا ہوں اُس خالق کی جس نے ماہتاب کو ......

اختتام : ...... ہماری وہاں کے جنس میوہ اکثر لاکر لشکر میں بیچ جاتے ہیں خصوصاً اخروٹ ہوتا ہے۔

اختتام کے بہت سے اوراق گم ہیں۔ ایک نامکمل فارسی مخطوطہ بھی اس کے ساتھ منسلک ہے۔ اس پر مندرج عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ کسی وقت میں یہ مخطوطہ نواب لطف اللہ کی ملکیت میں بھی رہ چکا ہے۔

آخری اوراق گم ہونے کی وجہ سے ترقیمہ موجود نہیں ہے۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۳۴

انتخاب آرایش محفل

مصنف : میر شیر علی افسوس

مرتب : نامعلوم

(۱۰۶ اوراق) ۲۴ س م - ۱۵ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب کا نام درج نہیں۔

یہ مخطوطہ بھی عہد قدیم اور عہد وسطی کے ہندوستان کے مشہور شہروں کی تاریخ سے متعلق ہے جس میں ہندوستان کے جغرافیائی حالات کا بھی ذکر شامل ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستانی دریاؤں، فصلوں، زراعت اور پرانی عمارات کا بھی تذکرہ ہے۔

آغاز : یہ انتخاب کیا گیا کتاب آرایش محفل میں سے جو اکثر مشتمل ہے مضمون خلاصۃ التواریخ سے صوبہ دار الخلافہ شاہجہاں آباد ......

اختتام : ۔۔۔۔۔۔ دوست ہمارا جوگوپال کا ملنا موقوف ۔۔۔۔۔ سنتے ہی شاہ نے خوش ہو سب کی داد دی اور وسعت زبان کے معنی کی نہایت تعریف کی۔ فقط جون پور مچھلی شہر کے محمد عمر جعفری کے نام کی ایک مہر سرورق پر موجود ہے۔
ناقص حالت اور کرم خوردہ۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم / ۱۶ جنوری ۱۹۵۹ / ۶۹۱

۳۴

انتخاب خلاصۃ التواریخ

مصنف: میر شیر علی افسوس

مرتب : نامعلوم

(۱۲۲ اوراق) ۲۴ س م ۔ ۱۳ سطور

شکستہ ۔ سیاہ روشنائی

کاتب : عالم خاں

تفصیل دیکھئے مخطوطہ ۳۳

آغاز : صوبہ دارالخلافہ شاہ جہاں آباد ہندی فارسی کی تواریخوں سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ شہر ہستنا پور گنگا کی کناری پر ۔۔۔۔۔۔

اختتام : ۔۔۔۔۔۔ سنہ بارہ سے بائیس ہجری میں اکبر بادشاہ ابن شاہ عالم کی بندگی کی جاتی ہے اور اطاعت سے ہاتھ نہیں اٹھاتی ہیں۔

ترقیمہ : کتاب انتخاب خلاصۃ التواریخ ہندوستان تمت شد ماہ شعبان بتاریخ ہفتم بدستخط حقیر فقیر عالم خاں باشندہ بلدہ بنارس نوشتہ ام۔

نیشنل میوزیم / ۶ جنوری ۱۹۵۸ / ۶۹۲

۳۵

انتخاب خلاصۃ التواریخ

(نامعلوم)

جلد اول۔ (۹۷ اوراق) ۲۹ سم ۔ ۱۵ سطور

کاتب : مرزا عالم علی بیگ

تفصیل دیکھئے مخطوطہ ۳۳

آغاز : صوبہ دارالخلافہ شاہجہاناباد و ہندوی فاریسے کی تواریخ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہنساپور گنگا کی کناری پر .....

اختتام : .... چنانچہ اب بہی سنہ بارہ بائیس ہجری میں اکبر بادشاہ ابن شاہ عالم کی بندگی نبھاتی ہیں اور اطاعت سی ہاتھہ نہیں اٹھاتی ۔

مخطوطہ پر ایک مہر محمد وزیر خاں وزیر الدولہ امیر الملک نصرت جنگ بہادر کے نام کی موجود ہے ۔

ناقص جلد۔ ذیلی عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں ۔

مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرہ کتب سے خریدا گیا ۔

ترقیمہ : تمت تمام شد کار من نظام شد کتاب تواریخ ہندوستان بزبان اردو ہندی بدستخط حقیر فقیر مرزا عالم علی بیگ باشندہ بلدہ لکھنؤ بتاریخ بست و پنجم ماہ ذیقعد ۱۲۵۸ ہجری اتمام یافت ۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۱۹۴۷۰ c) ۲۲

۳۶

تاریخ ہند

مرزا حیرت دہلوی

جلد دوم۔ ۸۵۴ صفحات۔ ۲۸ س م۔ ۲۲ سطور
نستعلیق۔ نیلی روشنائی۔

خود نوشتہ۔

یہ مخطوطہ سات ابواب پر مشتمل ہے جس میں مصنف نے عہدِ وسطیٰ اور عہدِ جدید کی تاریخ پر تحقیقی انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی حکمرانوں اور کانگریس کی جد و جہد آزادی پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔

کتابت: ۱۸۸۷ عیسوی

آغاز: تاریخ بھی عجیب چیز ہے کہ ہزاروں برس کے حالات اسطرح اظہار ہو جاتے ہیں جیسے ہمارے سامنے ہو رہے ہوں ......

اختتام: ...... لیکن جبوقت پھر یرہ اکبری اڑنے لگا تمام سلطنتیں یکے بعد دیگرے فتح ہوتی چلی گئیں۔

ناقص اور خستہ حالت۔ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت میں بھی رہ چکا ہے۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

ٹرکی (۴، ۹)

۳۷
تاریخ روم
محمد اسمعیل شاہ خاں
(۳۵۴ اوراق)۔ ۳۱ س م۔ ۱۱ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب : حافظ محمد نیاز علی خاں

ذیلی سرخیاں فارسی میں۔

اس مخطوطہ میں سلسلۂ عثمانیہ سے لے کر سلطان محمد عبد العزیز خاں کے دورِ حکومت تک ٹرکی کا سیاسی پس منظر۔ وہاں کی عمارات۔ باغات۔ آب و ہوا۔ پیداوار اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تاریخ تصنیف : ۱۸۷۳ عیسوی

کتابت : ۲۹ ذیقعد ۱۲۹۰ ہجری مطابق ۱۹ جنوری ۱۸۷۴ عیسوی

آغاز : حمد بیحد اوس خدائے پاک کو سزاوار ہے کہ جسنے انسان کو جوہر نطق عطا کیا اور جناب محمد مصطفٰی صلی ع و آلہ و اصحابہ وسلم کو واسطے ......

اختتام : ...... اور ہماری بادشاہ ملکہ معظمہ وکٹوریا جانئنا فرمانروائے انگلستان اور ہندوستان کی صادق دوست ہیں۔

ترقیمہ : الحمد اللہ و المنہ کہ کتاب تاریخ روم جو کہ زبانِ اُردو میں نایاب اور بے نظیر ہے حسب الحکم نواب مستطاب معلی القاب جناب محمد محمود علیخاں صاحب بتاریخ بست و نہم ماہ ذیقعد ۱۲۹۰ ہجری مطابق نوازدہم ماہ جنوری ۱۸۷۴ عیسوی بقلم حافظ محمد نیاز علیخاں تمام ہوئی۔

۱۰۔ زبانیں

(۱۰ء۱) اُردو

(ا) لغت

غالب اکیڈمی ۲۲ دسمبر ۱۹۶۸ / ۲۰ / ۵۴۶

۳۸

فرہنگ غالب

امتیاز علی خاں عرشی

۱۲۰ اوراق - ۲۰ک - ۲۵ س م - ۱۸ سطور
کاتبہ - سیاہ اور نیلی روشنائی
خود نوشتہ -

یہ مخطوطہ فرہنگ ہے ان الفاظ کی جو غالب نے اپنی تحریروں میں جابجا استعمال کیے ہیں۔ یہ الفاظ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ سنسکرت اور ہندی زبانوں کے ہیں۔ مصنف نے ن کے اُردو اور فارسی دونوں معنی کو پیش کیا ہے۔ مخطوطے کے چند اوراق ٹائپ شدہ بھی ہیں۔

کتابت : ۳۰ جون ۱۹۴۶ عیسوی۔

آغاز : یہ مسودہ میری عزیز ترین کتابوں میں سے ایک ہے اسلئے کہ یہ تمام کا تمام یا
ابّا محترم نے خود ٹائپ کیا ہے یا اپنے قلم سے لکھا ہے لیکن چونکہ مجھے .....

اختتام : ...... فرہنگ سروری : ۷۹، ۹۲ فرہنگ قدی : ۸۶ قادر نامہ
۳۲ قاطع برہان : ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۸۰ : قاموس : ۱۶۵ قیاد : ۱۰۳
ہوشنگ : ۱۰۱ ہندوستانیان۔

کچھ اوراق سرخ روشنائی سے بھی مرقوم ہیں۔ جگہ جگہ چیپیاں چپاں ہیں۔
مصنف کے صاحبزادے اکبر علی خاں نے یہ مخطوطہ ۳۰ جنوری ۱۹۶۹ء کو غالب صدی کے موقع پر غالب اکیڈمی کو پیش کیا۔
ترقیمہ مرقوم نہیں -

بارڈنگ پبلک لائبریری ۱۹۳۷ / ۳۵۶

۳۹

(انشاء یوسفی)
میر مقصود

۱۰ - اوراق) ۱۸ س م - ۱۱ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
خود نوشتہ۔

یہ مخطوطہ بھی اُردو فرہنگ کا ہے جس میں مصنف نے فارسی الفاظ کے اُردو معنی پیش کیے ہیں۔

کتابت: ۷ ربیع الاول ۴۳ جلوس اورنگ زیب۔

آغاز: اعزاز، امان، احسان، اکارم، احکام، اقسام، انتباہ، اجلال، ایالت
افق، آثار، انوار، ایام، اجابت، افلاک ......

اختتام: .... ہور۔ ہوا۔ ہبوب۔ ہیبت۔ ہدف۔ ہدم۔ ہیون۔ ہنجارہ۔ ہمگی۔
ہستی۔ ہزک۔ یم۔ یورش۔ یوم۔ یعنی۔

کرم خوردہ۔ ناقص حالت۔

مذکورہ مخطوطہ ہارڈنگ لائبریری کو منشی رگھوناتھ سنگھ تاجر دہلوی کا عطیہ ہے۔

ترقیمہ: فرہنگ انشا یوسفی بفرمودہ میر مقصود بتاریخ ہفتم شہر ربیع الاول سنہ ۴۳ جلوس
اورنگ زیب اتمام یافت۔

دلی یونی ورسٹی لائبریری ۱۹۴۵۵۹

۴۰

رسالہ تحقیق تنقیح

نصیر احمد خاں

(۶۴ اوراق) ۳۰ س م۔ ۱۸ اسطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی
خود نوشتہ۔

یہ مخطوطہ فارسی۔ عربی۔ ترکی کے دوسو دس مشکل الفاظ کی اُردو شرح ہے مصنف نے لسانی نقطۂ نظر سے ان الفاظ کا مطالعہ کیا ہے اور ہند۔ یورپی زبانوں کی تاریخ

سامنے رکھ کر ان کی اصل کا پتہ لگانے کی سعی کی ہے۔

مصنف نصیر احمد خاں رام پور کا باشندہ تھا اور شاعری کا بھی ذوق رکھتا تھا وہی اس رسالے کا مرتب ہے۔

تاریخ تصنیف: ۱۲۹۵ ہجری

آغاز: حمد و شکر اوس عالم الغیوب کیلئے جسکے کتاب مبین حکمت سے علم آدم ، لا اسماء کلہا ایک لفظ ہی اور اوسکے دفتر علم سے ......

اختتام: ...... اب ای صبا رستم کر
تنقیح جلال سکے ہے تردید

کچھ اوراق پر چیپیاں چسپاں ہیں۔ نیلے کاغذ کا استعمال کیا ہے اور حواشی پر سرخ روشنائی سے اصل الفاظ مرقوم ہیں۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

(ب) فنِ خطوط نویسی

جامعہ ملیہ اسلامیہ ۱۰

۴۱

آئینۂ نسواں
محمد متین خاں

۵ صفحات۔ ۲۷ س م ۔ ۳۸ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب کا نام مرقوم نہیں۔

یہ مخطوطہ رسالہ فنِ خطوط نویسی پر مشتمل ہے اور اس ضمن میں مصنف نے ا ان خطوط سے جو اس نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو تحریر کیے ہیں۔ متعدد

ت اقتباسات بطور مثال کے پیش کیے ہیں۔

ماز : حمد اوس خداوند دوجہان آفریدگار عالم و عالمیان کو جسنیں کاف و نون کا طرف مضمون فرماکر ہژدہ ہزار ......

ختتام : ...... عبرت آثار فرزند علیخاں تھانہ دار خوش ہو۔ عرضی تمہاری مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۷۷ء کی سفارش ترقی مسمیٰ سانونت سنگھ چوکیدار قصبہ فریدپور کی بعوض خیرخواہی گرفتار کرنی مجرم اشتہاری کی ملاحظہ میں گزری۔

رقیمہ آخری صفحہ موجود نہ ہونے کی صورت میں موجود نہیں ہے۔

(۱۱) قانونی دستاویزات

نیشنل آرکائیز آف انڈیا۔ ۱۷ فروری ۱۹۵۸/ ۱۰۱۲

۴۲

دیباچہ ایکٹ مالگذاری

مترجم : محمد عبد السلام

۴۳ صفحات ۔ ۲۰ س م ۔ ۱۵ سطور

شکستہ ۔ سیاہ روشنائی

بدنوشتہ

اس مخطوطے میں پنجاب اور کچھ یورپین ممالک کے قانونِ مالگذاری اور قانونِ اراضی سے متعلق تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے جس میں مصنف نے دوسرے یوروپی ممالک کے متعلقہ قوانین کی روشنی میں پنجاب کے قوانین کا جائزہ لیا ہے اور دونوں کے افادی اور غیر افادی پہلوؤں کی بھی نشاندہی کی ہے۔

آغاز : دیباچہ ایکٹ مالگذاری پنجاب ۱۸۸۷ء نوعیت حقیقت اراضی اور مالگذاری

کا مضمون ایسا ہی جو بڑی مشکل کے بعد قائم ہوا ہی ......

اختتام : .... دفعہ ۴۲ سپیسفک ریلیف ایکٹ نی نالش رقم کو روک دیا ہے اور قرار پایا کہ نالش ٹھیک طور پر ڈکلریشن کے واسطے رجوع ہوئی تھی۔

سرورق پر محمد عبد السلام کے نام کی ایک مہر بھی ثبت ہے۔

ترقیمہ : نقد محمد عبد السلام ۱۸ جون سنہ ۱۹۰۰ء

نیشنل آرکائیز آف انڈیا۔ ۱۷ فروری ۱۹۵۸ء/۱۰۱۲

۴۳

ترجمہ بیڈن پول متعلقہ پنجاب

بیڈن ہنیری بڈن پول

مترجم : عبد السلام

۱۳۱ صفحات۔ ۲۰×۷ س م۔ ۱۵ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔

خودنوشتہ

مذکورہ مخطوطہ لینڈ سسٹم آف برٹش انڈیا کی دوسری جلد کے جو تھے حصے کا اردو ترجمہ ہے۔ جس کا مصنف بی۔ ایچ بیڈن پول ہے۔ اس میں آراضی مالگذاری۔ آراضی قوانین اور جائداد کی حد ملکیت سے متعلق پنجاب کے مختلف شہروں اور قصبوں کے مختلف النوع قوانین کا ذکر ہے۔

یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے "دیباچہ ایکٹ مالگذاری" کے ساتھ ہی منسلک ہے۔

آغاز : پنجاب کا انتظام بعد میں ہوا لہذا تجربہ کی خرابی اس نے برداشت نہیں کی قبل از اجرای ایکٹ سرکلرات پر عمل ہوتا تہا......

اختتام : ...... درحالانکہ اوسکی خلاف کوئی شہادت نہیں صرف اس وجہ سی کہ

دیگر امور لحاظ کرنیسے اوسکی تائید ہوتی ہے۔

نامکمل۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل آرکائز آف انڈیا۔ ۲ فروری ۱۹۵۸ / ۱۰۱۲

۴۴

شرح قوانین پنجاب

لالہ مدن گوپال

مترجم: محمد عبد السّلام

۱۰۴ صفحات۔ ۲۰ س م۔ ۱۵ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔

خود نوشتہ

اس مخطوطے میں پنجاب میں نافذ گزشتہ صدی کے اُن قوانین پر بحث کی گئی ہے جو زمین کی خرید و فروخت یا اس ضمن کے دوسرے شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں — یہ مخطوطہ بھی ایک دوسرے مخطوطے جس کا نام دیباچہ ایکٹ انگزاری ہے کے ساتھ منسلک ہے۔

آغاز: اس دفعہ میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ رواج دھرم شاستر اور شرح محمدی میں تبدیلی و تغیر کرتا ہے مگر دراصل معاملہ . . . . . .

اختتام: . . . . لیکن حقوق ملکیت . . . . . . کو قرار دیا گیا کہ حق اس صورت میں بھی ہے۔ انڈین لا رپورٹ ۲ الہ آباد ص ۹۹

نامکمل۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

دلی پبلک لائبریری

۴۵

(وصیت نامہ)

نامعلوم

۲۳۰ صفحات - ۲۳ س م - ۱۳ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

اس مخطوطے میں موروثی قوانین پر بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے کی مثالیں پیش کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ قانونی ورثاء کے درمیان آراضی کی تقسیم کس طرح کی جائے۔

آغاز: بنا رضا شوہر کی عورت نہ گود لی اور نہ اپنا بیٹا بطور متبنی دی سکتی ہی اور یہ جائز نہیں ہوتا۔ ......

اختتام: .... جس صورت میں مقدمہ رجوع کیا جاوی پنچوں کو تو یہہ ضرور ہے کہ فیصلہ پنچوں کا بالاتفاق ہووی۔ فقط۔

غیر مجلد۔ بہت سے اوراق گم ہیں۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

(۱۲) کتب خانہ

نیشنل آرکائز آف انڈیا - ۲۶ ستمبر ۱۹۵۹ / ۱۹۹۱ء

۴۶

کتب خانۂ اسکندریہ

وان لوڈ ف کریل

مترجم: مولوی سید علی بلگرامی

۲۸ صفحات ۔ ۲۳ س م ۔ ۱۷ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی ۔
کاتب کا نام مرقوم نہیں ۔
یہ مخطوطہ اُردو ترجمہ ہے اُس جرمن رسالے کا جو اسکندریہ لائبریری سے متعلق تحریر کیا گیا تھا ۔ یہ رسالہ جرمنی اسکالر وان لوڈف کریل نے ۱۸۷۸ عیسوی میں تحریر کیا تھا ۔ اس رسالے میں مصنف نے اس الزام کی پُر زور ۔ الفاظ میں تردید کی ہے کہ اسکندریہ لائبریری کے قیمتی اور نایاب ذخیرۂ کتب کو عربوں نے جلادیا تھا ۔

تاریخ تصنیف : ۱۸۷۸ عیسوی

آغاز : ہمیشہ سے عربوں کے ذمے یہ شدید الزام لگایا گیا ہی کہ یہی تھے جنھوں نے ۶۴۴ ء میں اسکندریہ کو فتح کرنیکے وقت وہاں کا عجائب خانہ ....

اختتام : .... زمانۂ قدیم کو نیست و نابود کردیا لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ میری رائے میں یہہ الزام اسکندریہ کے کتب خانے کا ان پر لگانا بالکل جھوٹ اور افترا ہے فقط ۔

کچھ اوراق کے حواشی پر نیلی پنسل سے تصحیح بھی موجود ہے ۔
غیر مجلد ۔ عمدہ حالت ۔ سرورق موجود نہیں ۔
ترقیمہ مرقوم نہیں ۔

(۱۳) ادبیات

(۱۳۰۱) جدید ہندوستانی زبانیں

(ا) اُردو

(۱) ناول افسانے اور داستانیں

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۴۷

(داستان شہزادہ شمس الضحیٰ)

نامعلوم

(۱۳۵ اوراق) ۲۳ س م - ۱۵ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی -

کاتب کا نام مرقوم نہیں -

یہ مخطوطہ رومانی داستان پر مبنی ہے - اور اس میں شاہ پرستان کی بیٹی شہزادی انجم افروز اور شہزادہ شمس الضحیٰ کی داستانِ عشق رقم کی گئی ہے -

کتابت : ۱۲ رمضان ۱۲۸۰ ہجری

آغاز : راویان فسانہای غرائب ناقلانِ حکایتِ عجائب تواریخ سلطان عظام نیس اس داستانِ دلفریب کو زبان قلم افسوں رقم سے یوں بیان کرتے ہیں ......

اختتام : .... دونوں لونڈیاں، مند بیکہ کو شہر میں بھجوا دیا اور دروازے کے چلمن چھوڑ دیئے اودہر قاضی صاحب مسروف ہوئی یہہ ادھر اپنی پیار کے ساتھ -

سرورق پر محمد شمیر مچھلی شہری کی ایک مہر ثبت ہے -

کرم خوردہ - جلی عنوانات سرخ روشنائی سے مندرج -

ترقیمہ : رمضان المبارک سہ شنبہ تاریخ ۱۲ تمام شد فقط - ۱۲۸۰ سنہ ہجری -

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۴۸

(داستان زرین مہر)

نامعلوم

۶۵

جلد سوم (۲۸۰ اوراق) ۲۸ س م - ۲۱ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی -
کاتب کا نام مرقوم نہیں -

یہ مخطوطہ بھی عشقیہ داستان پر مبنی ہے اور اس میں شہزادہ منوّر شاہ اور شہزادی زرّیں مہر کی داستان عشق تحریر کی گئی ہے -

آغاز : اب شہ داستان مسرت بیان زرّیں مہر سنا چاہی کہ جب منور شاہ عالیجاہ خاقان بہن سے رخصت ہو کر مع اپنے بہو یعنی ملکہ . . . . . .

اختتام : . . . . نہیں میں کیا بر کلام ہوا تیسرا جلد قصہ تمام
لکھا مختصر مولوی کو سلام مولوی محمد عمر کو سلام

پہلے صفحے پر مولوی محمد عمر مچھلی شہر جون پوری کی ایک مہر موجود ہے -
ناقص جلد - سرورق موجود نہیں - ذیلی عنوانات سرخ روشنائی سے رقم ہیں -
ترقیمہ بھی رقم نہیں -

نذیریہ پبلک لائبریری ۱۹۴۷ / ۲۴

۴۹
فسانۂ عجائب
رجب علی بیگ سرور
۲۱۶ صفحات - ۲ ک - ۳۰ س م - ۱۷ سطور
کاتب کا نام رقم نہیں -
نستعلیق - سیاہ روشنائی

چند اقتباسات فارسی اور عربی کے بھی موجود ہیں -

اس مخطوطے میں شہزادہ جانِ عالم اور شہزادی ماہ طلعت کی عشقیہ داستان رقم ہے جس میں انسانی کرداروں کے علاوہ بندر اور طوطا بھی اس رومانی داستان کے دو بڑے

کردار ہیں۔ داستان مافوق الفطرت واقعات پر مبنی ہے اور مسجع و مرقع عبارت میں رقم کی گئی ہے۔

کتابت : ۱۲۳۹ ہجری

آغاز : سزاوار حمد وثنا خالق ارض وسما جل وعلے صانع بیچوں وچراھے۔ جسنے رنگ بے ثبات باین زنگارنگے تختہ چمن دنیا پہ.......

اختتام : ...... ہمیشہ سے زمانیکا یہہ طور رہا ہے جسطرح جہانعالم کے مطلب ملے اسطرح کُل عالم کے مراد اور تمنائیں ملے۔ آمین۔

پہلے ورق پر رحیم اللہ بیگ سن ۱۲۶۸ ہجری کے نام کی مہر موجود ہے۔ ذیلی عنوانات اور اطرافی حواشی سرخ ہیں۔

کرم خوردہ۔

مولانا عبد الرؤف نے مذیرہ لائبریری کو بطور تحفہ پیش کیا۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری — ۲۳۸

۵۰

فسانۂ عجائب

مرزا رجب علی بیگ سرور

۱۸۲ اوراق - ۲۳ س م - ۱۳ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔

کاتب : شیخ کرامت علی اظہر

(تفصیل گذشتہ مخطوطے میں ملاحظہ کیجئے

کتابت : ۹ جمادی الثانی ۱۲۵۹ ہجری

آغاز : سزاوار حمد وثنا خالق ارض وسما جل وعلی صانع بیچون وچراھي جسني رنگِ

بے ثباتی سی باین رنگا رنگی چمن دنیا ہزار لالہ و گل ......

اختتام: .... این کتاب جانعالم چون حسن فرمود
طبع معنی نور آعلی نور ازوی آمد و ظہور
خامۂ مظہر پی تاریخ وقت انطباع
.... رقم از طبع باشد جانِ عالم پرسرور

بوسیدہ اور کرم خوردہ۔ ذیلی عنوانات سرخ
سرورق موجود نہیں۔

ترقیمہ: الحمد و المنہ نسخۂ عجیب و قصۂ غریبہ جانِ عالم شاہزادہ بزبان اردو۔ از تصنیفات مرزا رجب علی بیگ سرور در ماہ جمادی الثانی روز شنبہ بتاریخ نہم ۱۲۵۹ ہجری تحریر یافت۔

۵۱

نوطرزِ مرصّع

میر محمد عطا حسین خان تحسین

۲۳۰ صفحات ۲۳ س م۔ ۱۵ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب: کنہیا لال۔

یہ مخطوطہ کسی فارسی داستان کا اردو ترجمہ ہے جسے مصنفِ داستان نے مسجع و مقفع عبارت میں تحریر کیا ہے۔ اس قصے میں ایک بادشاہ اور چار فقرا، کی داستان ہے جو اتفاق سے ایک جا پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور ہر آدمی اپنی اپنی آپ بیتی ایک دوسرے کو سناتا ہے اور آخیر کار اپنی اپنی منزل مراد پاتا ہے۔
کتابت: ۴ رجب ۱۲۲۳ ہجری / مطابق ۱۸۱۸ عیسوی۔

آغاز: دیباچۂ ثنائی خداوند ذوالجلال
ایسا نہیں کہ لکھہ سکے اوسکا کوئیے مقال ......

اختتام: ...... جسطرح سے چہار درویش اور پانچواں بادشاہ مراد کو پہنچا الٰہی اسطرح
سے ہر ایک کے دن پھریں۔

ذیلی عنوانات سُرخ۔ مولانا عبدالرؤف کا نذیریہ لائبریری کو تحفہ۔

ترقیمہ: تمت تمام شد نسخہ نوطرز مرصع من تصنیف حسین عطا خاں کتاب نوطرز مرصع بخطِ
کنہیا لعل قوم کائستہ ۱۰ دسم ماہ مئی مطابق ۱۸۰۸ء و چہارم ماہ رجب ۱۲۲۳ھ
صورت اتمام یافت۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۲۸۳۶۵۱

۵۲

قصّہ بہرام گور

مترجم: سیّد حیدر بخش حیدری

۵۷ اوراق - ۱۸ س م - ۱۳ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب: واعظ علی و ڈیپو صاحب

اس مخطوطے میں ایک ایرانی بادشاہ کی داستانِ عشق بیان کی گئی ہے۔ یہ بادشاہ ایک روز شکار کرتے کرتے دوسرے ملک میں جا پہنچا جہاں اس کی نظر میں ایک حسین دوشیزہ پری بانو سے چار ہوگئیں اور شکاری بادشاہ خود تیرِ نظر کا شکار ہوگیا اور بالآخر بہت سی جد وجہد کے بعد اپنی منزلِ مراد کو حاصل کر لیا۔

یہ فارسی قصہ سید حیدر بخش حیدری نے ۱۸۰۲ عیسوی میں سید محمد حسن کی فرمائش پر اُردو میں کیا۔

کتابت: ۲۲ فروری ۱۸۶۲ عیسوی۔

آغاز : حمد کرتا ہوں اس کریم کارساز کی جو نا امیدی کی آرزو برلاتا ہی اور دریائے غم کی ڈوبے ہوئے کو ساحلِ مسرت دکھلاتا ہی ......

اختتام : ...... مقصد انھوں کے یارب جسطرح سے برائے یوں ہی ہر ایک جہاں میں اپنی مراد پائے۔

کرم خوردہ۔ چیپیاں چپاں۔ صفحۂ اول پہ لکھی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ مخطوطہ ۲۴ جنوری ۱۹۴۴ عیسوی تک سید مسعود حسن رضوی کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔

ترقیمہ : خط خام واعظ علی وٹیپو صاحب تمام شد ۱۸۶۲ء قصۂ بہرام گور بتاریخ ۲۲ر فروری۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۵۳

قصّہ چہار درویش

میر امّن

۱۱۰ صفحات۔ ۲۴ س م۔ ۱۸ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی

اس مخطوطے میں بھی نوطرزِ مرصع کا ہی قصّہ ہے لیکن اس میں اور نوطرزِ مرصع میں فرق صرف اتنا ہے کہ مذکور قصّہ کو مصنّف نے آسان اور عام فہم اور دہلی کی بامحاورہ زبان میں رقم کیا ہے یعنی قصّہ ایک ہی ہے فرق صرف اسلوب کا ہے جس کا اظہار مصنف نے کتاب کے دیباچے میں کیا ہے۔

یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے جس کا نام قصّۂ ماہ منیر و خوب چہرہ ہے کے ساتھ مجلد ہے۔

تاریخ تصنیف : ۱۲۱۵ تا ۱۲۱۷ ہجری

آغاز : مقدور ہمیں کب ہے تیرے حمد و ثنا کا ؛ حقا کہ خداوند ھی تو حمد و سما کا ......

اختتام: ...... مگر اون صاحب نے منع نہ کیا اور اسے معاف فرمایا اور زنِ اول کو سنگسار کیا اور باقی عمر تعیش و کامرانی سے بسر کی۔

یہ نسخہ انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے اور اس کے انگریزی مترجم کا نام ایڈون اسمتھ ہے۔ یہ انگریزی اڈیشن آکسفورڈ اور آئی۔پی۔ایچ کمپنی کلکتہ سے ۱۹۷۰ میں شائع ہوا تھا۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

۵۴

(قصہ چہار درویش)

(میر امنؔ دہلوی)

(۱۵۴ اوراق)۔ ۲۰ س م۔ ۱۲ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

کاتب کا نام رقم نہیں۔

(تفصیل موضوع گذشتہ صفحہ پر دیکھیے)

تاریخ تصنیف: ۱۲۱۵ تا ۱۲۱۷ ہجری

کتابت: ماہ شوال ۱۲۵۵ ہجری

آغاز: سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ جسنے ایک مٹھی خاک سے کیا کیا صورتیں اور مٹی کی مورتیں پیدا کیں باوجود دو رنگ کی ایک گورا ایک کالا ......

اختتام: ..... نہ پرسش کی سختی ہو مجھ پر کبھو
نہ شب گور کی اور نہ روز شمار
تو کونین میں لطف پر لطف رکھہ
خدایا بحق رسول کبار

ناقص وخستہ حالت - کرم خوردہ -

ترقیمہ : تمت تمام شد کارمن نظام شد قصۂ چہار درویش بتاریخ غرۂ شہر شوال المکرم ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق ۱ سنہ جلوس معلی بروز یکشنبہ ہنگام یکپاس روز باقیماندہ صورت اختتام پذیرفت -

ہارڈنگ پبلک لائبریری ۱۲ اگست ۱۹۳۹/۲۴۰۲/۳۶۰

۵۵

(قصۂ گربہ)

(غلام علی امروہی)

(۷ اوراق) - ۵ - ۲۰ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی -

خودنوشتہ -

فارسی اشعار بھی بطور مثال تحریر کیے گئے ہیں -

یہ مخطوطہ ایک مختصر کہانی ہے جس کو مصنف نے مرغی اور بلّی کے تمثیلی پیرائے میں بیان کیا ہے۔ قصّے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ " اپنے دشمن پر کبھی اعتماد نہ کرو "

کتابت : ۱۰ اکتوبر ۱۸۳۹ عیسوی -

آغاز : کوئی قصہ دلچسپ بطرز تو طرز مرضع کی اگر سلک تقریر میں منسلک کری تو یہہ سلسلہ بندگی واسطہ سر رشتہ یادگار ہے گی ....

اختتام : ...... پس اب تقریر اور حاصل مطلب ظاہر تو یہی ہی کہ اپنی دشمن کو دشمن جانئی اور جو کام آغاز کیجئی اوسکے انجام کو سوچ لیجئی -

یہ مخطوطہ منشی رگھوناتھ سنگھ ہاجر دہلوی کی ملکیت رہ چکا ہے جیسا کہ اس پر لگی مہر سے ظاہر ہوتا ہے -

سرورق موجود نہیں - خستہ اور کرم خوردہ حالت -

ترقیمہ : تمام شد قصہ گربہ بتاریخ بست وششم رجب ۲ سنہ ابوالظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ - ملکہ سلطینہ مطابق سنہ ۱۲۵۵ ہجری موافق ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۳۹ عیسوی روز شنبہ بوقت چہار گھڑی روز باقیماندہ صورت انجام رفت -

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۵۶

(قصہ جلال الدین حیدر)

نامعلوم

مترجم : مولانا محمد عمر جعفری

(جلد اول) (۱۰۳- اوراق) ۲۲ س م - ۱۷ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی -

کاتب کا نام مرقوم نہیں -

یہ مخطوطہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے - جس کا مرکزی کردار جلال الدین حیدر ہے - اور جس میں اس کی پیدائش سے جوانی تک اور پھر بادشاہ اختر اقبال کی لڑکی شہزادی شمس پر عاشق ہونے سے لے کر مخالفوں کے ساتھ جنگ و جدال کر کے ان پر کامیاب ہو کر شہزادی کو حاصل کرنے تک کے طولانی اور مافوق الفطرت واقعات کا بیان کیا گیا ہے (یہ قصہ غالباً کسی فارسی قصہ کا اُردو ترجمہ ہو سکتا ہے -)

آغاز : بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی علیہ رسولہ الکریم بعد والصلوۃ ناقل حکایت اسطرح روایت کرتا ہی کہ دریای معانی لی آئی یوں متاع نکتہ دانی . . . . . .

اختتام : . . . . القصہ تمام رات صاحبقران اکبر معہ اختر اقبال کے اسم بافتاح کا ورد کرتے رہی اور بعد نماز صبح ایک دروازۂ عالیشان نظر آیا اس پر پردہا، دروازی پڑا تہا بسم اللہ کہہ کر داخل دروازہ ہوا - تمام ہوئی جلد اوّل نسخ کتاب کی -

ناقص حالت اور کرم خوردہ۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۵۷

(قصہ جلال الدین حیدر)
نامعلوم
مترجم: مولانا محمد عمر جعفری
(جلد دوم) ۵۷۲ صفحات۔ ۲۳ س م۔ ۱۱ سطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب: سید حسن عسکری
موضوع کی تفصیل کے لیے مخطوطہ نمبر ۵۶ ملاحظہ کیجیے۔

کتابت: ۱۲ دسمبر ۱۹۰۱ عیسوی
آغاز: داستان جانا صاحب قران اکبر کا معہ امیر اقبال وزیر زادی کے سیر طلسم عجب العلا کو اور معہ امور متعلقہ اوسکے تھوڑا سا حال جلد اول کا بطور یاد کے...
اختتام: ..... جب آدھی رات ہوئی آرام فرمایا۔ صبح کیوقت صاحبقراں اور وہ شخص اس تخت پر بھی سوتا دیکھہ کے بہت دل آزردہ ہوا۔
غیر مجلد۔ کہیں کہیں سے کرم خوردہ۔ سرورق موجود نہیں۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۵۸

(قصہ جلال الدین حیدر)
نامعلوم

مترجم : (مولانا محمد عمر جعفری)
(جلد سوم)۔ ۱۴۰ اوراق۔ ۲۲ س م - ۱۷ سطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب کا نام رقم نہیں۔
موضوع کی تفصیل ملاحظہ ہو مخطوطہ نمبر ۵۶ میں۔
آغاز : راویان اخبار و ناقلان شیریں گفتار یوں روایت کرتے ہیں کہ دوسرے روز نہال پری نے ملکہ شمس الجمال کی جانب سے چند خوان جواہرات گراں .....
اختتام : ..... لشکر اڑھائی لاکھ سوار کے تصبہ دارالحکومت بہجت تما حرکت میں آیا اور اپنی کثرت فوج پر بہت نازاں اور نہایت شاداں تہا۔
مکمل بچیپیاں شدہ۔ سرورق موجود نہیں۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۵۹
(قصہ جلال الدین حیدر)

نامعلوم
مترجم : (مولانا محمد عمر جعفری)
(جلد سوم) ۴۲۹ صفحات - ۲۱ س م - ۱۲ سطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب : سید حسن عسکری
کتابت : ۱- اپریل ۱۹۰۰ عیسوی
موضوع کی تفصیل مخطوطہ نمبر ۵۶ میں ملاحظہ ہو۔
آغاز : راویان اخبار و ناقلانِ شیریں گفتار یوں روایت کرتے ہیں کہ دوسرے روز

نہال پری نے ملکہ کی جانب سے چند جواہرات گراں ....

اختتام : .... لشکر اڑہائی لاکہہ سوار کے رئیس قیصر بقصد دار الخلافہ بہجت تمام حرکت کی اور اپنی کثرت فوج پر بہت نازاں اور نہایت شاداں تہا ۔

عموماً کرم خوردہ ۔ اطرافی حواشی سُرخ ۔ سرورق موجود نہیں ۔

ترقیمہ : تمام ہوئی تیسری جلد قصہ شاہزادہ سید جلال الدین حیدر ملقب صاحبقراں اکبر ۔ تاریخ یکم اپریل سنہ ۱۹۰۱ء بخط بدنمط بندہا خاکسار سید حسن عسکری ساکن قصبہ مچہلی شہر ۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۶۰

(قصہ جلال الدین حیدر)

مترجم : نا معلوم مولانا محمد عمر جعفری

(جلد چہارم) ۲۰۲ صفحات ۔ ۲۰ س م ۔ ۱۳ سطور

شکستہ ۔ سیاہ روشنائی ۔

کاتب : سید حسن عسکری

کتابت : ۱۲ دسمبر ۱۹۰۱ عیسوی

آغاز : راویان اخبار عجیب و ناقلان حکایت غریب عروس قصہ نادر البیان کو صفحۂ قرطاس پر بدستیاری مشاطۂ خامہ کے اسطرح ....

اختتام : .... اور بعد سلطان عباس کے ایک بہائی کے بعد ایک بہائی جانشین و تخت نشین ہوتا گیا اس طور پر فرمانروائے ایک کے بعد ایک رہے ۔ فقط ۔

ذیلی عنوانات سرخ ۔ کرم خوردہ ۔

ترقیمہ : تمام شد جلد چہارم قصہ جلال الدین حیدر عرف صاحبقراں اکبر تاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۱ء ترجمہ کردند جناب مولوی محمد عمر خاں رئیس اعظم و قلعہ دار مچھلی شہر بخط بدنمط خاکسار سید حسن عسکری۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۶۱

قصہ ماہ منیر و خوب چہرہ

نامعلوم

۴۸ اوراق ۔ ۲۳ س م ۔ ۱۳ سطور

شکستہ ۔ سیاہ روشنائی۔

کاتب : محمد علیم الدین

کتابت : ۱۸۴۳ عیسوی مطابق ۱۲۵۹ ہجری

یہ مخطوطہ ایک خوبصورت شہزادے ماہ منیر اور ایک تاجر کی خوش جمال اور حسین بیٹی خوب چہرہ کی عشقیہ داستان پر مشتمل ہے

آغاز : بلبل نوایان گلشن عشقبازی و عندلیب سرایان نکتہ پردازیے کی ساتھ چہچہہ محبت سے کے زیج بیانان اس حکایت دلپذیر کی اور تقریر افسانہ بے نظر کی .....

اختتام : ...... ملے سب کے مطلوب طالب تمام ۔ بحق محمدؐ علیہ السلام جہانمیں پہری جسطرح اونکی دن ۔ سبھی مومنونکی پہریں ویسے دن۔

محمد سمر مچھلی شہر جونپور کی ایک مہر بھی موجود ہے ۔

مکمل کرم خوردہ ۔ سرورق موجود نہیں۔

ترقیمہ : کتاب قصہ ماہ منیر و خوب چہرہ بدست احقر العباد کمترین محمد علیم الدین غفر اللہ بحسب فرمائش جناب محمد عمر صاحب بتاریخ شانزدہم ربیع الثانی ۱۲۵۹ ہجری نبوی مطابق نہم مئی ۱۸۴۳ عیسوی تمام رسید۔

--

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۶۲

قصہ ماہ منیر و خوب چہرہ

نامعلوم

۱۵۴ صفحات - ۲۴ س م - ۱۷ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب : شیخ سبحان علی

کتابت : ۲۲ فروری ۱۸۷۷ عیسوی

موضوع تفصیل گذشتہ مخطوطے میں ملاحظہ ہو۔

آغاز : بلبل نوایان عشق بازی و عندلیب سرایان نکتہ پردازی ساتھہ چہیہ صحبت کے بیچ بیانان اس حکایت دلپذیر کے ....

اختتام : .... مگر ان صاحبوں نے قبول نہ کیا اور واپس بادشاہ کو لوٹا دیا۔ بادشاہ نے زنِ اوّل کو سنگسار کیا اور بقایا عمر اسی عیش و کامران سے گذاری۔

محمد عمر مچھلی شہر جونپوری کے نام کی مہر صفحۂ اوّل پر ہے۔

کرم خوردہ حالت۔

ترقیمہ : تمت تمام شد قصہ ماہ منیر و خوب چہرہ تاریخ ۲۲ فروری روز پنج شنبہ ۱۸۷۷ء کو تمام ہوئی۔ راقم شیخ سبحانعلی بدخط۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۶۳

قصہ نور الدہر

سید قیام الدین
جلد چہارم - ۲۵۶ اوراق - ۲۸ س م - ۲۴ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
خود نوشتہ
کتابت : ۱۲۸۲ ہجری

مخطوطے کا مرکزی قصہ عشق ، جنگ اور فتح پر مبنی ہے جو دیگر بہت سے کرداروں کے ساتھ مرکزی کردار شہزادہ بلند اقبال اور شہزادی ناز پرور کے معاشقہ پر مشتمل ہے ۔

آغاز : التماس خدمت سامعین و ناظرین و شائقین میں اس کمترین سید قیام الدین بن میر نواب کا یہ ہی کہ اس قصہ نور الدہر کی ....

اختتام : ...... شاہزادگان والا گہر و بہاران خوش سیر ، لشکر ظفر پیکر کی طرف ربند ریحانیہ کو کوچ کیا اور قطع منازل و طی مراحل کرتی ہوئی روانہ ہوئی ۔ نقط

ناقص حالت ۔ ذیلی عنوانات سرخ ۔ سرورق موجود نہیں ۔

ترقیمہ : تمام شد جلد چہارم قصہ نور الدہر بتاریخ ۱۲۸۲ ہجری روز جمعہ ۔

(۲) شاعری

۶۴
چندر بدن و مہیار
مرزا محمد مقیمی
۳۶ صفحات - ۲ ک - ۲۳ س م - ۱۷ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب : نبی بخش

مخطوطۂ مذکورہ مثنوی ہے جس میں مصنف نے شہزادی چندر بدن اور مہیار شہزادہ کی عشقیہ داستان کو نظم کیا ہے۔

مرزا محمد مقیمی ایران کے مشہور شعرا میں سے تھے اور سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے عہدِ جوانی میں وہ اپنے والد کے ہمراہ مقدّس مقامات کی زیارت کو نکلے اور وہاں سے واپسی پر اُن کے والد انتقال کر گئے۔ بعد ازاں مرزا مقیمی بیجاپور چلے آئے اور یہاں آکر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے درباری شاعر بن گئے۔

آغاز : خدا کو سزا وار کبر و (منی) ۔۔۔ کہ قادر ہی قدرت کا صاحب وہی
تونی پھونکا ہی آدم میں روح کوں ۔۔۔ سنبھالا ہی تو .... نوح کون ...

اختتام : .... مرتب ہوا یہ تو حقہ تمام ۔۔۔ بحق محمد علیہ والسّلام
نوشتہ بماند بخط غریب ۔۔۔ کہ نصر من اللہ فتح قریب

مکمل چھپیاں شدہ۔

ترقیمہ : نوشتہ نبی بخش ولد مولوی محمد بخش۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۱۱

۶۵

چراغ جگر متین

نامعلوم

۴۹ صفحات۔ ۲ ک۔ ۲۷ س م۔ ۲۱ سطور

نستعلیق۔ سیاہ

کاتب : عبد اللطیف خاں

مذکورہ بالا مخطوطے میں تین نظمیں شامل ہیں پہلی کا نام "چراغ جگر متین" ہے جر

عشق کی خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرا "کوڑی نامہ" ہے جس میں روپے پیسے کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور تیسرا "علیما کریما" ہے جس میں خداے تعالیٰ کی حمد وثنا کی گئی ہے۔

یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے "آئینۂ نسواں" کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز: یا خدا چاہ کا ڈوبا کوئی انسان نہو
کسی چشموں سے میاں خون کا طوفان نہو

سرورق موجود نہیں۔ مجلّد

ترقیمہ: تمت تمام شد بقلم عبداللطیف خاں از کارسگنج ضلع ایٹہ پرگنہ بلرام۔

نیشنل میوزیم۔ ۲۴۰۰/۷۳۔۵۵

۶۶

(مجموعۂ اشعار)

نامعلوم

۲۱ اوراق۔ ۴ک۔ ۲۳س م۔ ۱۴سطور۔

نستعلیق۔ سیاہ

اس مخطوطے میں مختلف نامعلوم شعراء کے اشعار کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے جس میں غزلیں۔ رباعیات اور نظمیں شامل ہیں۔

آغاز: عفو فرما ہمارے جرم وقصور ہم تو ہیں عاصی تو ہی رب غفور
جبتک تن میں دم رہی مرا وردِ لب نامِ پاک ہو تیرا .....

اختتام: .... چمن بکیوں خط گلزار سے ثنا لکھیں
کلی ہی مثل دوات اور شاخ گل ہی قلم

ناقص حالت۔ چیپیاں شدہ۔ سرورق موجود نہیں۔

مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا جہاں اس کا نمبر شمار ۵۱۳۸ تھا۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل میوزیم۔ ۹۶۶ - ۶۲

۶۷

(مجموعہ اشعار)

ناصر

(۶ اوراق) ۵ک - ۲۲ س م - ۱۸ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

یہ مخطوطہ مصنف کے منتخب اشعار کا مجموعہ ہے جسے شاعر نے خود انتخاب کیا ہے۔ اس میں غزل اور قطعات شامل ہیں۔

آغاز : زندگی مرگ تھی ہمکو شب تنہائی کی
ای اجل اکی بھلی تو نی مسیحائی کی ....

اختتام : .... تمام عمر ہوئی جستجو میں ناصر صرف
ملی ہمیں دلِ گم گشتہ کا سراغ کہاں

مجلد۔ مکمل کرم خوردہ۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل میوزیم ۲۰۶۸/۷۲۰۵۵

۶۸

دریائے عشق

(میر تقی میر)

۱۲ اوراق - ۲ک - ۲۰ س م - ۱۱ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

کاتب : رحمان احمد خان

کتابت : ۲۳ شوال ۱۲۵۶، ہجری

یہ مخطوطہ میر کی مشہور مثنوی دریائے عشق پر مشتمل ہے جس میں شاعر نے دو محبت کرنے والوں کی المیہ داستان بیان کی ہے۔ جو ایک دوسرے کی چاہت میں بیچ دریا میں ڈوب کر جان دے دیتے ہیں۔

یہ مخطوطہ ایک دوسرے فارسی مخطوطے " رقعائے بیدل " کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز : عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اوسکی ہی ایک چال
دلمیں جاکر کہیں تو درد ہوا — کہیں سینے میں آہ سرد ہوا .....

اختتام : .... کتنی وسعت تیری زبان میں ہی
کتنی طاقت تیری بیان میں ہی

لب پر اب مہر خاموشی بہتر — بیان سخن کی فراموش بہتر

کچھ صفحات چیپیاں شدہ ہیں۔ یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا وہاں اس کا نمبر شمار ۲۳۴ تھا۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۶۹

دیوانِ آلم

محمد حسین آلم

(۱۲۰ اوراق)۔ ۱۵ اس م ۔ ۱۶ سطور

شکستہ ۔ سیاہ روشنائی۔

خود نوشتہ

یہ مخطوطہ محمد حسین آلم کے اشعار کا مجموعہ ہے۔ جس میں شاعر کی غزلیں اور

نظمیں شامل ہیں۔

کتابت : ۱۲۵۰ ہجری۔

(یہ تاریخ صفحہ ۱۱۸ کے آخری شعر میں تحریر ہے)

آغاز : وہیان مرقد میں جو آیا روح سر پر نور کا   تہا ہر اک تار کفن میں رات جلوہ طور کا

کشتگانِ عشق کے کیا چاہئی مرقد پہ شمع   داغ دلمیں ہو رہا ہے ایک عالم نور کا

. . . .

اختتام : . . . . الم کیا کہوں آگے میں اوسکا حال

وہ مشفق میری سی نہایت نڈھال

ملا دے خدا اوسے مطلوب کو   کری مہربان اوڈھہ محبوب کو

پہلے ورق پر محمد عمر مچھلی شہر جونپور کے نام کی ایک مہر موجود ہے۔

مکمل کرم خوردہ۔ مجلد۔ سرورق موجود نہیں۔

ترقیمہ : بتاریخ دوازدہم ماہ ذالحجہ روز سہ شنبہ سنہ ۱۲۴۹ ہجری در عظیم آباد بعین حالت جنون انگیزی نوشتہ شد۔ کاتب الحروف خاص مصنف دل سوختہ است محمد حسین تخلص الم

دیوانِ آتش

خواجہ حیدر علی آتش

۲۴۸ صفحات ۔ ۲ک ۔ ۲۷ س م ۔ ۱۷ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب : علی خلیل

کتابت : ۲ رجب ۱۱۹۹ ہجری

یہ مخطوطہ آتش کی اُردو غزلیات کا مجموعہ ہے۔

آغاز: حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا

نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اختتام: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا کی ہی فکر نہ عقبیٰ کا تردد

آتش کہو آئی ہے طبیعت کدھر ایسی

آخری صفحہ پر شاہ تراب کے کچھ اُردو اشعار بھی تحریر ہیں۔

کچھ صفحات پر چیپیاں چسپاں ہیں۔

پہلے دو اوراق سنہرے اور دیگر رنگوں سے منقش ہیں۔ اطرافی حواشی سنہرے اور سرخ رنگوں کے ہیں۔

ترقیمہ: تمام شد دیوانِ آتش بتاریخ دوم شہر رجب ۱۱۹۹

۱۷

دیوانِ ذکی

شیخ مہدی علی خاں ذکی

۲۳۳ صفحات - ۲۵x۱۷ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب: امان علی

کتابت: ۱۲۴۵ ہجری

مذکورہ بالا مخطوطے میں ذکی کی غزلوں اور مخمس کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے۔ شیخ مہدی علی خاں ذکی شاعر ہونے کے علاوہ "منصف" کے عہدے پر فائز تھے۔ انھوں نے برطانوی دورِ حکومت میں ملک الشعراء کا خطاب بھی پایا تھا۔ یہ مجموعہ ذکی کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد سید محمد واثق نے ترتیب دیا تھا۔

آغاز: یہ رنگ مطلعِ دیوان سے آشکارہ ہوا
کہ خامۂ دو زبان مشکل ذو الفقار ہوا . . . . . .

اختتام: . . . . بلبل نغمہ سرا سے یہ سخن سب نے سُنا
مصحف آپ کو کیونکر سبکدوش کہوں میں

مخطوطے کے آخری صفحے پر سید محمد عبدہ ۱۲۶۹ ہجری کے نام کی مہر موجود ہے۔ بہت سے اوراق کی اہتمام کے ساتھ تزئین کی گئی ہے۔

ترقیمہ: تمام شد دیوان ذکی بروز شنبہ سنہ ۱۲۴۵ ہجری کتبہ سید المعلی اثنا عشری۔

۷۲

دیوانِ گویا

(گویا)

مترجم: حکیم محمد حسن حسن

(۴۷ اوراق) ۲ ک - ۱۶س م - ۱۱ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

خود نوشتہ -

کتابت: ۱۱ ستمبر ۱۹۳۰ عیسوی

یہ مخطوطہ گویا کی فارسی غزلیات اور اُن کے اُردو ترجمے کا مجموعہ ہے۔ اس میں فارسی غزلوں کے ساتھ ساتھ ان کا اُردو ترجمہ منظوم شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔

مترجم حکیم محمد حسن ضلع نابھا ریاست پنجاب کے ملٹری اسپتال میں میڈیکل افسر تھے۔

آغاز: ہوائے بندگی آورد در وجود مرا
دگرنہ ذوق چنیں آمدن نبود مرا
. . . .

اختتام : ....

آسماں جھکتا ہے سجدہ کیلئے اوسجاہ پر

جسپہ دو ایک گہری ذکر خدا ہوتا ہے

سرورق سرخ۔

ترقیمہ: بتاریخ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۰ء بقلم بندہ حکیم محمد حسن حسن۔

۷۳

دیوان حسن دہلوی

میر حسن دہلوی

۱۵۲ اوراق۔ ۲ک۔ ۲۲ س م۔ ۱۱ سطور۔

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

کاتب کا نام مرقوم نہیں۔

کتابت: ماہ ربیع الثانی ۱۲۶۰ ہجری۔

یہ مخطوطہ میر حسن کی غزلوں اور قطعات کا مجموعہ ہے۔

آغاز: کریکجئ رقم تیری وحدتکی بیانکا

توچاہئے خامہ بہی اوس ایک زبانکا ....

اختتام: ...... غیروں کے مدعا پردہ دل ہی (.... کرم خوردہ...)

اوس منہ پہ کیا ہوا کہ ابرو ادہر ہلالی

پہلے دو اوراق کی مختلف رنگوں سے تزئین کی گئی ہے۔

ترقیمہ: کتاب دیوان میر حسن بخیر و خوبی در ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۰ ہجری المقدس در خوشترین ساعات و بہترین اوقات صورت انصرام و پیرایۂ اختتام در برگرفت۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۳۵۰

۷۴

دیوانِ امداد

محمد امداد علی خاں امداؔد

۷۶ اوراق - ۲ک - ۲۵ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

دیباچہ فارسی میں

یہ مخطوطہ دیوان امداد علی خاں امداؔد کی اُردو غزلیات اور مسدّس پر مشتمل ہے۔ اس کے دیباچے کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اسے ۱۲۴۳ ہجری میں مرتب کیا گیا تھا۔ امداؔد کا تعلق بنگش خاندان سے تھا۔ وہ نواب قاسم علی خاں بنگش کا بیٹا اور نواب فیض اللہ خاں بنگش کا پوتا تھا۔

آغاز : بعد از حمدِ خداوندِ جہاں آفریں و نعت ختم المرسلین وآل واصحاب ارکانِ دینِ متین مخفی نماند کہ صاحبزادۂ عالی ہمت معدنِ سخاوت ....

اختتام : .... کہا یہ لوگوں نی امداد اسیں کہو اشعار
جو میں نے فکر کی تاریخ کی دہن یکبار

اطرافی حواشی سرخ - خوبصورت جلد -
آخر کے کچھ اوراق گم ہیں اس لیے ترقیمہ موجود نہیں۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۱۴۲ MS/۷۸/۷۵ ، KJZ/ ×۱۹۸ء

۷۵

دیوان جعفر زٹلی

میر جعفر زٹلی

۱۲۹ صفحات - ۲۳ س م - ۱۵ سطور
اٹھارہ رنگین دستی تصاویر بھی ہیں -
نستعلیق - سرخ اور نیلی روشنائی -

اس مخطوطے کے پہلے تینتیس ۳۳ صفحات میں شاعر نے نثر کے اندر فارسی زبان میں یونانی فلسفہ شاعری پر روشنی ڈالی ہے اور باقی صفحات میں زٹلی کا مجموعۂ کلام ہے -

جعفر زٹلی اورنگ زیب کے آخری عہد کا شاعر ہے - یہ نارنول کا باشندہ تھا اور اورنگ زیب کے انتقال کے بعد اُس کے لڑکے شہزادہ عظیم شاہ کے دربار سے منسلک ہوگیا تھا -

دیباچے کے مطالعے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ مخطوطہ عہد اورنگزیب ہی میں مرتب ہوگیا تھا اور یہ زمانہ ۱۷۰۰ عیسوی کے قریب کا تھا -
آغاز : من گواہی کردہ بگزارم گفتم کہ غریبم و نادارم برحالِ من رحم کن گفت بلی . . . .
اختتام : . . . . . . ایک غریب کے ماری نومن چربی نکلی تھی -
ناقص حالت - کرم خوردہ - ذیلی عنوانات سرخ -
سرورق کی مختلف رنگوں کے امتزاج سے تزئین کی گئی ہے -
ترقیمہ مرقوم نہیں ہے -

نیشنل میوزیم ۱۹۱۵ / ۵۵۰۷۳

۷۶
دیوان خواجہ میر درد (نسخۂ اوّل)
خواجہ میر درد
(۶۲ اوراق) ۲ک - ۲۸ س م - ۱۲ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
مخطوطے میں خواجہ میر درد کی غزلیات اور رباعیات درج ہیں -

آغاز: مقدور ہمیں کب تری وصفونکی رقم کا
حقا کہ خداوند ہی تو لوح و قلم کا ....

اختتام: .... جوں آئینہ حیران ہوئمیں سراپا ہی عشق گرہ
آتا ہی نظر جسمیں جلوہ کیا کیا اللہ اللہ

چند اوراق پر چیپیاں چپاں ہیں۔ مذکورہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۳۰ تھا۔

ترقیمہ: اللہ الحمد و المنتہ کہ دیوان خواجہ میر دردؔ صاحب در ساعت سعید بزیور اتمام مزین کریدہ۔

نیشنل میوزیم ۱۹۱۶/۷۳۰۵۵

۷۷

دیوان خواجہ میر درد (نسخہ دوم)
خواجہ میر دردؔ
(۶۳ اوراق) ۲ک - ۲۹ س م - ۱۲ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

موضوع کی تفصیل مخطوطہ نمبر ۷۶ میں ملاحظہ کیجیے۔

آغاز: مقدور ہمیں کب تری وصفونکی رقم کا
حقا کہ خداوند ہی تو لوح و قلم کا ....

اختتام: .... جوں آئینہ حیران ہوئمیں سراپا ہی عشق گرہ
آتا ہی نظر جسمیں جلوہ کیا کیا اللہ اللہ

کچھ اوراق بوسیدہ اور پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا وہاں اس کا نمبر شمار ۳۱ تھا۔

ترقیمہ: اللہ الحمد کہ دیوان خواجہ میر درد صاحب در ساعت سعید بزیور اتمام مزین کردید۔
فقط۔

انڈین کونسل آف کلچرل ریلیشن ــــــ ۲۷ . ۳ ۱۱۳ M

۷۸

دیوان میر ممنونؔ

میر ممنون

۲۳۷ صفحات - ۲ ک - ۲۰ س م - ۱۱ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی -

اس مخطوطے میں میر ممنون کا اُردو کلام ہے جو غزلیات - حمد - مخمس اور مثنوی پرمشتمل ہے -

آغاز : ہي اوس حُسن مطلق سی ہی کب آئینہ اعیانکا
دل ہر ذرّہ ہی خلوت کدہ خورشید تا بانکا . . . .

اختتام : . . . . ہائے کیا واقعہ ہی کچھہ نہیں ممنون معلوم
یاس و محرومی و حرمانکا ہی ایک دل پہ ہجوم

کرم خوردہ - کچھ اوراق چسپی شدہ - مخطوطہ محمد شمس الدین ۱۹۰۲ء کی ملکیت میں رہ چکا ہے جسکا نام سرورق پر رقم ہے -

ترقیمہ مرقوم نہیں -

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۳۷۴۲۳ / MA / IMMHX ، ۱۶۸ ۰

۷۹

دیوان محسن

محمد حسن

جلد دوم - ۱۵۳ صفحات - ۲ ک - ۵ ، ۲۱ س م - ۱۲ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی -

خود نوشتہ۔

مخطوطے میں محسنؔ کی غزلیں۔ قطعات۔ رباعیات۔ مثلث۔ مخمس اور متفرقات کلام شامل ہیں۔ اس مخطوطے میں محسنؔ کی کچھ فارسی غزلیں بھی شامل ہیں۔ جن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر کو فارسی اور عربی پر بھی خاصا عبور حاصل تھا۔

کتابت: ۱۲۴۷ ہجری۔ ۱۸۳۱ عیسوی۔

آغاز: کھول ٹک چشمِ حقیقت۔ دیکھ جلوہ یار کا

صاف ہر فرد جہاں آئینہ ہے دیدار کا ....

اختتام: .... آہ و فغاں کریں کچھ کیسا ذکر اوسکا محسنؔ

ہم سانس بھی نہیں اب لی سکتی اونکی ڈرسی

چھپی شدہ اور مکمل کرم خوردہ ـــ سرورق پر تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مخطوطہ شری دیبی پرشاد کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۸۰

دیوانِ نیّر

محمد فصیح اللہ خاں نیّر

(۳۲۴ اوراق) ۲ک۔۲۳ س م۔ ۲۳ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

مخطوطے میں نیّر بنارسی کا مجموعۂ کلام ہے جس میں غزلیں۔ حمد۔ نعت اور قطعات شامل ہیں۔

آغاز: قطعہ تاریخ وفات منظور حسن پسر جناب محمد فصیح صاحب تحصیلدار چنار گڑھ ضلع مرزاپور از نتائج افکار محمد فصیح اللہ خاں بنارسی.......

اختتام: .... ظاہر کیا رازِ محبت کبھی نیّر

خودداری میں دیکھا نہ کوئی تم سے زیادہ

کچھ اوراق چاک شدہ ہیں سرورق موجود نہیں۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل میوزیم۔ 1894B/ ۷۳ - ۵۵

۸۱

دیوانِ نثار
سعادت علی خاں

(۱۰ اوراق) ۲ک۔ ۳۰ س م ۔ ۱۷ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
کاتب: پنڈت ہرناتھ
مخطوطے میں نثار کی غزلیں۔ رباعیات اور منقبت شامل ہے۔
آغاز: .... دیکھ جھلک مکھڑی کی (کرم خوردہ) کو خدا ہو چکا
وہ جو تھا مطلب میرا نام خدا ہو چکا ......
اختتام: .... بہتر تو ہی کہ راز دل مخفی نہ ہو
کیا فائدہ ہو کہ اُسے اسیے کہیں
مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرہ کتب سے خرید کیا گیا وہاں اس کا نمبر شمار ۸ تھا۔
ترقیمہ: تمام شد دیوانِ ہندی بدستخط پنڈت ہرناتھ۔

دی پبلک لائبریری ۸۴۱/ ۹ نومبر۱۹۶۶/ ۴۳۲۴۲۱

۸۲

دیوانِ رند
سیّد محمد رند لکھنوی

۴۴۰ صفحات ۔ ۲ک ۔ ۳۰ س م ۔ ۱۷ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی۔
مخطوطہ رند کی غزلیات کا مجموعہ ہے۔

آغاز : غلط وعدے سے تیرے دشوار جینا ہوگیا
ایک دن کو کہہ گیا تھا ایک مہینا ہوگیا ....

اختتام : .... عجائب ہے خدائی کا تیری جو کارخانا ہی
طلسمات جہاں میں بار الہی مجکو حیرت ہے

ناقص حالت۔ کچھ آخری اوراق گُم ہیں۔ اس لیے ترقیمہ موجود نہیں ہے۔

۸۳

دیوانِ سودا (نسخہ اوّل)

مرزا رفیع سودا

(۶۱ اوراق) ۲ک ۔ ۵ء۲۳ س م ۔ ۱۳ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ
کاتب : اخلاص شاہ
کتابت : ۶ ذوالقعد ۱۲۵۲ ہجری
مخطوطے میں سودا کی غزلیں۔ رباعیات اور کچھ مخمس شامل ہیں۔

آغاز : مقدور نہیں تیری تجلی کی بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر حرف زباں کا .....

اختتام : .... در سے اوٹھا دیا پس دیوار رہ گئی
لکھن ہارا باؤرا جو .... ہوئی

منشی رگھوناتھ سنگھ راجہ دہلوی کی مہر کئی اوراق پر موجود ہے۔

ناقص حالت۔ مجلد۔ سرورق موجود نہیں۔
ترقیمہ: تمت تمام دیوان غزلیات مرزا رفیع السودا بدستخط خام نقیر اخلاص شاہ در مقام لشکر نواب امیر الدولہ بہادر بوقت دوپہر شنبہ ذلقعدہ بتاریخ ششم ۱۲۵۲ ہجری ارقام یافت۔

نیشنل میوزیم ۷۳۔ ۵۵۔ ۲۰۴۷

۸۴

دیوان سودا (نسخہ دوم)

مرزا رفیع سودا

(۱۱۸ صفحات) ۲ ک۔ ۲۵ س م۔ ۱۷ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
کاتب: سید قمر علی
کتابت: ۱۲۲۹ ہجری
دیباچہ اور ترقیمہ فارسی میں مرقوم ہیں
مخطوطے میں سودا کی غزلیں اور قصائد شامل ہیں۔ یہ دو حصوں میں منقسم ہے پہلے میں غزلیات اور دوسرے میں قصیدے مرقوم ہیں۔
آغاز: رفیع ترین کلام کہ رفعت بخش دیباچہ سخن تواند بود حمد متعدلیست کہ باعرش کاف و نون رنگ تکوین نقوش گوناگوں کلیات ....
ناقص جلد۔ خستہ حالت۔ سرورق پیلے۔ سیاہ اور سرخ رنگوں سے مزین ہے
مخطوطہ حافظ محمد اسحاق خاں کی ملکیت میں رہ چکا ہے اور نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا جہاں اس کا نمبر شمار ۲۰۴ تھا۔
پہلے حصے کا ترقیمہ: تمت تمام شد غزلیات من تصنیف میرزا رفیع سودا بدستخط احقر العباد خفی وجلی سید قمر علی ولد شہامت علی بن نجابت علی بروز پنجشنبہ

بتاریخ بست وپنجم شہر ذیقعد ۱۲۲۹ ہجری صورت ارقام یافت۔
دوسرے حصے کا ترقیمہ: تمت تمام شد دیوان مرزا رفیع سودا بدستخط خلیقہ شہا متجلی
بروز چہارشنبہ بتاریخ بست وپنجم شہر ذیقعد ۱۲۲۹ ہجری برائی خواندن
برخوردار نور البصار سعادت اطوار قمر علی بجلد تمام تحریر یافت۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۸۵

دیوانِ شفا مسمیٰ بہ غم رُبا

(شفا)

(۵۱ اوراق) ۲ک۔ ۲۸س م۔ ۱۵ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
اس مخطوطے میں شفا کی غزلیات۔ حمد۔ نعت۔ سراپا اور خمسہ شامل ہے۔

آغاز: آفتاب حمدِ ایزد داہ کیا تاباں ہوا
مطلع انوار اپنا مطلع دیوان ہوا ....

اختتام: ...... بس شفا بند کر کلام کا باب
لکھئی اللہ عالم وبصواب

کچھ اوراق کے حواشی پر بھی اشعار مرقوم ہیں۔
اس مخطوطے کے سرورق پر محمد عمر مچھلی شہر جونپوری کی مہر موجود ہے۔ کرم خوردہ۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۴۴۷۱۱/۳۲/MS/178BX/۱۹۸۰

۸۶

دیوانِ طبیب

مرزا عبدالباقی طبیب

(۷۰ اوراق) ۲ک - ۱۵×۱۳ س م - ۱۶ سطور۔
نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

مخطوطے کے تقریباً تین سو اوراق گم ہیں اور یہ نامکمل ہے۔ اس نامکمل مخطوطے میں طبیب کی غزلیں اور چند رباعیات شامل ہیں۔

طبیب نادر شاہ کے ذاتی معالج تھے اور مرزا محمد رحیم کے صاحبزادے تھے۔ نادر شاہ کے انتقال کے بعد طبیب اصفہان کے گورنر بن گئے اور یہیں پر ۱۱۶۸ ہجری میں انتقال کیا۔

کتابت : ۱۲۸۷ ہجری مطابق ۱۸۷۰ عیسوی

آغاز : منزل بسے دور و بیا مارا شکستہ خارہا
دامنہ ...... چلتے اے کارواں سالار ہا

ترقیمہ موجود نہیں۔

دہلی یونیورسٹی ۱۶۲۳۰/ ۸۹/ MS /MTMX/ ۱۱/۱۶۸۰

۸۷

دیوان طامس
حیدر علی طامس

۱۶ صفحات - ۳ک - ۲۲ س م - ۳۲ سطور۔
نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

اس مخطوطے میں صرف اردو غزلیں ہیں۔ پہلے صفحے کے مطالعہ سے انکشاف ہوتا ہے کہ یہ غزلیں ۱۸۹۸ کے کسی شمارے میں افضل الاخبار میں شائع ہو چکی ہیں۔

حیدر علی طامس نواب قیصر علی خاں کے دربار سے بھی وابستہ تھا۔

تاریخ تصنیف : ۲۳ ستمبر ۱۸۹۸ عیسوی
تاریخ کتابت : ۱۶ مارچ ۱۸۹۸ عیسوی

آغاز : ستم ہوگیا رازِ دل کہہ گیا
چھپاتی چھپاتی خبر ہوگئی ......

اختتام : ...... تم نہ آؤگے تو کیا موت بھی آئیگی نہیں
راستے روک دیئے مری قضا کی تمنے

سارے اوراق چپکیاں شدہ ہیں۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم ۲۰۵۳ / ۳ - ۵۵ ۰

۸۸

دیوان وَلی
وَلی دکنی

(۲۶۰ صفحات) ۲۰ک - ۲۴ س م - ۱۵ سطور۔

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

اس مخطوطے میں وَلی دکنی کی غزلیں۔ قصیدے۔ مخمس۔ رباعیات۔ فردیات۔
مثنویات اور مستزاد شامل ہیں۔

آغاز : کیتا ہون تیری نام کون میں ورد زبانکا
کیتا ہوں تیری شکر کون عنوان بیانکا

جس کرد اوپر پاؤں دہریں تیری رسولاں
اس کرد کون سرپر کردں میں دیدہ جانکا ......

اختتام : ...... تیری جو ذکر میں رہتی ہیں ذاکران دائم
ہیں انکون حضرت داؤد کے خوش الحانی

سرورق پر دو مہریں محمد نعیم خان ولد حسین علی خان کے نام کی موجود ہیں۔
بوسیدہ حالت چپکیاں شدہ۔ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرہ کتب سے خرید کیا گیا

وہاں اس کا نمبر شمار ۲۱۶ تھا۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل میوزیم ۲۰۴۷ / ۳ - ۵۵ - ۵۵

۸۹
(دیوان یقین)
محمد یقین

(۲۳ اوراق) ۲ک۱ - ۲۵ ۳رم - ۱۷ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی۔
کاتب : سید قمر علی
کتابت : ۱۲۳۰ ہجری
دیباچہ اور ترقیمہ فارسی میں تحریر کیا گیا ہے۔
یہ مخطوطہ یقین کی اُردو غزلیات پر مشتمل ہے اور دیوانِ سودا کے ساتھ مجلد ہے۔
اختتام : .... نہیں کہہ بات سکتی شمع پروانیکی ماتم میں
یقین ...... ہی رونی میں کسو کی جو زباں لرزے
بوسیدہ جلد۔ خستہ حالت۔ سرورق پیلے۔ کالے اور سرخ رنگوں سے منقش ہے۔
مخطوطہ کسی زمانے میں حافظ محمد اسحاق خاں کی ملکیت میں رہ چکا ہے اور نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید کیا گیا ہے۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۲۰۴ تھا۔
ترقیمہ : تمت تمام شد دیوان محمد یقین بخط کتہہ کار سید قمر علے بمقام مصطفے آباد عرف رامپور بتاریخ پنجم شہر رمضان المبارک سال ۱۲۳۰ھ ہجری تحریر یافت۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۱۹۴۷) / ۷۷

۹۰
دیوانِ ظفر

۹۰

سراج الدین بہادر شاہ ظفر

۸۸۴ صفحات - ۲ک - ۳۰ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

کاتب: محمد علی قادری الحنفی

مخطوطہ دیوان میں بہادر شاہ ظفر کی اُردو غزلیات۔ مخمس، مثلث۔ مسدس اور متفرقات شامل ہیں۔

آغاز: آنکھوں میں اپنی نور اسی سی ہے اَی ظَفَر

یہہ مردمک ہے سایہ محمد کی میم کا ......

اختتام: ...... شوق رنگ ایسی .... کون اب ہوئے

مکہہ سفید ہے اور رہا تہہ مردری کرکے وہ جیئے

پہلے چار اوراق پھٹے ہوئے ہیں۔ مخطوطہ مولانا عبدالروف کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

۹۱

دیوانِ ضیا

ضیا

۱۲۰ صفحات - ۲ک - ۲۴ س م - ۱۹ سطور

شکستہ - نیلی روشنائی۔

خود نوشتہ۔

مخطوطہ دیوان میں ضیا کی اُردو غزلیں۔ حمد۔ نعت اور قطعات شامل ہیں۔

آغاز: بیاں کیا ہو سکے نعتِ نبی نطق سخنور سے
کلام الٰہ پر ہے مدحت و توصیف سرور سے ......

اختتام: ...... عازم دار بقا شد جہانِ فانی
بر تاریخ ضیا گفت "حبیب مغفور"

کچھ اوراق خستہ حالت میں ہیں اور کچھ اوراق گم ہیں۔
مخطوطہ مولانا قاضی انوار احمد کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

<u>ہارڈنگ پبلک لائبریری ۱۹۳۷ / ۳۳۴</u>

۹۲

(دوہاولی)

نامعلوم

۷۰ صفحات - ۲ک - ۵ : ۱۹اس م - ۱۲ سطور۔
شکستہ۔ سبز اور سُرخ روشنائی۔
مخطوطے میں اُردو نظمیں اور غزلیں۔ ہندی گیت۔ دوہے اور بھجن شامل ہیں۔

آغاز: پریم بنا دھیرج نہیں، بیرہ بنا بیراگ
ست گرو بنا مٹے نہیں ہے من کا داغ ......

اختتام: ...... صفائی دلکی تم حاصل کرو ای زاہد و پہلے
تمنا ہی تھی اُونسے اگر نظار بازی کا

مخطوطہ منشی رگھوناتھ ہاجر دہلوی کی ملکیت رہ چکا ہے۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

۹۳

گلشنِ عشق

نصرتی

۱۷۳ صفحات - ۲ک - ۲۱ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب : علی عنایت حسین

کتابت : ۲۲ ذوالحجہ ۲۰ محمد شاہی جلوس -

مخطوطہ مثنوی میں نصرتی نے دکن کے بادشاہ ابراہیم عادل شاہ اور اس کی درباری رقاصہ چندرسین کے معاشقے کو رقم کیا ہے اور یہ مثنوی گیارہ ابواب میں منقسم ہے -

تاریخ تصنیف : (۱۰۶۳ ہجری)

آغاز : صفت اُسکے قدرت کا اوّل سراؤں
دھریا جسے یو گلشنِ عشق ناؤں
کیا کر کرم عشق کا تسن انہال یو باغ ازینش کا پکریا جمال

. . . .

اختتام : . . . . . . بی کل سے نزاکت کا نو نی سب بن میں
یا رنگ کا پیا لاہی ایس .برفن میں
ہو طبع معطر دیسے انکیس نظر جن سیر کری عشق کیئے اس گلشن ہیں

کرم خوردہ - اطرافی حواشی سُرخ - سرورق سنہرے رنگ سے مزین کیا گیا ہے -

ترقیمہ : تمت تمام بعون کردید بتاریخ بست و دوم شہر ذوالحجہ بوقت چاشت سنہ ۲۰ جلوس محمد شاہی -

۹۴
قصہ گلزار گل رو

نامعلوم

۶۴ اوراق - ۲ک - ۲۲ س م - ۱۵ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی -

کاتب: درگا ناتھ کنور

کتابت: ۴ شعبان ۱۲۶۲ ہجری

ذیلی عنوانات اور ترقیمہ فارسی میں تحریر ہے -

مخطوطۂ بالا- گلزار اور گل رو کی منظوم عشقیہ داستان پر مبنی ہے - اور ایک اور مخطوطے " طول وعرض ممالک محروسۂ ہندوستان " کے ساتھ مجلد ہے -

آغاز: مجھے اپنے خدا کا آسرا ہے   کنندہ پرورش روزی رساں ہے ......

اختتام: ....   خدایا عفو کن بر من گناہاں

جہاں میں آبرو اور خیر ایاں

ترقیمہ: ایں قصہ گلزار گلرو در ۴ شعبان المعظم ۱۲۶۲ سنہ ہجری صورت تحریر یافتہ بخط بی ربط من درگا ناتھہ کنور ولد خیراتی لال -

۹۵
ہریکے ناتھہ نباہ
گوپال سہائے

۳۶۸ اوراق - ۲ک - ۲۱ س م - ۱۲ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی۔
کاتب : درگا شیو رام
کتابت : ۱۲۰۴ ہجری

مذکورہ مخطوطہ "برج" اور "بھاکا" کی ہندی شاعری پر مشتمل ہے جس میں برج کے گیت اور دوہے شامل ہیں اور یہ اُردو خط میں مرقوم ہیں۔

آغاز : شمردن آدُ نرنجن دیوا جہہ کو دیو نہ پاوت بھوا
جوت روپ بھگوان بدھاتا پورن پورکہہ پرانن کو داتا ......

اختتام : .... بنتی دوچت جور کر کرت ہست سکوی
پدھیو پرم پوتر ہودی، جامیں پاپ نہوی

پارچہ جلد - مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا وہاں اس کا نمبر شمار ۴۸ تھا۔

ترقیمہ : دسم اسکندہ بخط درگا شیو رام ۱۲۵۴ھ ہجری۔

۹۶

ایجادِ رنگین (نسخۂ اوّل)

(سعادت یار خاں رنگین)

۴۰ اوراق - ۲ک - ۵ء۲۲ س م - ۱۳سطور۔
نستعلیق - سیاہ روشنائی۔
کتابت : ۱ مئی ۱۸۴۹ عیسوی مطابق ۷ جمادی الثانی ۱۲۰۶ ہجری

اس مخطوطے میں رنگین کی اُردو نظمیں مختلف موضوعات پر رقم ہیں جیسے "حکایتِ زاہد" "افغانِ مفلس" اور "مسافر ناخدا" وغیرہ - نیز یہ مخطوطہ شائع شدہ نسخہ کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جیسا کہ ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

آغاز : ہو سکی ہی حمد کب اوس پاک کی
پاک کی جسنے یہہ صورت خاک کی
سوختت ہوں جس جا ملایک کے بہی پر اوس جگہہ میں کر دیا اُسکا گذر
. . . .

اختتام : . . . . میری اعمالونپہ مت کیجو نظر
دہیان رکہیو تو خدا کی عفو پر
اُسکی مدد طلب کرنا مدام یاد رکہنا یہ نصیحت والسلام
نہایت کرم خوردہ

ترقیمہ : الحمد اللہ کہ نسخہ ایجاد رنگین تصنیف سعادت یار خاں متخلص بہ رنگین ولد محکم الدولہ طہماس بیگخاں اعتقاد جنگ بہادر بتاریخ یکم مئی ۱۸۴۹ء یوم سہ شنبہ از کتاب چہاپہ ضلع سہارن پور تحریر یافت مطابق ۷ جمادی الثانی ۱۲۰۶ ہجری۔

<u>ہارڈنگ پبلک لائبریری - ۱۹۳۷ / ۳۳۵</u>

۹۷

ایجاد رنگین (نسخہ دوم)

سعادت یار خاں رنگین

۴۷ اوراق - ۲ ک - ۲۳،۵ س م - ۱۱ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی۔

اس مخطوطے میں رنگین کی چھیالیس نظمیں اور ایک حمد شامل ہے۔

آغاز : ہو سکی ہی حمد کب اوس پاک کی پاک کی جسنی یہہ صورت خاک کی
سوختت ہوں جسجا ملایک کے بہی پر اوسجگہ میں کر دیا اوسکا گذر

اختتام : . . . . . . میری اعمالوں پہ مت کیجو نظر
دہیان رکہیو تو خدا کی عفو پر

اُسکی مدد طلب کرنا مدام   یاد رکھنا یہ نصیحت و سلام

سرورق پر منشی رگھوناتھ سنگھ ہاجر دہلوی کی مہر موجود ہے۔

خستہ حالت۔ نہایت کرم خوردہ۔

ترقیمہ رقم نہیں۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری ۔ ۱۹۴۰ / ۲۵۵۸ / ۳۴۸

۹۸

جانِ محفل عرف انتخابِ کلامِ ہاجر دہلوی
منشی رگھوناتھ سنگھ ہاجر دہلوی

۸۵ صفحات ۔ ۲ ک ۔ ۲۰ س م ۔ ۱۷ سطور۔

نستعلیق ۔ نیلی روشنائی۔

کاتب : رگھونندن سنگھ طاہر دہلوی

کتابت : ۱۹۳۵ء

تاریخِ تصنیف : ۷ مارچ ۱۹۱۱ عیسوی۔

مخطوطہ انتخاب میں ہاجر دہلوی کی منتخب غزلیں، نظمیں اور سہرے شامل ہیں۔

آغاز : یہ میرا دل ہے جو قیسِ حزیں کے دل سے ملتا ہے

یہ تیرا حسن ہے جو صاحبِ محمل سے ملتا ہے ....

اختتام .... برق کی مانند چمکا اور چمک کر رہ گیا

اک شرارہ تھا کہ بھڑکا اور بھڑک کر رہ گیا

سرورق خوبصورت رنگوں سے منقش اور مزین ۔ اطرافی حواشی سیاہ اور نارنگی رنگوں میں۔ منشی رگھوناتھ سنگھ کا عطیہ ہارڈنگ لائبریری کے لیے۔

ترقیمہ : بپاس خاطر لالہ مہابیر پرشاد دہلی ہفتم مارچ روز شنبہ ۱۹۱۱ء وقت ۹½ بجے دن۔

۹۹

(کلامِ سودا)

(مرزا رفیع سودا)

(۱۴-اوراق) ۲ک - ۵ x ۱۸ س م - ۱۳ سطور-

نستعلیق - سیاہ روشنائی-

اس مختصر مخطوطے میں سودا کے متفرق اشعار کا انتخاب اور چند مخمس اور دو اسو خت شامل ہیں-

آغاز: نہ زر کی اسے لالچ نہ زور کے ہی طاقت
نہ حجت سے کچھ حاصل کام آوی نکچھ منت
کس طرح سے کاٹوں میں کٹتی نہیں یہ زحمت
کیا فکر کروں اسکا لاحول ولا قوت.........

اختتام: .... سو کیا چراغ وہ گھر ہے جگر پر جگر غم سے داغ
اور آن مکانوں میں بہ ہمت رہتے ہیں ایاغ

سرورق پر منشی رگھوناتھ سنگھ تاجر دہلوی کی مہر ہے-

بوسیدہ اور کرم خوردہ-

ترقیمہ مرقوم نہیں-

۱۰۰

کلامِ نظیر اکبر آبادی و تاجر دہلوی

نظیر اکبر آبادی و تاجر دہلوی

۳۷ اوراق - ۱۸ × ۱۴ س م - ۱۲ سطور
نستعلیق - سیاہ اور نیلی روشنائی

مخطوطۂ مذکورہ میں نظیر اکبر آبادی اور ہاجر دہلوی کا منتخب کلام شامل ہے۔

آغاز: نگاہِ ناز سے دل پارہ پارہ کرتے جاتے ہیں
اشاروں ہی میں قاتل خوں ہمارا کرتے جاتے ہیں ......

اختتام: ...... تمہاری کارگر تقریر یہ ہم پر ہو نہیں سکتی
تم اپنے پاس ہی ہاجر نصیحت اپنی رہنے دو

خستہ اور کرم خوردہ - منشی رگھو ناتھ سنگھ ہاجر دہلوی کا عطیہ ہارڈنگ لائبریری کے لیے۔
ترقیمہ رقم نہیں۔

۱۰۱

کلیات نظام رامپوری
نظام رامپوری

۳۵۲ صفحات - ۲۵ س م - ۱۶ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی

آخر کے چند اوراق گم ہونے کے سبب کاتب کا نام اور ترقیمہ موجود نہیں۔ کچھ اشعار حواشی پر بھی رقم ہیں۔

مخطوطہ کلیات میں رام پور کے نظام کی غزلیں - قصیدے - سہرے - فردیات اور متفرقات شامل ہیں۔

تاریخ تصنیف: (۱۲۸۷ ہجری مطابق ۱۸۷۰ عیسوی)

آغاز: کیا درد میرے دل کا خدا یا نہ جائیگا
اس بت کو تجھسی راہ پہ لایا نہ جائیگا

یوں آپ سے کہونگا نرنجش کا ماجرا   پوچھوگی تم تو مجھسی چھپایا نجائیگا .....

اختتام : ...... تیرا اک اشارہ گر اونچی لئی ہو

مرا ...... ہو عزوشانسے زیادہ

نظام اب دعا مانگوں میں تو کہہ آمین   نہ لکھ اپنا مطلب زبانسے زیادہ

ناقص حالت - سرورق پر سید حسن کا نام رقم ہے -

۱۰۲

لعل و گوہر

عارف الدین خاں عاجز

۱۴ صفحات - ۲۰ ک - ۱۵ س م - ۱۷ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

مخطوطۂ مذکورہ عاجز کی صوفیانہ مثنوی ہے جس میں تصوف کے متعلق مختلف نکات اور صوفیانہ اصطلاحات بیان کی گئی ہیں - عاجز کا وطن اورنگ آباد تھا اور وہ فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے -

آغاز : الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی

عطا کر مجھکو یعقوتی معانی ......

ذیلی عنوانات سرخ - مخطوطہ شیخ کمال الدین ولد شیخ جان محمد کی ملکیت رہا ہے -

ترقیمہ مرقوم نہیں -

۱۰۳

مجموعۂ واسوخت

مہدی حسین خاں اور دیگر شعرائے کرام

۱۵۷ اوراق ۔ ۲ک ۔ ۲۲س م ۔ ۱۵ سطور۔
شکستہ ۔ سیاہ روشنائی
کاتب : درگاہ ناتھ کنور
کتابت : ۲۷ ربیع الاوّل ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۸۴۶ عیسوی۔

چند فارسی اشعار بھی بطور مثال پیش کیے گئے ہیں۔ نیز ترقیمہ بھی فارسی میں ہی تحریر ہے۔

یہ مخطوطہ منتخب واسوخت کا مجموعہ ہے جس میں مندرجہ ذیل شعرا کے واسوخت تحریر ہیں :

مہدی حسین خاں۔ قلندر بخش جرأت ۔ شوق ۔ فراق ۔ محمد رضا۔ قاسم علی رقت ۔ میاں مجرم ذکی۔ حکیم تصدق حسین خاں ۔ ہلال اور مرزا رفیع سودا۔

مخطوطہ مذکورہ ایک دوسرے فارسی مخطوطے " طول وعرض ممالک محروسہ ہندوستان " کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز : پیشتر حسن سے یوں آپ خبردار نہ تھیں
فتنہ پرداز نہ تھیں ۔ یار دل آزار نہ تھیں ......

اختتام : .... سنلی یہ بات میاں اپنی گرفتار سیتے
دیکھہ ادہر بھی کبھو ایک نظر پیار سیتے

مزین ۔

ترقیمہ : ایں مجموعہ واسوخت بخط بی ربط بندہ کنور لعل ولد خیراتی لعل بتاریخ بست و ہفتم ماہ ربیع الاوّل ۱۲۶۲ ہجری مطابق بست و پنجم ۱۸۴۶ عیسوی نوشتہ شد۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۲۸۳۶۴۹

۱۰۴

مثنوی اعجازِ عشق

میر تقی میر

۱۱- اوراق - ۲۲ک - ۱۷س م - ۱۳ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب: شنکر سہائے

کتابت: ۱۲۷۵ ہجری

ذیلی عنوانات فارسی میں۔

مخطوطے میں میر کی مشہور مثنوی اعجازِ عشق تحریر ہے جو عشق کے المیہ اختتام پر مبنی ہے۔

یہ مخطوطہ بھی فارسی مخطوطے "طول و عرض ممالک محروسۂ ہندوستان" کے ساتھ منسلک ہے۔

آغاز: ثنای جہاں آفریں ہے محال
زباں اسمیں جنبش کری کیا مجال ....

اختتام: .... کلے لگ کے مینا کے ٹک روئی
فسانہ بھی آخر ہی، اب سوئی

کرم خوردہ۔

ترقیمہ: بعونہ تعالی کہ نسخہ اعجازِ عشق من تصنیف میر تقی میر بتاریخ ہفدہم شہر صفر بوقت شام ۱۲۷۵ ہجری بخط خام بندہ شنکر سہائے با تمام رسید۔

۱۰۵

مثنوی چہرہ
میر حسن دہلوی

۳۷ صفحات ۔ ۲ک ۔ ۲۷ س م ۔ ۱۰ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی ۔

مخطوطہ مثنوی میں مصنف میرحسن نے شاہجہاں آباد سے لیکر لکھنؤ تک کا اپنا احوالِ سفر پیش کیا ہے ۔ اس کے علاوہ اس مثنوی میں انھوں نے لکھنؤ اور فیض آباد کے بازاروں اور باشندوں کی بھی تعریف و توصیف کی ہے ۔

آغاز : خدا وندا کہوں میں کیا زبانے
کھلا ہی تجھ یہ سب رازِ نہانے
دلونکی بہید سی ہی تو ہی آگاہ
تو ہی اس درد کا عالم ہی واللہ ....

اختتام : .... رہیں ہردم غزلخوانی میں شامل
رجب بیگ و حبیب اللہ و فاضل
حسن جبتک رہیگی اسکی بنیاد
رہی سرسبز فیض آباد، آباد

انتہائی کرم خوردہ ۔ کچھ صفحات پھٹے ہوئے ۔ ذیلی عنوانات سرخ ۔ اطرافی حواشی سرخ اور نیلے ۔ سرورق موجود نہیں ۔ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت میں رہا ۔
ترقیمہ : تمام شد مسودہ مثنوی چہری تصنیف میرحسن دہلوی بجلدی تمام نوشتہ شد ۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۲۸۳۶۴۹

۱۰۶
مثنوی گل وصنوبر
نامعلوم۔
۲۱ اوراق - ۲ک - ۱۰س م - ۱۳ سطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب: شنکر سہائے۔
کتابت: ۱۲۷۵ ہجری
ذیلی عنوانات فارسی میں پیلی روشنائی سے رقم۔
مخطوطے میں عشقیہ داستان منظوم ہے اور یہ دوسرے مخطوطے "مثنوی شعلۂ عشق" کے ساتھ مجلد ہے۔
آغاز: الٰہی مجھی کر دے رنگیں رقم
کہ گلریز معنے ہو شاخ قلم . . . .
اختتام: . . . . . . بر آدیں سبھی شاہ کے مدعا
طفیل چلے یا مجیب الدعا
کرم خوردہ - کچھ صفحات بچن گم۔
ترقیمہ: تمام شد مثنوی گل وصنوبر بتاریخ پانزدہم شہر سفر ۱۲۷۵ ہجری بخط بی ربط سراسر بندہ شنکر سہائے۔

ہارڈنگ لائبریری - ۲۳ ستمبر ۱۹۴۱ / ۳۱۴۷ / ۳۵۲

۱۰۷
مثنوی میر تقی میر
میر تقی میر

(۸ اوراق) - ۲ک - ۱۵ء۲۲ س م - ۱۷ اسطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی -
مخطوطہ مثنوی میر کی معرکۃ الآراء مثنوی شعلۂ عشق پر مشتمل ہے -

آغاز : عشق ہے تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہہ اوسکی ہی نئی ایک چال
دلمیں جاکر کہیں تو درد ہوا
کہیں سینہ میں آہِ سرد ہوا ......

اختتام : .... کتنی وسعت تیری زبان میں ہے
کتنی طاقت میری بیان میں ہے
لب پہ اب مہر خامشی بہتر
یہاں سخن کی فراموشے بہتر

چاک اور کرم خوردہ - سرورق موجود نہیں -

ترقیمہ : ہذالکتاب مثنوی میر تقی میر صاحب عفراللہ تعالی بتاریخ پنجم ربیع الثانی وقت یک پاس روز باقیماندہ بمقام بجھنور تحریر یافت -

۱۰۸

مثنوی ریاض العاشقین

نامعلوم
۸۰ اصفحات - ۲ک - ۲۰ س م - ۱۷ اسطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
کاتب : نظام الدین
کتابت : ۷ شعبان ۱۲۳۶ ہجری

تاریخ تصنیف : (۱۱۷۷ ہجری)
مخطوطہ مذکورہ شہزادہ محمود اور شہزادی سیم رخ کی منظوم عشقیہ داستان ہے۔ جو پینتیس ۳۵ ابواب میں منقسم ہے اور درمیان میں فارسی اشعار بھی بطور مثال تحریر کیے گئے ہیں۔

آغاز : خدا وندا تھی قادر ہے دانا
تیری ہے قدرتا نیں توں دانا
تجی کہتے ہیں بیچوں بیچکونہ
یقین ہے بی شبہ صورتی نمونہ ۔۔۔۔۔۔۔

اختتام : ۔۔۔۔۔۔ رہا عالم میں اون دونو کا شہرت
کہ کیا ثابت ایتھے او مرد عورت
ایسے کہتے ہیں عاشق ای عزیزاں
دیوی جو عشقمیں ثابت ایس جاں

خستہ حالت ۔ کرم خوردہ ۔ سرورق موجود نہیں۔
ترقیمہ : کاتب الحروف نظام الدین مالک حسین شریف سنہ ہجری۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ـــ ۱۹۸۱۸۹

۱۰۹

مثنوی سحر البیان (نسخہ اول)

میر حسن

۲۱۶ صفحات ۔ ۲ ک ۔ ۱۹ س م ۔ ۱۷ سطور
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی
تاریخ تصنیف : ۱۱۹۹ ہجری مطابق ۱۷۸۵ عیسوی
مذکورہ مخطوطہ شہرۂ آفاق مثنوی سحر البیان مصنف میر حسن پر مشتمل ہے جس

شہزادہ بدرمنیر اور شہزادی بے نظیر کی داستانِ عشق بیان کی گئی ہے اور یہ مثنوی باون ابواب میں منقسم ہے۔

میر حسن نے فن شعر گوئی اپنے والد میر ضیاؔ سے سیکھا لیکن بعد میں انھوں نے میرؔ اور سوداؔ کا اسلوب اپنا لیا۔ دہلی کے اجڑنے کے بعد وہ لکھنؤ جاکر مقیم ہو گئے اور وہیں انتقال کیا۔

آغاز : کروں پہلے توحیدِ یزداں رقم
جھکا جسکے سجدے میں اوّل قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں ....

اختتام : .... کہی اسکی تاریخ جوں برمحل
نوبت خانۂ چین ہے بیبدل
الٰہی ہر آنکس کہ ایں خط نوشت
عفو کن گناہم ۔ عطا کن بہشت

کچھ اشعار صفحہ نو اور صفحہ چودہ پر بھی مرقوم ہیں۔ ذیلی عنوانات سرخ۔ کرم خوردہ۔ مخطوطہ لالہ شری رام مجسٹریٹ کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔
ترقیمہ رقم نہیں۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری ــــ ۱۹۳۵ / ۳۴۳

۱۱۰

مثنوی سحرالبیان (نسخہ دوم)

میر حسن

(۸۰ اوراق) - ۲ ک - ۲۱ س م - ۱۴ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۰۹ میں ملاحظہ ہو۔

آغاز : کروں پہلی توحید یزداں رقم
جھکا جسکی سجدہ کو اوّل قلم
سر لوح پر رکھہ بیاض جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھہ سا نہیں ....

اختتام : ..... غرض جس نے اسکوں سنا یہہ کہا
حسن آفریں۔ مرحبا مرحبا

سرورق پر ایک سرخ مہر کتب خانہ سلیمان جاہی کی موجود ہے۔ انتہائی کرم خوردہ اور خستہ حالت۔ اطرافی حواشی سرخ۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری - ۶ جون ۱۹۴۱/ ۳۰۱۵/ ۳۴۹

۱۱۱

مثنوی سحرالبیان (نسخہ سوم)

میر حسن

(۸۰ اوراق) - ۲ ک - ۲۳ × ۱۲ س م - ۱۲ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی -

کاتب : سداسکھ

کتابت : محرم ۱۲۲۲ ہجری۔

تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۰۹ میں ملاحظہ ہو۔

آغاز : کروں پہلی توحید یزداں رقم
جھوکا جسکی سجدہ کو اوّل قلم
سر لوح پر رکھہ بیاض جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھسا نہیں ....

۱۱۷

اختتام : .... غرض جسنی اسکو سُنا اور کہا
حسن آفریں مرحبا مرحبا
جو کوئی سنے کا کہی کا یہی
نہ ایسا ہوا ہی نہ ہو کا کبہی

سرورق سنہری اور دوسرے رنگوں سے مزین۔
انتہائی کرم خوردہ۔
ترقیمہ : ۱۲۲۲ ہجری راقم بندا اسدا سکہہ در مہ محرم۔

نیشنل میوزیم ــــ ۴۷۵ - ۶۱

۱۱۲

مثنوی سحرالبیان (نسخہ چہارم)

میرحسن

۱۳۸ اوراق۔ ۲ک۔ ۳۲ س م۔ ۱۱ سطور۔
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
تفصیل کے لیے مخطوطہ نمبر ۱۰۹ ملاحظہ کیجیے۔

آغاز : کروں پہلی توحید یزداں رقم
جہکا جسکی سجدیمیں اوّل قلم
سرلوح پر رکہہ بیاض جبیں
کہا دوسرا کوئی تجہ سا نہیں ....

اختتام : ..... یہہ مصرع پڑہا ذہیں ہوکر فرح
یہہ ہی مثنوی کی جو نادر طرح
کیا اسکی ابیات کا پہر شمار
ہوئی تہی جمع پانچہ سو دو ہزار

ناقص جلد۔ اُدھڑے اوراق۔ اطرافی حواشی اور ذیلی عنوانات سرخ۔
صفحہ اوّل مختلف رنگوں سے مزیّن۔
ترقیمہ مرقوم نہیں۔

نیشنل میوزیم ـــــ ۶۹۵ - ۶۰

۱۱۳

مثنوی سحرالبیان (نسخہ پنجم)

میر حسن

(۱۳۶۔ اوراق) ۲ک۔ ۲۳ س م۔ ۹ سطور

اس مخطوطے میں بیس خوبصورت رنگین تصویریں بھی شامل ہیں جن کے ذریعے مثنوی کے اہم واقعات کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ ان تصویروں کے اطرافی حواشی کو سنہری رنگ سے مزیّن کیا گیا ہے۔

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب: محمد بخش
کتابت: ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۵۲ ہجری مطابق ۲۷ فروری ۱۸۳۷ عیسوی
ذیلی عنوانات فارسی میں رقم۔
تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۰۹ میں ملاحظہ کیجیے۔

آغاز: کروں پہلی توحید یزداں رقم
جھکا جسکی سجدہ میں اوّل قلم
سرلوح پر رکھہ بیاض جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھسا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اختتام: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہائی لگا حسن بدرمنیر
کہ تاریخ قصہ کی ہی بے نظیر
[illegible]

خوبصورت چرمی جلد۔ پہلے دو اوراق سنہری اور دیگر رنگوں سے مزیّن۔ سرخ عنوانات۔ مخطوطہ پرشوتم وِش رام ماؤ جی کے ذخیرۂ کتب میں رہ چکا ہے۔
ترقیمہ: تمت الکتاب بعون الملک الوہاب بتاریخ بست ویکم شہر ذیقعد ۱۲۵۲ ہجری مطابق بست وہفتم فروری ۱۸۳۷ عیسوی کتبہٗ العبد المذنب محمد بخش ازکمترین تلمیذان سید امیر رضوی۔

۱۱۴

(مثنوی سحرالبیان) (نسخۂ ششم)
(میر حسن)

(۸۵ اوراق) ۲ک۔ ۲۸س م۔ ۱۳ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
ترقیمہ اردو میں عنوانات فارسی میں تحریر۔
تاریخ تصنیف: ۱۱۹۹ ہجری
کتابت: ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۵۱ ہجری
تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۰۹ میں ملاحظہ کیجئے:

آغاز: کروں پہلی تو سید یزداں رقم
جھکا جسکی سجدہ کو اوّل قلم ....

اختتام: .... کہی اوسکی تاریخ یوں برمحل
یہ بتخانۂ چین ہی بی بدل

ناقص اور کرم خوردہ۔ بہت سے اوراق چپیاں شدہ۔ سرورق سنہرے رنگ سے مزیّن۔
ترقیمہ: تمام شد نسخہ مثنوی میر حسن ساکن شاہجہاں آباد خوش باش بلدہ لکھنو بوقت دوپہر

روز شنبہ بتاریخ پانزدہم ذلحجہ ۱۲۵۱ ہجری در حویلی نواب فخر الدولہ دبیر الملک مہاراجہ کنور رتن سنگھ صاحب بہادر دام اقبالہ حسب فرمایش سید منصور علی تحریر یافت۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۱۴۰۵۰۸ / ۱۹۷۳

۱۱۵

مثنوی شام غریباں و نالۂ تسلیم

امیر اللہ اسلام

۸۳ صفحات - ۲ ک - ۲۵ س م - ۱۷ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

کتابت : ۱۲۶۹ ہجری

مذکورہ مخطوطہ میں مثنوی کے پیرائے میں دو جدا جدا عشقیہ داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ صفحہ پانچ پر تحریر عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مثنوی کا انتساب محمد علی بخش خاں کے نام سے کیا گیا ہے۔

آغاز : شگافِ گل رنگیں خندہ زن ہے
مبارکباد آغاز سخن ہے ....

اختتام : ...... بسوی سال عیسی دل چو آر ہے
رضا نالۂ تسلیم دار ہے

چھپی شدہ اوراق - خستہ حالت - عنوانات سرخ۔

ترقیمہ مرقوم نہیں۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری - ۱۹۳۵ / ۳۳۰

۱۱۶

مثنوی شعلۂ عشق (نسخۂ اول)

میر تقی میر

۸ اوراق - ۲ک - ۵ء ۲۷ س م - ۱۷ سطور -
نستعلیق - سیاہ روشنائی -
کاتب : کرپا رام
کتابت : ۹ شوال ۱۲۶۴ ہجری - ۸ اگست ۱۸۴۸ عیسوی -
یہ مخطوطہ بھی دو چاہنے والوں کی المیہ داستان پر مشتمل ہے -
آغاز : محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہی نور
نہ ہوتی محبت - نہ ہوتا ظہور . . . . . .
اختتام : . . . . . محبت نہ ہو کاش مخلوق کو
نہ چھوڑی یہہ عاشق نہ معشوق کو
ترقیمہ : الحمد للہہ والمنت کہ کتاب شعلۂ عشق من تصنیف میر تقی میر لکھنوی مرحوم
بتاریخ ہشتم اگست ۱۸۴۸ عیسوی مطابق نہم شوال ۱۲۶۴ ہجری بسرعت
تمام بدستخط خام احقر الانام بندہ کرپارام صورت اتمام یافت -

دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۲۸۳۶۴۹

۱۱۷
مثنوی شعلۂ عشق (نسخۂ دوم)
میر تقی میر

۷ اوراق - ۲ک - ۱۷ س م - ۱۳ سطور -
کاتب : شنکر سہائے
کتابت : ۱۲۷۴ ہجری -
ذیلی عنوانات فارسی میں تحریر -
تفصیل گذشتہ مخطوطہ نمبر ۱۱۶ میں ملاحظہ ہو -
آغاز : نہ ہم تم رنج دیکھہ حیراں رہیں سبھی دست زیر زنخداں رہیں . . . .

اختتام : ...... محبت نہو کاش مخلوق کو
نہ چھوڑے یہ عاشق نہ معشوق کو

کرم خوردہ ۔ پہلے تین اوراق گم شدہ ۔

ترقیمہ : الحمد اللہ کہ مثنوی شعلۂ عشق من تصنیف میر تقی مرحوم بتاریخ غرہ شہر ذوالحجہ ۱۲۷۴ ہجری سہ شنبہ وقت صبح تمام شد کتبہ بندہ سراسر عاصی شنکر سہائے ۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۔ ۰۱۶۸ - IMBR - IMS / M۲ / ۲۰۰۶۸۹

۱۱۸

مثنوی زہرہ بہرام
بھگونت رائے کاکوروی

۵۶ صفحات ۔ ۲ ک ۔ ۲۵ × ۱۷ س م ۔ ۱۵ سطور ۔

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی

کاتب : رادھے لال

کتابت : ۱۲۵۷ ہجری

تاریخ تصنیف : ۱۲۴۱ ہجری ۔

یہ مخطوطہ شہزادہ بہرام اور وزیر زادی زہرہ کی عشقیہ داستان پر مبنی ہے ۔

آغاز : کروں جان قربان محبوب پر   کی حسن ظاہر بتاں خوبتر ......

ترقیمہ مرقوم نہیں ۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۱۱۹

پدماوت (نسخۂ اول)
ملک محمد جائسی

(۱۶۹- اوراق) ۲ک - ۳۳ س م - ۱۸ سطور-
نستعلیق- سیاہ روشنائی-
کاتب : رام سہائے سنگھ
کتابت : ۶ اکتوبر ۱۸۴۱ عیسوی-

مذکورہ مخطوطہ بھاکا بولی پر مشتمل ہے۔ جسے دیوناگری خط سے اُردو خط میں منتقل کر دیا گیا ہے اور اس میں شہزادہ "رتن" اور شہزادی "پدما" کی منظوم عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے۔

آغاز : سمرُون آد ایک کرتا رو جن جیہ دینھ کنھ سنسا رو
کھنیس پرتھم پر گا سو کھنیس مہہ پربت کیلاسو .....

اختتام : .... کن نہ جگت جس بنجا کن نہ لینھ جس مول
جو سٹھ پڑھی کھانی ھم سندری دوی بول

صفحۂ اوّل پر دو مختلف مہریں بالترتیب محمد سلیم احمد اور محمد تمر کے نام کی موجود ہیں۔
انتہائی کرم خوردہ -

ترقیمہ : ہذا کتاب پدماوت من تصنیف ملک محمد جائیسی حسب الحکم مولانا صاحب قبلہ دین کعبہ ایمان شمع فانوس شریعت و چراغ تمۂ حقیقت مربی الفضلاء دستگیر بیدست و پا مولانا محمد سلیم صاحب قاضی و منصف شہر اعظم گڈھ دام اقبالہم کہ الحلال باعث تقریر شدن عہدہ صدر امینیے انچارج منصف شہر مذکورہ اند واقع مطابق ششم ماہ اکتوبر ۱۸۴۱ عیسوی خط خام عبدہ رام سہائے سنگھ قانونگو پرگنہ چوسہ ضلع شاہ آباد -

۱۲۰

پدماوت (کاپی دوم)
ملک محمد جائیسی

(۱۳۹ اوراق) ۲ک - ۲۰ س م - ۱۸ اسطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۱۹ میں دیکھیے۔

آغاز: حمک بیچ کہیں سرج نراسا   برہ کال ہووے جیو کراسا ......

اختتام: .... مرسکرا دچیتہ تین تیہاری   دیکھیت پیو کا رکھے پاری

انتہائی کرم خوردہ۔ سرورق اور ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم (C. ۱۹۶۳ ۱۲۰ - ۶۳)

۱۲۱

پدماوت (کاپی سوم)

ملک محمد جائسی

مترجم: عشرت (سیّد غلام علی مشہدی)

(۱۱۲ اوراق) ۲ک - ۲۵ س م - ۱۵ اسطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۱۹ میں دیکھیے۔

آغاز: ہر ایک صورتمیں آکر وہ بتا جلوہ دکھاتا ہے
کبھی یوسف، کبھی لیلیٰ، کبھی عذرا کہاتا ہے ......

اختتام: ... . کہا دل نی اسے دیکہیں جو شاعر
بلا شک جانے تصنیف دو شاعر

انتہائی کرم خوردہ۔ ناقص حالت۔ پہلے دو صفحات سنہرے۔ سرخ اور نیلے رنگوں سے مزین ہیں۔ حواشی اور ہر باب کا پہلا شعر سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم ۵۵۱۷۳/۲۰۵۱

۱۲۲

پدماوت (کاپی چہارم)

ملک محمد جائسی

مترجم: عشرت (سیّد غلام علی مشہدی)

(۲۸۳ صفحات) ۲ک - ۲۵ س م - ۱۶ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی -

تاریخ تصنیف: (۱۲۱۱ ہجری)

کتابت: ۱۴ صفر ۱۲۳۷ ہجری -

تفصیل مخطوطہ نمبر ۱۱۹ میں دیکھیے -

آغاز: دیباچہ کتاب حمد سپاس بیقیاس کا خاص بنام اوس ناظم دیوان ایجاد تکوین کی سزاوار ہی کہ قلم صنایع ....

اختتام: ..... کہا دلنیں اسی دیکھیں جو شاعر

بلا شک جانی تصنیف دو شاعر

انتہائی کرم خوردہ - ذیلی عنوانات سُرخ -

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا -

ترقیمہ: نسخہ پدماوت بتاریخ چہار دہم ماہ صفر سنہ ۱۲۳۷ھ باتمام رسید -

دہلی یونیورسٹی لائبریری ــــ ۲۸۳۶۴۹

۱۲۳

قصہ چار پرای

نامعلوم

۳ اوراق (۱۱ تا ۱۳) ۲ک - ۱۷ س م - ۱۳ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی -
کاتب : شنکر سہائے -
کتابت : ۱۲۷۴ ہجری -

اس مخطوطے میں چار پریوں کی کہانی بیان کی گئی ہے جو ایک تالاب میں نہانے کی غرض سے آتی ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص ان پریوں کے لباس کو چرا لیتا ہے۔ جب پریوں کو حقیقت حال کا علم ہوتا ہے تو وہ اس شخص سے اپنا لباس واپس کرنے کا تقاضہ کرتی ہیں شخص مذکور اس شرط پر لباس واپس کر دیتا ہے کہ ان میں سے ایک پری سے وہ شادی کرے گا اور بالآخر ایک پری سے اس کی شادی ہو جاتی ہے لیکن کچھ عرصے کے بعد وہ پری اس شخص کو تنہا چھوڑ کر اپنے دیس واپس چلی جاتی ہے۔

یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے "شعلۂ عشق" کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز : سنا ہی کہ کوئی جواں تھا حسین نہایت طرح دار اور نازنیں . . . . .

اختتام : . . . . . . اسکو بس اب دلمیں سمجھو ذرا
کہ کہنا نہیں راز اپنا بھلا

کرم خوردہ

ترقیمہ : الحمد للہ والمنت کہ قصہ چار پری بتاریخ دوم شہر ذالحجہ ۱۲۷۴ ہجری روز چہار شنبہ وقت صبح باتمام رسید کاتب الحروف بندۂ پر عصیان شنکر سہائے

۱۲۴
مجموعۂ واسوخت

۱۵۷ اوراق (۳۷ تا ۱۹۴) ۲ک - ۲۲ س م - ۱۵ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی -

کاتب : درگا ناتھ کنور

کتابت : ۲۷ ربیع الاول ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۱۸۴۶ عیسوی

یہ مخطوطہ مختلف شعراء کے واسوخت کا مجموعہ ہے۔ اس میں جن شعراء کے واسوخت شامل ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں :

مرزا رفیع سودا ۔ قلندر بخش جرأت ۔ شوق ۔ فراق ۔ مرزا محمد رضا ۔ قاسم علی رقت میاں مجرم ذکی ۔ تصدق حسین خاں ۔ ہلال اور مہدی حسین خاں ۔

کچھ واسوخت میں فارسی اشعار بھی شامل ہیں ۔

یہ مخطوطہ ایک اور مخطوطے "طول وعرض ممالک محروسۂ ہندوستان" کے ساتھ مجلد ہے ۔

آغاز : بیشتر حسن سي یوں آپ خبردار نہ تھي
فتنہ پرداز نہ تھي - یاد دل آزار نہ تھي ....

اختتام : .... سُنلي یہ بات میاں اپني گرفتار سیتے
دیکھہ ادہر بھی کبھو ایک نظر پیار سیتے

عمدہ حالت ۔

ترقیمہ : این مجموعۂ واسوخت بخط بی ربط بندہ کنور لعل ولد خیراتی لعل بتاریخ بست وہفتم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۲ ہجری مطابق بست وینجم سنہ ۱۸۴۶ عیسوی نوشتہ شد ۔

نیشنل میوزیم ۔ ۱۰۷۴ - ۶۰

۱۲۵

قصّہ کام روپ وکام لتا

نامعلوم

۱۳۰ اوراق ۔ ۲ ک ۔ ۲۰ س م ۔ ۱۹ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی ۔

کاتب : راسے بالا پرشاد

کتابت : ۱۲۲۳ ہجری

اس مخطوطے میں اودھ کے شہزادے کام روپ اور شہزادی کام لتا کی داستانِ عشق کو قلمبند کیا گیا ہے۔

آغاز : ثنای خدا سی ہے زیب سخن
کیا تازہ قصہ دو یہ کہن ....

اختتام : .... کنور کرنے لاکا اود کا وراج
رکھا اوسکے سر پہ بدر نے جو تاج

ناقص جلد۔ ذیلی عنوانات سرخ۔ صفحہ ۵۹ پر لکھی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مخطوطہ بدری پرشاد کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ : تمت الکتاب قصہ کنور کامروپ ورانی کام لتا در مقام بلدہ بردو سہ شنبہ بتاریخ نہم شہر صفرالمظفر ۱۲۲۳ ہجری بدست رای بالا پرشاد باتمام رسیدہ۔

نیشنل میوزیم ۲۰۳۸ / ۵۵ء۷۳

۱۲۶

قصہ صنوبر وشمشاد

عنایت اللہ خاں

۱۴۴ اوراق - ۲ ک - ۲۵ س م - ۱۴ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب : ہری کشن پرساد

کتابت : ۲۱ شوال ۱۲۵۰ ہجری

اس مخطوطے میں صنوبر شاہ اور شہزادی شمشاد کی المیہ داستانِ عشق بیان کی گئی ہے۔

آغاز : ثنا اوس سرو بستان بقا کو
گلستانِ دو عالم کی خدا کو
کہ ابرِ کُن سے جاری کر کے سوتیں
کیا سرسبز باغستانِ دارین ......

اختتام : ...... خداوند کرم تیرے ہے اتمام
ہوا یہہ نامۂ احسن سرانجام
اسے کر اپنی سطورنکا سطور
برنگ عشق کر عالم میں مشہور

سرورق موجود نہیں۔ یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۱۹۳ تھا۔

ترقیمہ : مثنوی عنایت اللہ خاں تحریر تاریخ بست ویکم سوال ۱۲۵۰ معام حاونے ٹونک لسکر طعر ودیرالدولہ دزیر محمد حاں سحط راصہ ہری کس برساد وف لکاس وسہ کہری بر دورسہ صورت امام یافت۔

هارڈنگ پبلک لائبریری ..۲۴/۱۲/۲۷ اگست ۳۴۶/۱۹۳۹

۱۲۷

(قصہ سوداگر بچہ) (کاپی اوّل)

نامعلوم

۱۲ اوراق ۔ ۲ک ۔ ۲۰×۱۵ س م ۔ ۱۴ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی۔

کتابت : ۲۵ جولائی ۱۸۴۱ عیسوی

اس مخطوطے میں غزنی کے ایک مالدار تاجر کے لڑکے کی عشقیہ داستان قلمبند کی گئی ہے۔ یہ رئیس زادہ غزنی کی شہزادی پر عاشق ہوگیا تھا اور بالآخر جذبۂ صادق کی بناپر اپنے

مقصد میں کامران وکامرشاد ہوا تھا۔

آغاز : الف نام اللہ کا سرتاج ہے
دو عالم میں جسکا بڑا راج ہی
وہ اوّل و آخر رہیگا یونہی
جو دنیا میں آیا رہی نا کوئی ......

اختتام : ..... بڑا ہر طرف سے نثار انثار
کہے سب مبارک پکار ا پکار
بحق شہنشاہِ خیر الکرام
کیا شاہ رحمان قصہ تمام

سرورق پر منشی رگھوناتھ سنگھ راجہ دہلوی کی ایک مہر موجود ہے۔

کرم خوردہ۔

ترقیمہ : قصہ سوداگر بچہ بتاریخ بست و پنجم ماہ جولائے ۱۸۴۱ء مطابق ماہ ساون روز یکشنبہ بوقت دوپہر بساعت سعید الصرام یافت۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۱۶۴۶۸۲، / ۸/ ۱۶۸۰

۱۲۸

قصہ سوداگر بچہ (کاپی دوم)

نامعلوم

۷ اوراق (۲۸۰ تا ۲۹۲) ۲ ک - ۲۲ س م - ۱۵ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب : درگا ناتھ کنور

کتابت : (۱۲۶۲ ہجری)

تفصیل مخطوطہ ۱۲۷ میں دیکھیے۔

یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے کے ساتھ مجلد ہے جس کا نام "طول و عرض ممالک محروسۂ ہندوستان" ہے۔

آغاز: ادل نام الہہ کا سرتاج ہي
دو عالم میں اوسکا بڑا راج ہي ....

اختتام: ..... خدایا بحق نبے علیہ السلام
کیا شاہ رحمان نی قصہ تمام

عمدہ حالت۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم ۲۲۶ D. - ۷۷ ، ۵۵

۱۲۹

قصہ شاہ روم

نامعلوم

۱۴ اوراق۔ ۲ک۔ ۲۵ س م۔ ۱۲ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

اس مخطوطے میں روم کے ایک مغرور بادشاہ کی داستان بیان کی گئی ہے جس کو اپنی طاقت اور حشمت پر بہت گھمنڈ تھا لیکن ایک دن وقت کے ہاتھوں اس کی یہ طاقت وحشمت اور جاہ و جلال سب کچھ ختم ہوگیا۔ اس داستان میں درس عبرت دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ خدا کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔

آغاز: ہو کس سي حمد یارو اوس خدا کي
کہ جسني عرش اور کرسی بنا کي
کیا ماٹی کو یوں قدرت سي باہم
ستوں بن کر دیا افلاک قایم ....

اختتام: ...... خوديسى حكم قادروں نی نہ مانا
کیا اسفل کو دہر سر پر خزانا
کسی سے حال ارم اب مت کہو تو
خدا کی یاد میں مشغول ہو تو

کچھ اوراق جیبی شدہ۔ عمدہ جلد۔ عنوانات سرخ۔ سرورق موجود نہیں۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۱۰۲ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری - ۳۲۷

۱۳۰

رسک پریا
کیشو داس پنڈت

۱۰۴ اوراق - ۲۱ س م - ۱۱ سطور۔
شکستہ۔ سیاہ روشنائی
کتابت: ۲۳ ذوالحجہ ۱۱۴۱ھ ہجری

اس مخطوطے میں برج کے مشہور شاعر کیشو داس پنڈت کی برج شاعری کو اُردو رسم الخط میں تحریر کردیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں دوہے اور گیت شامل ہیں۔

آغاز: ایک ورن گج بدن سدن برہ مدن کدن ست
گور نند، آنند کند جگ ہند چند جت......

اختتام: ..... بادھ ہی دت ست ات پد پٹھن جانی سب رس ریت
سوارتھ پرمارتھ بس رسک پریا کی بیت

کچھ اشعار کا فارسی ترجمہ بھی حواشی پر لکھا ہے۔

۱۳۳

کرم خوردہ اور خستہ حالت ۔ ذیلی عنوانات سرخ ۔
ترقیمہ : تمام شد رسک پریا از تصنیف کیشو داس پنڈت ساکن اوندچھہ بتاریخ بست وسیوم
شہر ذی الحجہ سالہ محمد شاہے جلوس مطابق ۱۱۴۱ ہجری بمقام صوبہ متھرا ملک اکبرآباد
جاگیر نواب اعتماد الدولہ ولد قمر الدینخاں بہادر۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۔ ۳۶۹

۱۳۱

واسوختِ امیر
منشی امیر احمد مینائی

(۶۵ اوراق) ۲ک ۔ ۲۷ س م ۔ ۲۰ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی ۔

کاتب : رام دیال امین

کتابت : ۱۲۸۴ ہجری

اس مخطوطے میں امیر مینائی کے چھ مندرجہ ذیل واسوخت شامل ہیں۔
واسوختِ اُردو ۔ شکایتِ رنجش ۔ اغبارِ طبع ۔ حسدِ اغیار ۔ صغیر آتش بار ۔
بانگِ اضطرار۔

آغاز : آج ایک سانحۂ تازہ بیاں کرتا ہوں
شعبدہ عشق فسونگر کا عیاں کرتا ہوں ......

اختتام : ...... تہا جو اندیشہ تمہارا وہ بھی اب کام آیا
چپ رہو، چپ رہو۔ لو صلح کا پیغام آیا

مزین سرورق ۔

ترقیمہ : واسوختِ امیر تمام ہوئی
بقلم خاکسار ۔ رام دیال امین

۱۳ : (۱۳۱) ل : ۳ : تنقید

نیشنل میوزیم - (C -۱۹۵٦) / ۹٦ - ۵۵

۱۳۲

موازنہ انیس و دبیر
شبلی نعمانی

۲۹۰ اوراق - ۲۳ × ۲۰ س م - ۱۵ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
کتابت : ۱۳۲۱ ہجری مطابق ۱۹۰۳ عیسوی

اس مخطوطے میں شبلی نے انیس و دبیر کا مرثیہ گو کی حیثیت سے موازنہ کیا ہے - اور دونوں کی شاعری پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اُردو ادب میں ان کا مقام و مرتبہ بھی متعین کیا ہے -

آغاز : عرب میں جو ہماری فارسی اور اُردو شاعری کا سرچشمہ ہے شاعری کی ابتدا مرثیے سے ہوئی اور یہ اقتصادی ضرورت بھی تھی ......

اختتام : ...... میں پیار نہیں کرتی میں قرباں نہیں ہوتی
جاؤ میں تمہاری پھوپی اماں نہیں ہوتی

بہت سے اوراق کے حواشی پر مصنف نے تصحیح بھی کی ہوئی ہے جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ کتابت کے بعد شبلی نے اس کا باقاعدہ مطالعہ کیا تھا اور خود تصحیح کی تھی - کہیں کہیں سے کرم خوردہ - کچھ پھٹے ہوئے اوراق پر چیپیاں چسپاں ہیں - ہر ورق کے صرف ایک ہی صفحے پر کتابت کی گئی ہے -

- سرورق پر اکتوبر ۱۹۰۳ کی تاریخ کے ساتھ شبلی کے دستخط بھی ہیں -
ترقیمہ موجود نہیں -

غالب اکیڈمی

۱۳۳
مقدمہ کلام غالب
امتیاز علی خاں عرشی

۷۵ اوراق - ۲۵ س م - ۱۸ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

کتابت : ۱۹۴۰ تا ۱۹۴۱ عیسوی

اس مخطوطے میں غالب کی اُردو اور فارسی شاعری پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے خطوطِ غالب کی روشنی میں "کلیاتِ غالب" کی مختلف اشاعتوں کے بارے میں وضاحتی تبصرہ بھی کیا ہے۔

آغاز : قاضی محمد صادق خاں اختر نے "تذکرہ آفتاب عالمتاب" کی ترتیب کے دوران میں مولوی سراج الدین احمد کے توسط سے ......

اختتام : ...... اُن کے پاس کلیات کے نسخے پہنچ گئے تھے۔ اس ایڈیشن کے بعد مرزا صاحب کی حیات میں پھر کلیاتِ فارسی کی طباعت کی نوبت نہیں آئی۔

یہ مخطوطہ مصنف کے صاحبزادے اکبر علی خاں عرشی نے غالب صدی کے موقع پر ۱۲ر فروری ۱۹۶۹ء کو غالب اکیڈمی کو بطور تحفہ پیش کیا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۳: (۱ / ۱۳) ب : سنسکرت ادب

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا - ۲۶ ستمبر ۱۹۵۹ء / ۱۹۹۰

۱۳۴
(سنسکرت ادب میں یورپین اسکالروں کا حصہ)
(سید علی بلگرامی)

(١٠ اوراق) ٣٣ س م - ٢٢ سطور
شکستہ۔ سیاہ روشنائی۔
اس مخطوطے میں سنسکرت زبان وادب کے سلسلے میں یوروپین اسکالروں کی خدمات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مصنف نے ویدوں کی قدامت اور ان کے بارے میں مختلف نظریات سے بحث کرتے ہوئے آخر میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

آغاز: نہایت عمدگی کے ساتھ انگریزی میں یہاں پر ایک بہت بڑا ذخیرہ معلومات کا جمع کیا ہی۔ اب بھی بہت سی صدیوں کو لانگ کر ١٦٥١ء میں آنا چاہیئے ....

اختتام: ...... بیوہ لاش کے پاس آکر بیٹھتی تھی۔ پہلے سوہاگن عورتیں ...... وغیرہ آنکھوں میں لگا کر کریا کرم کرتیں تو اٹھتی تھی اور اسوقت تک بیوہ لاش کے پاس رہتی تھی اسکے بعد بیوہ بھی اٹھ کر چلی آتی تھی۔

عمدہ حالت۔ پہلے دو اوراق گم ہیں۔ غیر مجلّد۔
سرورق اور ترقیمہ موجود نہیں۔

١٤ : (١/١٤) ل : لارڈ کرشنا

ہارڈنگ پبلک لائبریری - ٣٢٨

١٣٥
(سری سکنت)
نندراسین
٩٤۔ اوراق - ٢ک - ١٩ س م - ١٥ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
خود نوشتہ
اس مخطوطے میں کرشن جی کی سوانح کو منظوم پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔ مخطوطے

کی زبان بھاکا ہے اور رسم الخط اُردو ہے۔

آغاز: نوبجین کر لجھہ جو دسوئیں آسری روپ - پرم پتر متر ایک رہے
نند بند لی پر تہم جند سری کرشن آگہہ اوپ کرشن چرتر سینؤ سو چہیئے ....

اختتام: .... سنین جوکو ادمن کرم بچن نیہ اون تس ادن ادیائے
ہنس کل ل ہنس کہنہ نند نہ آتی ادیائے

انتہائی کرم خوردہ۔ سرورق نہیں ہے۔

ترقیمہ: اتسری دسم اسکندہ بھاکھا نند راسین
کرتا اون نس اون ادہائے سماپتہ

۱۴ : (۱ ، ۱۴) ب : تیرتھ استھان

ریڈفورڈ آرچیولوجیکل میوزیم —— ۲۰۵ - ۴۰

۱۳۶

کورچھتر درپن
منشی کو براۓ

(۱۵- اوراق) ۲۰ س م - ۱۱ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی

اس مخطوطے میں ہندو تیرتھ استھان "کورچھتر درپن" کے گھاٹوں اور جھیلوں کا حال تحریر کیا گیا ہے۔ درمیان میں بہت سے سنسکرت الفاظ کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔

آغاز: منشی کابرای صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر پنجاب جنہوں نی ہنگام بندوبست
ضلع تہانیسر اس نسخے کو بڑی کوشش اور تحقیقات سے ترتیب کیا تہا .....

اختتام: .... اور ایک قصیدہ تاریخ ترمیم کپتان لارنسی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر
کا منشی حمید علی صاحب سررشتہ دار دیوانی جو تصنیف کیا اوسکا حاصل استخراج

اعداد سنہ ہجری یہ ہے۔
ذیلی عنوانات سرخ۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۴ : (۱،۱۴) ج : رامائن گیتا

پارڈنگ پبلک لائبریری — ۳۳۲

۱۳۷

رامائن

۱۳۲ اوراق۔ ۲ک۔ ۵،۲۴ س م۔ ۱۸ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
اس مخطوطے میں رامائن کو اردو رسم الخط میں تحریر کر دیا گیا ہے۔
آغاز: پریتم نام نرمل نارائن بن کچھ کہتا کہوں رامائن
نرنکار جگدیش نرنجن پار برہم دانا دکھ بھنجن ....
اختتام: .... کرپن بھگت کو اوسنان کیتی شنان نہ سادہ
کپٹ روپ کی بھیک میں نپٹ تہا اپرادہ
کرم خوردہ اور خستہ حالت۔
آخر کے کچھ اوراق گم ہونے کی وجہ سے ترقیمہ موجود نہیں ہے۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۷۲ء

۱۳۸

سر میمہ بھگوت دسم اسکندہ

۴۱۹ صفحات۔ ۲ک۔ ۳۲ س م۔ ۲۲ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
کاتب: گردھاری لال

کتابت : ۹۔ اگست ۱۹۱۷ عیسوی

یہ مخطوطہ بھگوت گیتا کا بھاکا ترجمہ ہے جو اُردو رسم الخط میں لکھا ہوا ہے۔

آغاز : ات سری بھاگوتے مہا پورانے دسم اسکندی بھاکھا ئیکا

بھوپت کرت پرہتم او ہیّایے تو اسکندہ سینیے جب راجا ....

اختتام : .... جو اتینے انگن سونپل تیوں دو اوس اسکندہ گت

سورت بھاکہت باتیں پرم دسم نت سری بھاگوت

ناقص جلد۔ کچھ اوراق چیپی شدہ ہیں۔ یہ مخطوطہ مختلف اوقات میں مسٹر بھجوانی اور سیتا پور کے مسٹر دصی حسین کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ : اتہہ سری مدہیا دسم اسکندہ شبہم سماپتم ۹۔ اگست ۱۹۱۷ء کو بمقام کوٹہ راجپوتانہ محلہ بجے پاڑہ رام پورہ میں یہہ پُستک، پنڈت کشن لال جی صاحب کی پُستک سے نقل کی گئی۔ بقلم گردہاری لعل۔

ہارڈنگ پبلک لائبریری - ۳۲۹

۱۳۹

یوگ وششٹھ

۱۴ اوراق۔ ۲۲ س م۔ ۱۳ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب : ھنومان پرشاد

کتابت : ۰۰ ۱۹ سمت

یہ مخطوطہ رامائن کے ایک حصّے "یوگ وششٹھ" کا برج ترجمہ ہے جسے یہاں اُردو رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔ اس میں "شو" اور "پاروتی" کا تذکرہ شامل ہے۔

آغاز : سری گورچرن پرتاپ یتن پایو پرم آنند مکت روپ تت جہن

ہیوکٹی دویت کی پنہہ۔ سری سارو اکرن کرو نمسکار کر جو ر .....

اختتام : .... کر ہیہ ناہیں بہو جویا کوں .... رہی اور جیہ کوئی بچار
سکہہ ستوں رہی جو سٹ جہو ہین سکل بکار

سرورق نہیں ہے۔ انتہائی کرم خوردہ۔

ترقیمہ : تمت تمام شد روز جمعہ سمت ۱۹۰۰ یعنی یک ہزار نہہ صد۔ کاتب الحروف بنومان پرساد قوم کاہستہ قانونگوئی برگنہ صدر پور سرکار خیرآباد بلدہ الہ آباد عرف پراگ است برای خاطر لالہ بہٹن لعل صاحب خط نویس صدر کلکٹر ضلع الہ آباد۔

۱۴ : (۲، ۱۴) ل : جنرل (مناظرے)

نیشنل میوزیم - ۸۳۸

۱۴۱

اخوان الصفا

نامعلوم

مترجم : اکرام علی

کتابت : ۱۲۲۵ ہجری مطابق ۱۸۱۰ عیسوی

(۱۵۰ اوراق) ۲۲ س م - ۱۴ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

مثالوں کے لیے عربی اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں۔

اس مخطوطے کو مصنف اکرام علی نے مسٹر جون ولیم ٹیلر کی ہدایت پر عربی سے اُردو میں منتقل کیا۔ اس میں انسانوں اور حیوانوں کے درمیان تمثیلی پیرائے میں وجودِ خداوندی اور انسانی ارتقا پر مناظرے کیے گئے ہیں نیز ظہورِ اسلام سے بحث کی گئی ہے۔

آغاز : سپاس بیقیاس اس واجب الوجود کو لائق ہیں جسنے اجسام ممکنات میں باوجود وحدت ہیولا کے مختلف صورتیں بخشیں اور ماہیت انسانی کو .....

اختتام: ..... فرماں برداری سے تجاوز نکریں حیوانوں نے بھی قبول کیا اور راضی ہوکر سب نے
بحفظ و امان وہاں سے مراجعت کیے۔
صفحہ ۲ پر دو مہریں لگی ہیں جن میں محمد وزیر خاں وزیر الدولہ امیر الملک بہادر جنگ
بتاریخ ۱۲۲۳ ہجری کا نام لکھا ہے۔
ناقص اور خستہ حالت۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار
۳۱۵ تھا۔
ترقیمہ: تمام شد رسالہ اخوان الصفا۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۱۹۴۷) /۲۳

۱۴۱
اظہار الصحیح فی احوال المسیح
ابو النعیم
۴۰ صفحات۔ ۲۹ س م۔ ۲۴ سطور
خود نوشتہ
تاریخ تصنیف: (۱۸۸۷ عیسوی)
عربی حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔
یہ رسالہ اُن عیسائی مشنریوں کے جواب میں لکھا گیا جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر اپنے شک و شبہات کا اظہار کرتے ہوئے بہت سے الزامات عائد کیے تھے مصنف نے قرآن حکیم کی روشنی میں ان سب الزامات کی تردید کی ہے اور منطقی دلائل کے ساتھ ان سوالات کا جواب بھی دیا ہے جو ان مشنریوں نے اُٹھائے تھے۔ یہ رسالہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر بحث کی گئی ہے اور دوسرے باب میں دیگر موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔

آغاز: یہ قصہ ابنِ مریم کا ہے بات ٹھیک قانونِ قدرت کے مطابق ہے جسمیں لوگ
(ناحق) اختلاف یا جھگڑا کرتے ہیں ......

اختتام: ...... ہر ہر فرد و بشر کو یہ مسئلہ گوش گذار دیں تاکہ نصاری کا فرقہ اپنا سا
منہ لیکر بیٹھہ رہے۔ اے خدا تو اپنے وعدے کے مطابق مسلمانوں کی روح القدس
سے تائید کرادی۔

ترقیمہ: تمت بالخیر العبد الضعیف الو الخیر عنا اللہ عنہ ساکن جہرمکا ضلع چمپارن
ڈاکخانہ سکٹہ۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۱۹۴۷-۴۸) ۴۳

۱۴۲

جواب محمدیہ اور ردنصاری

اکرام الدین

۱۴۲صفحات - ۲۴×۱۵ س م - ۱۶سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

کتابت: ۲۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ہجری

عربی حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں بھی مصنف نے اُن تمام اعتراضات کا نہایت تفصیل سے اور ثبوت کے ساتھ جواب دیا ہے جو کچھ عیسائی مشنریوں کی جانب سے مذہب اسلام پر عائد کیے گئے تھے۔

آغاز: تمام خوبیاں ہیں اوس خدا کو کہ جسنی سب شریعتوں کو آسمان سے نازل کرکے
اپنے سب بندونکو سکھلایا اور آخر کو ......

اختتام: .... پس تو حافظ خموش آگی ایسے شخصوں کے کون مونہہ لاگی

حواشی پر عربی اقتباسات کا اُردو ترجمہ اور اُسکی وضاحت کی گئی ہے۔ کرم خوردہ۔
خستہ حالت۔ ذیلی عنوانات سُرخ۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

ذہلی یونیورسٹی لائبریری۔ ۲۶۰۳۴۰ / ۱۹۷۳

۱۴۳

تحریر الشہادتین

مصنف : مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی

مترجم : سیّد عبدالوہاب

جلد دوم۔ ۴۱۳ صفحات۔ ۲۵ س م۔ ۱۷ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کتابت : ۱۲۶۸ ہجری مطابق ۱۸۸۵ عیسوی

یہ مخطوطہ قصص الانبیاء کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس میں دنیا کے بہت سے پیغمبروں کے حالات تحریر کیے گئے ہیں اور خصوصی طور پر پیغمبرِ اسلام کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا گیا ہے۔

آغاز : اللہ تعالےٰ ایک ہے اور سب سے بڑا ہے اور اوس سے کوئی شریک نہیں اور وہ سب کو پیدا کرنے والا ہے ....

اختتام : .... اس مرحلے پر حکومت ..... شام۔ عراق اور حجاز میں جم گئے اور سب سلطنت اونکی تراسی برس چار مہینے رہی۔

کچھ صفحات کے حواشی پر چند حدیثوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

کرم خوردہ۔ ذیلی عنوانات سرخ۔

ترقیمہ : تحریر الشہادتین تمت بالخیر ۱۲۶۸ ہجری۔

۱۴ : (۱۴۰۲) ب : (فقہ) ۱ : جنرل

نیشنل میوزیم - ۲۲۲/۴۳ - ۵۵

۱۴۴

ہدیۂ محمدیہ فی ردّ بدعۃ الوجودیہ

محمد بشیر الدین

(۳۶- اوراق) ۲۵ س م - ۱۲ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی -

خود نوشتہ

عربی اور فارسی حوالے بھی دیئے گئے ہیں -

اس مخطوطے کا موضوع فقہ ہے جو تین ابواب پر مشتمل ہے - اس رسالے کی تکمیل سابق ریاستِ ٹونک کے نواب محمد علی خاں کی ہدایت پر عمل میں آئی -

آغاز : وَنَحْمَدُہ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَقَدَّسَ شَانُہٗ عَنِ الزَّوَالِ وَالنُّقْصَانِ وَ تَنَزَّہَ وُجُوْدُہٗ عَنْ نَقْصِ الْاِمْتِنَاعِ وَ الْاِمْکَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَعَلٰی رَسُوْلِہٖ وَجُوْدِہٖ فَضْلُ الرَّحْمٰنِ .....

اختتام : ...... بسبب اوسکی قائل اور معتقد اوسکا ہذا آخر رسالتنا ہذہ فنقول فی حق ابن العربی وطائفتہ تلک امۃ قد خلت لنا ما کنبا وعلیہا ما کتبت -

ناقص جلد - یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اکیا - وہاں اس کا نمبر شمار ۹۶ تھا -

ترقیمہ موجود نہیں -

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۱۹۸۲۸۶ / ۱۶۸۳۴۶ - ZQ ۰۷ ; ۹۱

۱۴۵

علم الفرایض

مصنف : عنایت اللہ

مترجم : نوازش علی

۷۰ صفحات - ۱۹ س م - ۲۰ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب : گل حسن

کتابت : ۱۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ ہجری -

مثالوں کے لیے کچھ فارسی اشعار بھی پیش کیے گئے ہیں -

یہ منظوم رسالہ اسلامی قوانین اور فقہ پر مشتمل ہے -

اس رسالے کا مترجم نوازش علی خاں ضلع مرادآباد قصبہ نگینہ کا رہنے والا تھا -

آغاز : الحمد للہ الذی میرات السموات والارض والصلوۃ والسلام علی افضل من

بین سھام التعصیب والفرایض ....

اختتام : .... والسلام علی سید الانبیاء محمد والہ واصحابہ اجمعین تمام شد -

انتہائی کرم خوردہ - ذیلی عنوانات سرخ -

ترقیمہ موجود نہیں -

نیشنل میوزیم - ۶۱۷ / ۷۷ ۰ ۵۵

۱۴۶

نظم الہدایت

مولانا غلام جیلانی

(۶۰ اوراق) ۲ ک - ۳۲ س م - ۱۱ سطور -
نستعلیق - سیاہ روشنائی -

کتابت: ۱۱ ذیقعد ۱۲۶۳ ہجری

اس مخطوطے کا موضوع اسلامی قوانین اور فقہ سے تعلق رکھتا ہے اس کے علاوہ مختلف دعائیں اُن کی اہمیت اور ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آغاز: کہہ ولا تو حمد اوس خالق کی سب سے اولا
جسنی مشتِ خاک کی تئیں نعمتِ ایماں دیا ......

اختتام: .... یا الٰہی کر میری یہ سب دعائیں مستجاب
تاکہ ہوں جلدی تیری فضل و کرم سی کامیاب

انتہائی کرم خوردہ - سرورق سنہرے اور سرخ رنگوں سے مزین - ذیلی عنوانات اور حواشی سرخ - یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۴۹ تھا -

ترقیمہ: تمت تمام شد نسخہ متبرکہ مسمی بنظم ہدایت درعلم ودین وشرح متین تصنیف سیادت و شریعت پناہ معرفت وحقیقت آگاہ سالک مسالک حدادانی اسوہ بارگاہ ربانی مولانا مولوی غلام جیلانی دام فیضہ وعم انوالہ یا ناظراً فیہ سل باللہ برحمۃ علی المصنف واستغفر الصاحبہ واطلب النفسک خیراً ترمیہا بعد ذلک غفرانا لکالتبہ بتاریخ یازدہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۲۶۳ ہجری -

نیشنل میوزیم - ۵۹۸/۵۵،۷۳

۱۴۷

(فقہ)

نامعلوم

(۶۶ - اوراق) ۲ ک - ۳۲ س م - ۱۵ سطور

۱۴۷

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

عنوانات فارسی میں لکھے ہیں۔

اس مخطوطے کا موضوع فقہ ہے جسے قدیم دکنی اُردو میں لکھا گیا ہے۔

آغاز: اللہ مولی پاک ہی دو جک سرجن ہار

جن رہایا دہ صدق سون سدی اکر پار ....

اختتام: پہیر چین کا نان کوئی یہیہ بات ہی سانچہ

اللہ اللہ یاد کرنا تو اللہ ہی بانچہ

ناقص جلد۔ خستہ حالت

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۲۷ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم ۶۸۴/۳ ء۵۵

۱۴۸

صراط المستقیم

نامعلوم

(۲۲ - اوراق) ۲۵ س م ۔ ۱۱ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

مثالوں کے لیے قرآنِ حکیم کے اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں قرآنِ حکیم کی روشنی میں زندگی گذارنے کے مفید اور رہنما اصولوں کا بیان کیا گیا ہے۔

آغاز: الٰہی شکر تیری احسان کا کہ تو نی ہماری دل کو روشن اور زبان کو گویا کیا اور ایسی نبی مقبول کو خلق اللہ کی ہدایت کی واسطی بہیجا کہ جسکے ....

۱۴۸

اختتام: .... ہر چند انہنے بہی کبہی کوئی کام اللہ کی رضامندی کا ہوجاوی پر اونکی راہ بہی ہرگز نہیں، کیونکہ اونکی نصیب وہ رضامندی نہیں کہ جو آخرت میں فائدہ دی۔

صفحہ ۲ پر ایک مہر بھی موجود ہے جسمیں محمد ہادی بن علی کا نام اور ۱۲۸۱ ہجری کی تاریخ درج ہے۔

ناقص جلد۔ عربی اقتباسات کو سرخ لائن سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا وہاں اس کا نمبر شمار ۱۲۸ تھا۔

ترتیب موجود نہیں۔

۱۴ : (۲۱۴۲) ب : ۲ :- بیاہ شادی

۱۴۹

رسالہ نکاح

نامعلوم

۴۶ صفحات۔ ۲۶ س م۔ ۱۴ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

خود نوشتہ

کتابت: ۱۲۴۱ ہجری

شادی کے لیے عربی اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔

اس رسالے میں شادی اور نکاح کی اہمیت اور اس سے متعلق اسلامی قوانین اور ان کی تفصیل کو مختلف حدیثوں کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں بہت سی حدیثوں کے حوالے بھی نقل کیے گئے ہیں۔

۱۴۹

آغاز : الحمد للہ الذی جعل النکاح خاصلاً بین الحلال والحرام و حفظ نسل نبی آدم والصلوٰۃ و السلام علی رسولہ محمد سید الانام ......

اختتام : ... .. اللہ تعالیٰ بنانے والی کو آبرو اور مغفرت اور فرمایش کرنیوالی کو اور پڑھ کر فائدہ اٹھانے والی کو نفع عطا فرماوی۔

کچھ حواشی پر موضوع سے متعلق مزید تفصیلات درج کی گئی ہیں۔

خستہ حالت۔ کرم خوردہ۔ آخر کے کچھ صفحات انتہائی کرم خوردہ ہیں۔

سرورق موجود نہیں۔

ترقیمہ : نام این رسالہ متر کہ النسا بروز شنبہ وتمت دو پاس چہار گھڑی باقی ماندہ بود ہماں ساعت بندہ کمترین مسکین تحریر یافت سنہ ۱۲۴۲ھ

۱۴ : (۲۱، ۱۴) ب : ۳ :- طریقۂ کفن

نیشنل میوزیم - ۵۵،۷۳/۲۸۸

۱۵۰

(طریقۂ کفن)

محمد عمران

(۱۱- اوراق) - ۲۹ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کتابت : (۱۲۳۰ ہجری)

عربی اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں مُردے کو کفنانے دفنانے کے شرعی طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔

عمدہ حالت۔

یہ مخطوطہ نواب ٹانک کے ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا وہاں اس کا نمبر شمار

۱۲۸۴ھ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نقشبندیہ :- ۱ : ج (۲، ۱۴) : ۱۴

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری - ۳۰۰

۱۵۱

فیضِ نقشبندیہ

مصنف : مولانا خیر الدین صورتی

مترجم . عبد اللہ شاہ نقشبندی

(۴۰ - اوراق) - ۲۲، ۱۵ س م - ۱۳ سطور -

شکستہ - سیاہ روشنائی -

یہ مخطوطہ مولانا خیر الدین صورتی کی مشہور تصنیف " ارشاد السالکین " کا اُردو ترجمہ ہے اس میں نقشبندیہ فرقے کی تعلیمات کو روشناس کرایا گیا ہے اور یہ مخطوطہ ایک دوسرے فارسی مخطوطے " رسالۂ جفر " کے ساتھ مجلد ہے

آغاز : تعریف اور تعریف بہت اوس کلیم کی کہ جسنی گویائی کو اوپر زبان انسان رکھا ہی سات اواز مختلف کی اور ....

اختتام : .... اور اذکو فیض جناب شفیع المومنین سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین اسے یوم الدین

انتہائی کرم خوردہ ۔

سرورق اور ترقیمہ موجود نہیں ۔

اہل تشیع :- ۲ : ج (۱۴، ۲) : ۱۴

نذیریہ پبلک لائبریری (۴۸-۱۹۴۷) ۱۱۰

۱۵۲

چہل محفلِ غم

محمد ہادی حسن غافل

۲۸۰ صفحات - ۲۲ س م - ۱۴ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

عربی فارسی حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں واقعاتِ کربلا کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اور حضرت امام حسین و امام حسن اور ان کے دیگر ساتھیوں کی شہادت کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے۔

آغاز : الحمد رَبًّا مَنَّ اعظم انہ مینیا علی اِبی الائمۃ و سراج الامۃ سبط المصطفیٰ و ابنِ مرتضیٰ ....

اختتام : ...... مشغول نظارہ سرہای شہیدا ہوں اور ہمیں ندیکھی جز مینا من کثرۃ النظر لبناھم محزون ہوئی ہیں نسب کثرت نظر کی۔

ذیلی عنوانات سرخ۔ ناقص حالت۔ آخر کے کچھ صفحات گم ہیں اس لیے ترقیمہ نہیں لکھا گیا۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۱۵۳

شرف الشعراء بذکرِ شہادتِ اشرف الشہداء

محمد ہادی۔

(۵۸- اوراق) ۳۲ س م- ۱۸ سطور-
نستعلیق- سیاہ روشنائی
کاتب: محمد مرزا حسین
کتابت: ۱۵ ۱۳ (ہجری)
قرآن حکیم سے اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں-
اس مخطوطے میں خلفاء راشدین کے حالات کو اور میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضؓ
اور امام حسنؓ کی شہادت کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے-
آغاز: الحمد للہ الذی جعل الشہادۃ شرفاً فخیماً وّ فوزاً عظیماً للشہداء الا
شہاد وَ الصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل الابنیاء الکبار ...
اختتام: .. لدیک والا لاقحر الی لطیب لی علیک والا لا تسیل السواکب
دسالت والا ق لعرام تنسع سنالت والا فالیہ واغیاھب
غیر مجلد- سرورق اور ترقیمہ موجود نہیں-

نیشنل میوزیم ۲۹ / ۱۹۷ - ۵۹

۱۵۴
تحفۃ العوام

نامعلوم
(۸۰- اوراق) ۲۲ س م- ۱۶ سطور-
شکستہ- سیاہ روشنائی
عربی اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں-
اس مخطوطے میں اہلِ تشیع کی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے-
آغاز: شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم کرنیوالا
ہے- سزاوار حمد وہ معبود جسکی طاقت میں سب سر بسجود ......

۱۵۴

اختتام: .... تیسرے اگر لڑکا بہت روتا ہو اور نہ سوی یہ دعا سرہانی اوسکی لکھہ کی رکھدی یا جھولی میں لٹکادی رونا اور بیداری موقوف ہوگی۔

انتہائی کرم خوردہ۔ ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۴ : (۱۴،۲) ج : ۳ :۔ تصوّف

ندیریہ پبلک لائبریری (۴۸-۱۹۴۷)/۱۹۲

۱۵۵

لاینتہ

مصنف: حضرت نظام الدین اولیا

مترجم: مولوی ابوالحسن

(۵۲ صفحات) ۲۲ س م - ۱۶ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کتابت: ۱۰ شوال ۱۳۳۴ ہجری

اس مخطوطے میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اور ان کے دوسرے ہم عصروں کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ان خطوط کے ذریعہ فرقۂ صوفیا کی تشہیر و تبلیغ کی گئی ہے۔

آغاز: اس لقب سے حضور قطب زماں فخر الاولین والآخرین حضرت خواجہ غریب نواز محب النبی مولانا فخر الدین رضی اللہ عنہ ....

اختتام: ...... کریم کی یاد میں عاجزی سے رجوع کریں اور جو احکام اللہ پاک نے نازل فرمائے ہیں انکو قبول کریں اللہ بس باقی ہوس فقط۔

حواشی پر صوفیانہ اصطلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔

ذیلی عنوانات سرخ۔ غیر مجلد۔ ترقیمہ موجود نہیں۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۲۰۴۴۶/MS/MS/7X د ۰۱۶۸

۱۵۶

مرثیہ

نامعلوم

۸۰ صفحات۔ ۲ک۔ ۲۸ س م۔ ۱۲ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

یہ مخطوطہ مختلف مراثی پر مشتمل ہے اس میں شامل مراثی پیغمبر اسلام مختلف اصحابہ اکرام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نیز حضرت امام حسینؓ و امام حسنؓ کی یاد میں لکھے میں لکھے گئے ہیں۔

اس مخطوطے کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

آغاز: سنو مومناں اب کھول ماجرا — کتابوں میں دیکھا جو کچھ ہی سنا
کہانی ہے غم کی سنو کان رکھہ — توجہ سے دل کی ذرا دھیان کہہ . . . . .

اختتام: . . . ہم اوس چشمۂ فیض کے ہیں مرید — کہ لیتے ہیں سب نام اوسکا . . . .
ہماری نیتں اوسکی ہیں کامیاب — نہیں اوس سی برعکس ہوتا صواب

انتہائی کرم خوردہ۔ ذیلی عنوانات سرخ۔ ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم۔ ۱۰۵۳ - ۶۰

۱۵۷

نورنامہ

حسینی

(۱۸۲ صفحات) ۱۷ س م۔ ۶ سطور

نسخ۔ سیاہ روشنائی۔

کتابت: ۱۴ صفر ۱۱۳۹ ہجری۔

قرآنِ حکیم سے عربی اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔
یہ مخطوطہ اپنے وقت کے مشہور صوفی بزرگ " بندہ نواز گیسو دراز " کی متصوفانہ تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس میں انھوں نے سیرتِ نبوی اور عظمتِ خداوندی کا بیان کیا ہے۔ مخطوطے کی زبان قدیم دکنی اُردو ہے۔

آغاز: اوّل نور حق کا پی دِلمین رَهمرُونْ　　پچھن نورِ احمد سوں روشن کرونْ
گِتی هَمن حسینی جو محمدؐ کا نُور　　هے اس نُور کا نُور نامہ ظہور

. . .　　. . .

اختتام .... حُسینی کی حق میں مُحبّاں دُعا
کرو کربلا کوں لجا دی خُدا
کہ یو جا دی جنّت میں بحساب
پیری تا نہ اسیں سوال وجواب

کرم خوردہ۔ کچھ اوراق چسپی شدہ ہیں۔ پہلے دو صفحات سنہرے رنگ سے اور سرورق کا آدھا حصّہ سبز۔ سُرخ اور نیلے رنگوں سے مزیّن۔ عربی اقتباسات سرخ روشنائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۴ : (۲،۱۴) د :- جہاد

نیشنل میوزیم۔ ۱۷۷۳/۵۵،۷۳

۱۵۸
رسالہ جہادیہ (نسخہ اول)
نامعلوم
(۴ اوراق) ۲ک - ۷ا س م - ۱۱ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

خودنوشتہ -

اس مخطوطے میں لفظ "جہاد" کے معنی ومفہوم کی وضاحت کی گئی ہے اور اسلام کی تشہیر وترویج کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ مخطوطہ منظوم پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔

آغاز: بعد تمہید خدا نعت رسول اکرم

یہ رسالہ ہی جہادیہ کہ لکھتا ہی قلم

واسطے دین کے لڑنا نہ پئے طمع بلاد

اہل اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد ......

اختتام: ... اپنا ہی دی اور مسلمانو کو کر زور اور

وعدہ فتح جو ہی اُنسے کیا پورا کر

ہند کو اسطرح اسلام سی بھردی ای شاہ

کہ نہ آدمی کوئی او از جز اللہ اللہ

بوسیدہ حالت -

مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا - وہاں اس کا نمبر شمار ۹۴ تھا۔

ترقیمہ: تمام شد رسالۂ جہادیہ لکھا گیا واسطے شیخ محمود کی -

نیشنل میوزیم - ۱۷۶۳/۷۳-۵۵

۱۵۹

رسالہ ترغیب الجہاد (نسخۂ دوم)

نامعلوم

(۲۴-اوراق) ۲۰ س م - ۱۸ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

مثالوں کے لیے قرآن حکیم سے اقتباسات پیش کیے گئے ہیں۔
اس مخطوطے میں مختلف حدیثوں کی روشنی میں "جہاد" کی تشریح بیان کی گئی ہے۔
اور ان حالات کی وضاحت کی گئی ہے جن میں جہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مخطوطہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

آغاز: حمد بیشمار اوس قادر مطلق کو لایق ہی جو پربت کو رائی کری اور رائی کو پربت کری اور کمتر جانور مچہر سی نمرود ایسی سرکش کو ایک آنمیں مرڈالی .....

اختتام: .... لیکن تہوڑا مطلب اسکا نظم میں لکہا جاتا ہی کہ شوق والی مسلمان اس کو یاد کرلیں اور بار بار پڑہا کریں۔ انشا اللہ یہ کہ مسلمانوں کو شوق جہاد کا بڑہتا جائیگا۔

بوسیدہ جلد۔ کچھ حصہ سرخ روشنائی سے بھی لکھا ہے۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۵۰ تھا۔

ترقیمہ: تمت تمام این رسالہ ترغیب الجہاد۔

نیشنل میوزیم۔ ۱۸۸-۴۔ ۷۳/ - ۵۵

۱۶۰

رسالہ ترغیب الجہاد (نسخہ سوم)

نامعلوم

(۲۰- اوراق)۔ ۲۹ س م - ۱۵ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی

مثالوں کے لیے قرآن حکیم کے اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔
تفصیل کے لیے مخطوطہ ۱۵۹ دیکھیے۔

آغاز: حمد بیشمار اوس قادر مطلق کو جو پربت کو رائی اور رائی کو پربت کری جو مچہر سے نمرود کو

مروا ڈالي اور موسیٰ جنکی مدد سی فرعون سی بادشاہ کو . . . . .

اختتام: . . . . . اپنی بیر ور مسلمانونکو کر ڈور ادر

وعدۂ فتح جو اون سي ہی کیا پورا کر

ہند کو اسلام سے اسطرح بھردی لے شاہ

کہ نہ آدمی کوئي اور اواز جز اللہ اللہ

اطرافی حواشی اور قرآنی اقتباسات سرخ۔ خوبصورت جلد۔ سرورق نہیں ہے۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا۔ وہاں اس کا نمبر

شمار ۴۲/۸ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم - ۱۹۵۷/ ۲۳ - ۱۵

۱۶۱

رسالہ ترغیب الجہاد (نسخہ چہارم)

نامعلوم

۳۴ - اوراق - ۲۱ س م - ۹ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

کاتب: شیخ عطا اللہ

کتابت: ۱۲۵۵ ہجری (یہ تاریخ سرورق پر لکھی ہے)

مثالوں کے لیے قرآنِ حکیم سے اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔

تفصیل کے لیے مخطوطہ نمبر ۱۵۹ دیکھیے۔

آغاز . حمد بیشمار اس قادر مطلق کو لائق ہے جو پربت کو رائی کری اور رائی کو پربت

کری اور کمتر جانور مچھر سے نمرود ایسی سرکش کو ایک انمیں . . . . . .

اختتام: . . . . اور جہاد میں جانا فرض ہوجاتا ہے۔ لڑکے اور عورت اور

اندھی اور ایسے لنگڑی اور بیمار جو چل نہیں سکتا ہو جہاد فرض نہیں۔
ذیلی عنوانات سرخ۔ پارچہ جلد۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا اور وہاں اس کا
نمبر شمار ۴۹ تھا۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم۔ ۱۷۶۰ / ۷۳ - ۵۵

۱۶۲
رسالہ ترغیب الجہاد (نسخہ پنجم)

نامعلوم
۳۳ اوراق۔ ۲۱ س م۔ ۹ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔
کاتب: شیخ عطا اللہ
کتابت: ۲۱ جمادی الاوّل ۱۲۵۵ ہجری
تفصیل کے لیے مخطوطہ ۱۵۹ دیکھیے۔
آغاز: حمد بیشمار اوس قادر مطلق کو لائق ہی جو پربت کو رائی کری اور رائی کو پربت
کری اور کمتر جانور مچھر سے نمرود ایسی سرکش کو ایک آن میں .....
اختتام: .... لیکن تھوڑا مطلب اس کا نظم بھی لکھا جاتا ہے کہ شوق والی مسلمان
اس کو یاد کرلیں اور بار بار پڑھا کریں۔ انشا اللہ تعالیٰ کہ مسلمانوں کو شوق جہاد
بڑھتا جائیگا۔
اقتباسات کے نیچے سرخ لکیریں کھینچ کر واضح کیا گیا ہے۔
پارچہ جلد۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے آردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا اور وہاں اس کا نمبر شمار

۵۲ تھا۔
ترقیمہ : بخط شیخ عطاء اللہ تحریر یافت۔ ۲۱ جمادی الثانی سنہ ۱۲۵۵ ہجری

نیشنل میوزیم۔ ۱۶۷۰/ ۴۳ - ۵۵

۱۶۳
رسالہ ترغیب الجہاد (نسخہ ششم)

نامعلوم
۳۷ اوراق۔ ۲۰ س م - ۹ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
کاتب : شیخ عطاء اللہ
کتابت : ۲۱۔ جمادی الاول ۱۲۵۵ ہجری
مثالوں کے لیے قرآن حکیم کے اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔
تفصیل کے لیے مخطوطہ ۱۵۹ دیکھیے۔
آغاز : حمد بیشمار اوس قادر مطلق کو لائق ہی جو یہ بت کو رائی کری اور رائی کو یہ بت کری اور کمتر جانور مچھر سے نمرود ایسی سرکش کو ایک ایک انمیں .....
اختتام : .... لیکن تہوڑا مطلب اس کا نظم میں بہی لکہا جاتا ہے کہ شوق والے مسلمان اس کو یاد کریں اور بار بار پڑہا کریں۔ انشاء اللہ تعالی یہہ مسلمانوں کو شوق جہاد بڑہتا جائیگا۔
اقتباسات سرخ۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۶۴ تھا۔
ترقیمہ : بخط شیخ عطاء اللہ تحریر یافت۔ ۲۷ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۵ ہجری۔

۱۶۴

تحریص الغزا

نامعلوم

(۱۱۹- اوراق) ۲ک - ۲۰ س م - ۹ سطور

نستعلیق- سیاہ روشنائی

اس منظوم مخطوطے میں "جہاد" کے معنی، مفہوم اور اہمیت و ضرورت کو نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

آغاز : ایمیری اللہ تو ہی جان پناہ
مہر دبخشش سے تیری میرا نباہ
تو ہی بخشائندہ ہی اور مہربان
عیب پوس و جرم بخشش دغیب دان ....

اختتام : ...... زلزلہ ان تا ریو نیر ڈالدی
اور بہکا دی جلد اونکو بے لڑی
انکی شر وفتنہ سی ہمکو بچا
رعب انپر ڈالدی جلد انکو بہکا

سرورق پر "محمد بن علی الہادی" کے نام کی ایک مہر لگی ہے جو خط نسخ میں ہے۔

ذیلی عنوانات سرخ۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۶۱ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۴ : (۲۱، ۱۴) ل : ۱ :- سیرت

نیشنل میوزیم ۱۳۱۷ / ۷۳ - ۵۵

۱۶۵

دردنامہ

محبوب عالم

(۱۱۴- اوراق) ۲۰ک - ۲۱ س م - ۱۳ سطور

نستعلیق سیاہ روشنائی

کتابت : ۱- جمادی الاول ۱۲۴۶ ہجری

اس منظوم مخطوطے میں پیغمبر اسلام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات - سیرت - پیدائش اور وفات کے بارے میں لکھا گیا ہے اور آپ کے رفقا، کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے -

آغاز : حمد رب ہے خالق کون و مکاں
نور احمد سین بنایا چن جہاں
بول ای طوطی خبر دلدار کی
مست ہوں سن بات اس غمخوار کی ....

اختتام : .... رکھہ اب دین اپنی یاں ثابت قدم
کروں یاد تیری پڑا میں دمبدم
ایسے بات اوپر کروں میں تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

سرورق پر دو مہریں لگی ہیں - ایک مہر "محمد بن علی الہادی" کے نام کی ہے اور خط نسخ میں ہے اور دوسری مہر" وزیر الدولہ امیر الملک وزیر محمد خاں بہادر نصرت جنگ

۱۲۲۳ ہجری" کے نام کی ہے اور یہ خط نستعلیق میں ہے۔

ذیلی عنوانات فارسی میں لکھے ہیں اور سرخ ہیں۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۳۱ تھا۔

ترقیمہ: تمام شد ہذا الکتاب مسما بدرد نامہ تصنیف خالق و معارف آگاہ حضرت محبوب عالم مرحوم ساکن قصبہ جھجھر تحریر یہ بتاریخ یکم غرہ جمادی الثانی ۱۲۴۶ ہجری النبوی صلے اللہ علیہ وسلم حسب فرمایش خانصاحب مشفق مکرم کریم بخش خانصاحب تمت اختتام یافت۔

نذیریہ پبلک لائبریری۔ ۸۰

۱۶۶

ذکر اولاد رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم
پھول خان

۱۴ صفحات۔ ۲۴ س م۔ ۱۵ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

کتابت: ۵ رمضان ۱۲۶۲ ہجری

اس مخطوطے میں پیغمبر اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ مبارک تحریر کیا گیا ہے جو آپ کے آباؤ اجداد۔ عزیز و اقارب۔ شرکا حیات اور اولاد کے ذکر پر مشتمل ہے

آغاز: شکر بہت اوس ذات پاک خداے جل لہ وعم نوالہ اور درود بیحد اوسکے حبیب خاص پیارے رسول پر . . . . .

اختتام: . . . . . . جو کوئی بعد نماز کے یہہ درود ورد کریگا میں اوسکو قطعاً بخشونگا اور دوزخ آگ اُسے مس نہ کریگی۔

یہ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔
ترقیمہ: تمت تمام شد کار نظام شد بدستخط خام عاصی پر معاصی بہول خاں بتاریخ پنجم رمضان المبارک ۱۲۶۲ھ تحریر یافت۔

<u>نیشنل میوزیم۔ ۱۳۳۴/۷۳-۵۵</u>

۱۶۷

معراج نامہ
شاہ رؤف احمد

۱۰۷ صفحات۔ ۲۸ س م۔ ۱۳ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب: سید نجف علی

کتابت: ۱۲ شوال ۱۲۶۴ ہجری

تاریخ تصنیف: ۱۴ رجب ۱۲۵۰ ہجری

اس مخطوطے میں پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح اور سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور "واقعۂ معراج" کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آغاز: پاکی اور بے عیبی ہی اوسکی کہ واسطی کرامت کی لیے کیا بندے اپنی کو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ایک انمیں .... مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کی ....

اختتام: ..... پھر آل و اصحاب پر آپ کے۔ پھر ازواج و احباب پر آپکی۔

روح پر انکی اسجد اسج ابد تلک مدام
تازہ بتازہ سو صلوٰۃ لاکھوں ہیں نو بنو سلام

اطرافی حواشی سرخ۔ پارچہ جلد۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۵۴/۱ تھا۔

۱۶۵

ترقیمہ : مسمی بہ مرغوب القلوب نے معراج المحبوب تمام شد نسخہ معراج نامہ من تالیفات حضرت عمدۃ اولاریا مولانا شاہ رؤف احمد رافت بتاریخ چہاردہم شہر رجب المرجب روز یکشنبہ وقت چاشت ۱۲۵۰ ہجری دربلدہ دارالاقبال تال بہو کاتب نفیر حقیر سید نجف علی عاصی پر معاصی ساکن کوچہ قطبی بیگم کدر الہ آباد باشندہ شاہجہاں آباد صورت اتمام بتاریخ دوازدہم ماہ شوال بوقت دوپہر سنہ ۱۲۶۴ ہجری تمام شد۔

نذیریہ پبلک لائبریری ۔ (۴۸ - ۱۹۴۷ - ۳) / ۷۲

۱۶۸

مولود شریف (نسخہ اول)

نامعلوم

۲۶۶ صفحات ۔ ۲۵ س م ۔ ۱۳ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی

تاریخِ کتابت : ۱۹ شعبان ۱۲۶۱ ہجری

مثالوں کے لیے عربی اقتباسات پیش کیے گئے ہیں ۔

اس مخطوطے میں پیغمبر اسلام محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو آپ کی سیرت اور اہم واقعاتِ زندگی پر مشتمل ہے ۔

آغاز : انکی نظیر ..... آلہی ہی اونکا ...... نامنتہاہی

امام حسن اور امام حسین   رسولِ خدا کی ہیں یہ نورِعین ......

اختتام : ...... سبکو زندگانی صحیح سلامت بعد موت سکے بہشت مرحمت فرما ۔ دردد

رحمتِ حق اونکی جانِ پاک پہ ہو مدام سبکا اوس دوانِ پاک پہ ہو ۔

انتہائی کرم خوردہ ۔ سرورق سمیت شروع کے چند اوراق گم ہیں ۔

یہ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت رہ چکا ہے ۔

ترقیمہ : تمام شد مولود شریف بتاریخ نوازدہم شہر شعبان سنہ ۱۲۶۱ ہجری عقدسہ ۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ـــــ ۳۸۸

۱۶۹

مولود شریف (نسخہ دوم)

نامعلوم

(۱۳۶ صفحات) ۲۰×۱۲ س م - ۱۲ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی

کاتب: مظہر حسین

کتابت: ۳ رجب ۱۲۸۹ ہجری

عنوانوں کے لیے عربی اقتباسات پیش کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں سیرت النبوی کا بیان کیا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے "قصہ حضرت بلال" کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز: حمد بیحد اوس خدائی پاک کو
نور ایماں جسنے بخشا خاک کو
خاک کو یہ نور سرتاپا کیا
قطرۂ ناچیز کو دریا کیا ......

اختتام:... اَلحمدُ اللهِ عَلى اَذنكَ اَللّٰهُمّ وامتنا على حب حبيبك محمد صلى الله عليه وآله صحابه وسلم انا لله وانا الله راجعون تمت۔

خستہ حالت۔ بوسیدہ جلد۔ سرورق نہیں ہے۔

ترقیمہ: تمام شد مولود شریف بتاریخ سویم ماہ رجب یوم شنبہ وقت دوپہر ۱۲۸۹ ہجری
راقم عاصی مظہر حسین خلف میاں سید حیدر حسین مرحوم

نیشنل میوزیم۔ ۲۲۶c / ۴۳ - ۵۵

۱۷۰

نور نامہ
میاں فاضل

۱۶۷

(۱۳۰ اوراق) ۲ک - ۲۵ س م - ۱۳ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی

کتابت : ۹ جمادی الاول ۱۲۶۱ ہجری

اس منظوم مخطوطے میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو قرآن حکیم کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے۔

آغاز : کروں حمد میں پاک رب الغفور
که ظاہر کیا جسنی احمد کا نور
یہہ نورِ محمد ہی نور اللہ
که جسکا ہی خود دیکھہ قراں گواہ ....

اختتام : .... پڑھوں نور نامہ کو مر مرکے تک
نہ آدی میری دل میں کچھہ اور شک
تیرا نام ہو یا محمد کا نام
زبانپر دمِ آخری - والسلام

سرورق نہیں ہے۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۰۲ تھا۔

ترقیمہ : تمت تمام شد این کتاب نورنامہ تصنیف میاں فاضل صاحب کرم اللہ وجہہ تحریر شد نہم جمادی الاول ۱۲۶۱ ہجری۔

نیشنل میوزیم - B - ۲۲۶ / ۷۳ - ۵۵

۱۶۸

رسالۂ حدیث
فیاض الحق

(۲۴ صفحات)۔ ۲۵ س م۔ ۱۹ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب: محمد امین خان

کتابت: ۲۵ ذیقعد ۱۲٦۰ ہجری

تاریخ تصنیف: (۱۲۵٦ ہجری)

مثالوں کے لیے قرآن حکیم کے اقتباسات پیش کیے گئے ہیں۔

یہ مخطوطہ مختلف حدیثوں کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور اصحابہ اکرام سے آپ کی محبت و حلیمی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آغاز: تو مجھکو راہ محمد کی استوار دکھا
مجھی تو عشق حقیقی کی اب بہار دکھا ....

اختتام: .... الہی عشق مجازی سی تو رہا کیجؤ
الہی بخش دی فیاض کی خطاؤں کو

اطرافی حواشی اور اقتباسات سرخ۔ سرورق نہیں ہے۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۰۲ تھا۔

ترقیمہ: بدست خط عاصی حافظ محمد امین خان ۲۵ ذیقعد ۱۲٦۰ھ

نیشنل میوزیم۔ B۔ ۲۵۵/۷۳۔ ۵۵

۱۷۲

وفات نامہ

نامعلوم

(۱۹۱ اوراق) ۲ ل ۔ ۲۷ س م ۔ ۱۳ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

اس منظوم مخطوطے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا تذکرہ کیا گیا ہے

آغاز : وہی ھی سزاوار حمد و ثنا
کہ جسکی نہیں ابتدا، انتہاء
وہ بیشک ہے عالم کا پروردگار
کہ جسکی قدرت سی سب آشکار ....

اختتام : .... نہیں کہنی کی طاقت اب جی کو ھے
کہ یہہ غم وہی آہ اب جسکو ہی
بس اب ہی یہی خوب کم کر کلام
اور اوس شاہ پر پڑہ درود و سلام

بوسیدہ جلد۔ ذیلی عنوانات سرخ۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۱۰۱ تھا۔

ترقیمہ : الحمد اللہ والمنت کہ وفات نامہ با اختتام رسیدہ ۔

عزیز و اقارب :- ۲ : ل (۲ ؍ ۱۴) : ۱۴

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۔ ۳۸۸

۱۷۳
قصّہ حضرت بلالؓ

نامعلوم
(۵ - اوراق) ۲ک۔ ۵ ؍ ۲۰ س م ۔ ۱۳ سطور
شکستہ ۔ سیاہ روشنائی
کاتب : منظر حسین

۱۷۰

کتابت : ۵ - رجب ۱۲۸۹ ہجری
اس منظوم مخطوطے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و سوانح کو مختصر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

آغاز :
دل سے سنو مومنو یہہ داستاں
لکھتا ھے یوں راوئی رنگیں بیاں
عشق و محبت کے نشانی ھی یہہ
عاشق صادق کے کہانی ھی یہہ ......

اختتام : ...... خاک درت بر سر ما تاج باد
بر شب عمرت شب معراج باد
قصہ کیا ختم دعا پر تمام
بھیجو پیغمبر پر درود اور سلام

خستہ حالت۔
ترقیمہ : تمام شد قصۂ حضرت بلال بتاریخ پنجم ماہ رجب یوم دوشنبہ ۱۲۸۹ ہجری
راقم عاصی مظہر حسین پسر میاں حیدر حسین مرحوم و مغفور۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری ۱۶۴۶۶۶ / M2 , Ms , ILRAX , ۰۱۶۸

۱۷۴
جنگ نامہ شہیداں امام حسن و امام حسین
روشن علی

۲۳۸ صفحات - ۲ک - ۲۲ س م - ۱۶ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی
کاتب . عبد الرحیم
اس منظوم مخطوطے میں حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کی میدان کربلا میں شہادت کے

واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔

آغاز : شکر بولنا نت کر ہنار کا
ہے خالق وہی اب سنسار کا ....

اختتام: .... الٰہی کرم کن لکھن ہار پر
پڑہن ہار پہ اور سنن ہار پر

کرم خوردہ اور خستہ حالت۔ ذیلی عنوانات سرخ۔

ترقیمہ : تمت تمام شد جنگ نامہ شہیداں امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہ بوقت ظہر روز چہار شنبہ تاریخ دہم صفر سنہ جلوس شاہ عالم بخط شکستہ فقیر عبدالرحیم تحریر یافت۔

نیشنل میوزیم - ۱۹/۲۳۱۹ - ۵۵ - ۲۳/۲۳۱۹

۱۷۵

رسالہ اسماء الرجال

نامعلوم

۴۰- اوراق - ۲۸ س م - ۲۱ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

اس مخطوطے میں حروفِ تہجی کی ترتیب کے ساتھ اُن تمام خواتین کے نام درج کیے گئے ہیں جن سے یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری ہوتی تھی یا پھر جو آپ کے حکم کے مطابق اسلام قبول کر کے مشرف بہ اسلام ہو گئی تھیں۔

آغاز : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آسیہ بنت الحارث ، السعدیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی یعنی دودھ شریک بہن تھیں .....

اختتام : .... محمد بن سلیمان ہاشمی سے روایت کرتے ہیں کہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ وسلم کی وفات سے تیس برس قبل پیدا ہوئیں اور سنہ ہجری میں وفات

پائی -
ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۴ : (۱۴،۲) : ۱ :- حدیثیں

نیشنل میوزیم - ۲۱۹ - ۷۳ - ۵۵

۱۷۶
دقایق الحقایق

نامعلوم
(۷۸ - اوراق) ۲ک - ۲۰ س م - ۱۳ سطور
کاتب: عبدالعزیز خان
تاریخ تصنیف : ۱۲۴۰ ہجری
ذیلی عنوانات فارسی اور عربی میں لکھے ہیں۔
یہ مخطوطہ مختلف حدیثوں پر مشتمل عربی کتاب " مصباح الاخبار" کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔

آغاز :
کروں پہلی وصفِ خدائی کریم
کہ ہی خالق خلق وہ اور رحیم
وہ وحدت سی کثرت ہو یہ اگری
وہ خلقت کو یک کن سے پیدا کری ....

اختتام : ......
اس احوال کو جو سنی یا پڑھی
مصنف کی حقمیں دعا یہ کریے
تو کر اوسکی عفو خطا ای کریم
کہ ہی ذات تیری غفور الرحیم

اطرافی حواشی اور ذیلی عنوان سرخ۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۹۲ تھا۔

ترقیمہ: تمام شد بعون کردگار مصباح الاخبار از دستِ عصیاں بندہ بپاس خاطرِ عاطر بقلم ناقص بی تمیز پر تقصیر عاصی کبیر نقیر حقیر حافظ عبدالعزیز خاں ولد حافظ عبداللہ خاں چاہ خاستہ خان رام پور۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۱۹۴۷-۴۸) ۷۱/

۱۷۷

رسالہ ہدایۃ المومنین
سید اولاد حسن قنوجی

۲۷ صفحات - ۲۴ س م - ۱۴ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب: پھول خاں۔
کتابت: ۱۳ شوال ۱۲۹۱ ہجری

مثالوں کے لیے عربی اقتباسات بھی پیش کیے گئے ہیں۔
یہ مخطوطہ مختلف حدیثوں اور قرآنی آیات پر مشتمل ہے۔ اس میں اُن تمام آیات اور حدیثوں کو یکجا کر دیا گیا ہے جن میں اسلام کے احیا اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کی تعلیم دی گئی ہے۔

آغاز: شکر ہے جسنے بنایا ہمیں
راہ پیمبر پہ چلایا ہمیں
غم میں ہمیں صبر کی تعلیم کئے
راہ بتائی ہمیں تسلیم کی ....

اختتام : .... جو اسیر نہ سمجھے تو بہاڑ میں جاؤ اور اپنا سر کہاؤ موت قریب ہے منکر نکیر قبر میں سمجھا دیں گے ۔

سرورق نہیں ہے۔ کچھ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔

یہ مخطوطہ مولانا عبد الرؤف کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ : تمام ہوا یہ رسالہ ہدایۃ المؤمنین تاریخ تیرویں وقت دوپہر ماہ شوال سنہ ۱۲۹۱ھ دستخط بی ربط عاصی پُر معاصی بہادل خان ساکن مؤ قریب فرخ آباد کے واسطے خاطر اپنے لکہا گیا۔

نیشنل میوزیم - ۱۸٦ - ۴۳ - ۵۵

١٧٨

ظفر جلیل

ابو الخیر محمد بن محمد بن الجزری

مترجم : محمد قطب الدین

(۵۳۴ - اوراق) ۲۳ س م - ۱۵ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی -

کاتب : محمد خاں

کتابت : ۹ ربیع الثانی ۱۲٦۴ ہجری

مثالوں کے لیے عربی اقتباسات پیش کیے گئے ہیں -

یہ مخطوطہ عربی دعاؤں کی مشہور کتاب "حصن حصین" کا اُردو ترجمہ ہے اور اس میں شامل دعائیں مختلف حدیثوں پر مشتمل ہیں -

آغاز : حمد بیشمار ہی اوس پاک پروردگار کی لئی کہ ہمکو توفیق دی اپنی ذکر کیے اور راہ بتائی اپنی شکر کی یا الہی درود و سلام بیحد ......

اختتام : ...... بعد حمد قدیمی کہ حدیث حمدش ہر حادث را درین عالم حدوث ازمفیق

سہو حد اثت سن بر فراز صحو بر طبع مسمی میرساند۔
کچھ صفحات کے حاشیوں پر مشکل عربی الفاظ کی تشریح بھی کردی گئی ہے۔
خوبصورت جلد۔ عربی اقتباسات کو سرخ لکیروں کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۳۶ء تھا۔
ترقیمہ: خط بدخط فقیر حقیر سراپا پر تقصیر بندہ درگاہ محمد خاں خلف محمد عظیم خاں مرحوم ومغفور ساکن مصطفیٰ آباد معروف رامپور تحریر بتاریخ نہم وشہر ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۴ ہجری۔

۱۴ : (۲،۱۴۲) ۳ : ۲ : ۰ قرآنِ حکیم (قصص وتفسیرات)

نیشنل میوزیم ۸۵۲

۱۷۹

جواہر معنی
محمد فیاض خان

(۱۱۳- اوراق) ۲ک - ۳۰ س م - ۱۷ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
کاتب : مظہر الدین فیض محمد
کتابت : ۲۵ شوال ۱۲۶۰ ہجری

اس مخطوطے میں حضرت سلیمانؑ اور حضرت بلقیسؓ کے اس تاریخی واقعہ کی منظوم شرح بیان کی گئی ہے جو قرآن حکیم میں تحریر ہے۔

آغاز : کہاں اے گہر ریز معنی نگار ۔۔۔ عطارد رقم منشیٔ نام دار
تراش ایک قلم خطِ ریحاں نگار ۔۔۔ کہ ہر حرف میں جسکی ہو لالہ زار ۔۔۔۔۔۔

اختتام : ۔۔۔۔۔۔ پلا ساقیا جام صہبائی خام ۔۔۔ ہوا پختہ رنگ معانی تمام

غم اور رنج فیاض اب دور کر ــــ میں شادمانی سی مسرور کر

سرورق پر ایک مہر لگی ہے جس میں "امیر و وزیر محمد علی ۱۲۸۱ھ" درج ہے۔

عنوانات اور اسم الفاظ سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۲۳ تھا۔

ترقیمہ: الحمد اللہ کہ نسخہ جواہر معنی مشتمل بر احوال سلیمانی و بلقیس زہرہ پیشانی در عرصہ دو ماہ بحسب فرمودۂ جناب فیض آب سکندر شوکت سلیمان حشم رستم توان فریدون علم نواب والاخطاب محمد وزیر الدولہ بہادر جنگ دام ملکہ دراز دولتہ و حشمتہ مصنف نسخہ ہذا احمد فیاض خان ابن مولوی محمد عبد اللہ ابن مولوی محمد بشارت اللہ متوطن قصبہ بلاسپور عملہ پرگنہ راجپور علاقہ مصطفیٰ آباد عرف رامپور غفر اللہ کاتب خاکسار مظہر الدین فیض محمد ابن وزیر الدین احمد ساکن قصبہ بہرو بتاریخ بست و پنجم شہر شوال المکرم ۱۲۶۰ھ صورت اختتام یافت۔

نیشنل میوزیم ـ ۲۳۴۷/۳۷ ـ ۵۵

۱۸۰

شرح الصدر شریف

نامعلوم

(۱۰ اوراق) ۲۲ س م ـ ۲۴ سطور

شکستہ ـ سیاہ روشنائی

(خود نوشتہ)

کتابت: ۱۵ رجب ۱۳۱۹ ہجری

اس مخطوطے میں قرآن حکیم کے پارۂ "الم نشرح" کی تفسیر و شرح بیان کی گئی ہے اور اسی حصے میں "شق صدر" کا مشہور واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

آغاز: واضح ہو کہ اسمقام پر بسبب مناسبت اور استلزام ذکر شق صدر شریف ظاہری جناب سید عالم فخر بن آدم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم .....

اختتام: .... اس شرح صدر ظاہری کی مکرر ہونے کی وجہ بھی اس قصے کے بیان میں ذکر کیگئی جو مخفی اور پوشیدہ نہیں ہی۔

غیر مجلد

ترقیمہ: تمت تمام ۱۵ رجب المرجب ۱۳۱۹ھ ہجری

۱۸۱

تفسیر ہندی (حصہ اوّل)

مفسّر: عبد الحق محدث دہلوی

(۲۰۴- اوراق) ۳۵ س م - ۹ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

کاتب: امام الدین

کتابت: ۱۲۵۰ ہجری

اس مخطوطے میں قرآنِ حکیم کی کچھ سورتوں کی اُردو تفسیر پیش کی گئی ہے۔ اس کا آغاز "سورۂ ق" سے ہوا ہے اور مثالوں کے لیے ان کے عربی اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں۔

آغاز: سورۂ ق مکیۃ وہی و تلثون آیتاً ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قٓ والقرآن المجید ۔ قسم ہی اس قرآن بڑی شان والیکی ....

اختتام: .... وہ جو خیال ڈالتا ہی لوگو نیکے دل میں من الجنۃ والناس جنوںمیں یا آدمیوں میں۔ حدیث میں فرمایا ان سورتوں برابر کوئی دعا نہیں پناہ کے واسطے۔

بوسیدہ جلد۔ ناقص حالت۔ پہلے دو صفحات سنہرے اور دوسرے مختلف رنگوں
سے مزین ہیں۔
عربی اقتباسات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔
ترقیمہ: در سنہ الف و اثنا ماۃ و ستے وخمسین من ہجری النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہذا تفسیر ہندی من تصنیف مولوی عبد الحق دہلوی بحسب ارشاد
نواب صاحب ریاض نزول فیض بخش سیکساں صاحب الجود والکرم غریب نواز
دشمن گداز حاتم عصر نوشیروان دہر معدن حلم وسخا مخزن
دانش و شجاع محب العلماء والفقراء انسان علین الانسان فی العجم
صاحب السیف ذو العلم نواب صاحب امیر الدولہ نواب محمد امیر خان
بہادر در چھاؤنی لشکر طس اتر متصل قصبہ ٹونک در دریاء بناس از
دست حالت پای مساکین امام الدین متوطن لاہور اتمام یافتہ۔

نیشنل میوزیم B ۲۳۳۳ / ۷۳ - ۵۵

۱۸۲
تفسیر ہندی (حصہ دوم)
مصنف: عبد الحق محدث دہلوی
(۱۷۰ اوراق) ۳۵ س م - ۵ سطور
نستعلیق۔ سیاہ روشنائی
کتابت: ۴ صفر ۱۲۵۰ ہجری
اس مخطوطے میں قرآن حکیم کی کچھ اور سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور مثالوں کے لیے ان سورتوں کے اقتباسات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ اس مخطوطے کا آغاز "سورۃ صٓفّا" سے ہوا ہے۔
آغاز: بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجرًا فَالتّٰلِیٰتِ

ذَکَرَ الٰنَ اَلْهٰکُمْ دَلُوَاحِدٌ ۔ صف باندھنی والونکی قطار ہوکر .....

اختتام : ..... اَنِ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السمٰوٰتِ وَالاَرضِ واللّٰہ بَصِیرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ اللہ جانتا ہی چھپی بھید اسمانونکی اور زمین کی اور اللہ دیکھتا ہی جو کرتی ہو۔

بوسیدہ جلد۔ ناقص حالت۔ پہلے دو صفحات مختلف رنگوں کی آمیزش سے مزین کیے گئے ہیں۔ اطرافی حواشی اور عربی اقتباسات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔

ترقیمہ : ہذا تمت بالخیر تفسیر ہندی منزل ششم کلام مجید و فرقانِ حمید بعون اللہ تعالیٰ فی التاریخ چہارم ماہ صفر ۱۲۵۰ ہجری بروز پنجشنبہ صورت اتمام پذیرفت ۔

ندیریہ پبلک لائبریری ـــــــ ۱۵۲

۱۸۳

تفسیر پارۂ عم

مفسر : مولوی مراد اللہ انصاری

۳۶۰ صفحات ۔ ۱۹ س م ۔ ۱۴ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی

کاتب : حسین خان

کتابت : ۲۵ رجب ۱۲۴۵ ہجری

اس مخطوطے میں " پارۂ عم " کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ یہ تفسیر سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔

آغاز : سونا۔ ارام کرنا مشکل نا ہو اس ایک کے فضل سے ساری کار بار عالم کا بن کیا ....

اختتام : ...... اور انکی آل اولاد و اصحابان کبار ...... سبکی اوپر ہمیشہ ہمیسہ پہنچاتی رہیں۔

کرم خوردہ۔ شروع کے بہت سے اوراق گم ہیں۔ عربی اقتباسات سرخ لکیروں سے واضح کیے گئے ہیں۔ سرورق نہیں ہے۔

یہ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ : تفسیر عم سپارہ فی التاریخ بست و پنجم رجب المرجب ۱۲۴۵ ہجری قدس روز جمعہ کاتب الحروف عاصی پُر معاصی حسین خاں۔

۱۴ : (۲، ۱۴۲) م : ۳ :- زیارت گاہیں (خانۂ کعبہ)

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری — ۲۹۹

۱۸۴

تاریخ کعبہ

حضرت شاہ اسحاق دہلوی

۲۱- اوراق - ۲۶ س م - ۱۳ سطور

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی

دیباچہ فارسی میں لکھا ہے۔

اس مخطوطے میں خانۂ کعبہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور قرآنِ حکیم کی روشنی میں اس کی تعمیر کے کل حالات کو درج کیا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ دس ابواب پر مشتمل ہے۔

آغاز : اسطرح کہتا ہے محمد اسحق الہندی مولد المکّی حضرات! اب سنا چاہیئے کہ بنائے کعبہ دس مرتبہ واقع ہوئی ہے ......

اختتام : ..... منگوایا اوس کو بیچ چھاگلوں اور مشکوں کے اور ڈالتے تھے حضرت اوس کو یعنی اوس پانی کو بیماروں پر اور پلاتے تھے اون کو۔

خوبصورت جلد۔ عمدہ حالت۔ اہم تاریخی جگہوں اور لوگوں کے نام سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔

یہ مخطوطہ محمد امین ماہروی کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

١۴ : (١۴،٢،١۴) ن : دینیات : ١ :- نظریاتی

جامعہ ملیہ اسلامیہ - ١١

١٨٥
مثنوی جلوۂ طور
عبداللطیف خان
٢٠ صفحات - ٣ ک - ٢٧ س م - ١۴ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
خود نوشتہ

اس مخطوطے میں " واقعۂ معراج " کو نظم کیا گیا ہے -
آغاز : کیا مطلع ہی پُر از نور   چمکا جس سی ہی طالع طور ......
اختتام : .... قصہ جو کہا یہ میں پُر نور   ہی نام بہی اوسکا جلوۂ طور
خوبصورت جلد - مثنوی کے کچھ اشعار مختلف صفحات کے حواشی پر بھی لکھے ہیں -
ترقیمہ : تمت تمام شد بقلم عبداللطیف خان از کاسگنج ضلع ایٹہ -

جامعہ ملیہ اسلامیہ - ١٩ نومبر ١٩٢۴ / ٣٦

١٨٦
تصدیق الاسلام
(نصرت)
۴٠ صفحات - ٢ ک - ٢٢ س م - ١٦ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی

اس مخطوطے میں " اسلامی نظریہ " کو نظم کیا گیا ہے - یہ مخطوطہ ایک دوسرے فارسی مخطوطے

"دعائے سریانی" کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز: حمد کس سے ہو خدای پاک کی
ہی زباں تا سر رشتہ لولاک کے ....

اختتام: . . . . از برائے روح پاک مصطفےٰ
سُن لی نصرت کی دُعا رب العلیٰ

سرورق نہیں ہے۔

ترقیمہ: تمام شد رسالہ تصدیق الاسلام۔

۱۴: ۱ (۱۴،۲۰۱) ن: دینیات: ۲: - اخلاق

نیشنل میوزیم - ۲۳۲،۳- ۵۵

۱۸۷

ادعیات سفر بحر و بر

نامعلوم

۸۰ اوراق) ۲۷ س م - ۱۱ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

دعائیں عربی ہی میں لکھی ہیں۔

اس مخطوطے میں وہ دعائیں شامل ہیں جو مختلف اوقات میں دوران سفر پڑھی جاتی ہیں۔

آغاز: دعائیں سفر میں پڑھنے کی جو کوئی ان کو عمل میں لائیگا انشاءاللہ تعالےٰ وہ ہر آفت سے محفوظ رہیگا ....

اختتام: .... جس مقام میں یہہ حروف پڑھے جائیں اوسکا پڑھنے والا اپنی جان و مال سے محفوظ رہیگا اور تلف اور غرق سے امان پائیگا۔

خوبصورت جلد - اطراف حواشی شرح۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خرید اگیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۳۴ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم۔ (B) ۶۹۱ / ۴۳ - ۵۵

۱۸۸

کنز المصلیٰ

نامعلوم

(۸۰ اوراق) ۲ک - ۲۰ س م - ۱۵ سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

کتابت : ۲۸ محرم ۱۲۵۲ ہجری

یہ مخطوطہ بھی مختلف دعاؤں کا مجموعہ ہے اور منظوم پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔

آغاز : خدا کی ثنا اور صفت کر تمام
کہوں میں نبی پہ درود و سلام
صفت پھر کروں ال و اصحاب کے
کہ تابع ہیں اونکی سبھی امتی ....

اختتام : ...... کیا میںنی اس مختصر کو تمام
محمد نبی پہ درود و سلام
سخن بھی میرا سراپا خطا
بجز کو نسے ہی چشم لطف عطا

مخطوطے پر "حافظ محمد احسان" کے نام کی ایک مہر لگی ہے۔

ناقص اور خستہ حالت۔ عنوانات سرخ۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۳۹ تھا۔

ترقیمہ : تمت تمام شد نسخہ کنز المصلی بتاریخ بست و ہفتم شہر محرم الحرام ۱۲۵۲ ہجری بوقت چاست روز شنبہ۔

<u>انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز</u>

۱۸۹

(مجہول الاسم)

نامعلوم

(۸۲- اوراق) ۲ک- ۱۲/۱س م- ۱۳ سطور

نستعلیق- سیاہ روشنائی۔

اس مخطوطے میں جو منظوم پیرایہ میں لکھا گیا ہے اسلام کے مختلف ارکان جیسے روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا بیان کیا گیا ہے اور قرآنِ حکیم کی روشنی میں ان کی افادیت و اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

آغاز : کہین بعد مغرب کی ہر روز کو
پڑہی دو رکعتاں سبہی کام کو
دوجی ماں الم نشرح پہل ہیں والضحیٰ
پڑہی بعد الحمد کی یہہ سدا . . . . .

اختتام : . . . . . پہر یہہ ایک ورجہ سنوں یا حبیب
غمو نمیں صبر جن کیا اون نصیب
صبر کسکون کہتی ہیں سُن دلکی کان
پڑہی ہو کہہ درموت جو بان جان

ناقص حالت- بوسیدہ جلد- اطرافی حواشی اور عنوانات سرخ۔

سرورق نہیں ہے۔
یہ مخطوطہ مراد آباد سنبھل کے حکیم افتخار احمد نے مندرجہ بالا کتب خانے کو تحفتاً دیا۔ شروع اور آخر کے بہت سے اوراق گم ہیں جس کی وجہ سے سرورق اور ترقیمہ موجود نہیں ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ لائبریری ۔ ۱۵۱

۱۹۰
(مسائل)
نامعلوم
(۲۳۵- اوراق) ۲۰٫۱۵ س م - ۱۱ سطور
شکستہ - سیاہ روشنائی۔
کاتب: شیخ نظام الدین۔
کتابت: ۹ ذوالحجہ ۱۲۷۷ ہجری
اس مخطوطے میں مختلف حدیثوں اور تفسیروں سے استفادہ کرکے بہت سے مسائل کو یکجا کیا گیا ہے۔
آغاز: ھدایہ سکوات، تفسیر حسینی، تفسیر جواہر قاضی خان، منہاج الانوار، لطایف شاہیے، یہ سب کتابونمیں سے تہوڑی تہوڑی مسئلہ لکھا ہوں ......
اختتام: ..... بعد ہماری پیغمبر کے وقت جبل قبیس کے اوپر پتھر کو اونکار اور ابراہیم کعبہ بناتے وقت ایک پتھر کے مراتق چھید رہا تہا۔
کرم خوردہ۔ کچھ اوراق گم ہیں اور آب زدہ ہوگئے ہیں۔ سرورق بھی گم ہے۔
ترقیمہ: کاتب الحروف بندہ حقیر از کمترین ضعف من عباد الیہ الصمد بندۂ خاک روخاک پائیں تراب الاقدام بندہ درگاہ رب العالمین شیخ نظام الدین بن شیخ میراں جمعدار مقام بنوتیل بندہ روز جمعہ تاریخ نوم ماہ ذالحجہ ۱۲۷۷ ہجری جرب قلم شد اتمام۔

نیشنل میوزیم - ۲۳۳۹/ ۷۳ - ۵۵

۱۹۱
(دُعائیں)

نامعلوم
(۵- اوراق) ۲۶ س م - ۱۱ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
شالوں کے لیے قرآن حکیم سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔
یہ مخطوطہ نامکمل ہے۔ اس میں مختلف دعائیں اور تعویذ گنڈے یکجا کر دیئے گئے ہیں۔
آغاز: جو شخص چاہے کہ میں نہیں تھکو تو چاہیئے اوسکو کہ سے مرغ کے بازوؤں کی دو ہڈیاں مجوف اور باندہ لے اونکو کبھی نہیں تھکے گا اور نارس کے ......
اختتام: . . . عند الموت واعوذ بک من ان اموت فی سبیلک مدبراً و اعوذ بک من ان اموت لدیغاً
سرورق نہیں ہے۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۲۵ تھا۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم - ۹ - ۲۲۵/ ۷۳ - ۵۵

۱۹۲
قیامت نامہ
فیاض الحق
(۳۱- اوراق) ۲۷ س م - ۹ سطور

نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی

تاریخ تصنیف: ۱۲۵۶ ہجری

مثالوں کے لیے عربی اقتباسات بھی نقل کیے گئے ہیں ۔

اس مخطوطے میں بہت سی دعائیں شامل ہیں اور قرآنِ حکیم کی روشنی میں روزِ حشر کا بیان کیا گیا ہے اور اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس دن اپنی اُمّت کے لیے بارگاہ خداوندی میں رحمت وعافیت کی درخواست کریں گے ۔

آغاز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہٖ واصحبتہ اجمعین اما بعد ایک دن اس حقیر خاک فیاض الحق سے ایک دوست ......

اختتام: ...... الٰہی عشق مجازی سی تو رہا کیجیو
مجھی تو عشقِ حقیقی کی اب بہار دکہا
الٰہی بخشدی فیاض کی خطاؤں کو
جمال احمد مختار با وقار دکہا

اطرافی خواشی نیلے اور سرخ ۔ سرورق نہیں ہے ۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۰۲ تھا۔

ترقیمہ: الحمد اللہ کہ نسخہ قیامت نامہ باختتام رسید۔

نیشنل میوزیم ۔ ۲۴۶ / ۷۳ - ۵۵

۱۹۳

رسالہ نماز

مولانا عبید

(۳۱ اوراق) ۲۱ س م ۔ ۹ سطور۔

نستعلیق۔ سیاہ روشنائی۔

مثالوں کے لیے قرآنِ حکیم سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں نماز کی اہمیت اور اس کے ارکان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آغاز: الہی شکر تیری احسان کاکہ تونی ہماری دل کو روشن کیا اور زبان کو گویا کیا اور ایسی نبی مقبول کو خلق اللہ کی ہدایت کی واسطی . . . .

اختتام: . . . . . . پروانکی راہ بہی ہرگز نہیں مانگنا اونکی نصیب وہ رضامندی نہیں کہ جو آخرت میں فائدہ دی۔ تمت بالخیر۔

اس مخطوطے پر خطِ نسخ میں ایک مہر بھی لگی ہے جس میں "محمد ہادی بن علی ۱۲۸۱ھ" کا نام درج ہے۔

خوبصورت پارچہ جلد۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۲۲۸ تھا۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم - ۴۰۴ / ۶۳ - ۵۵

۱۹۴

رسالہ لذت النماز

رستم خاں

(۴۷ - اوراق) ۲ک - ۲۵ س م - ۱۳ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

کتابت: ۱ محرم الحرام ۱۲۶۰ ہجری

مثالوں کے لیے قرآن حکیم سے اقتباسات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں بھی نماز کے ارکان کو منظوم پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

آغاز: کروں پہلی توحید پروردگار — کہ جسنے بنایا ہی لیل و نہار

یہ دیکھہ اوسکی قدرت تو ای ذوفنون — کھڑا کر دیا آسمان بی ستون ......

اختتام: ...... کیا اسکی تاریخ پر جب شمار

لئے سن جب دو صد ساٹھہ اور یک ہزار

بتاریخ اول سہ شنبہ کے دن — مہینے محرم میں تو اسکو گن

عنوانات سرخ ۔ سرورق پر تحریر عبارت سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ مصنف رستم خاں نے اس رسالے کو نواب ٹونک کو پیش کیا تھا اور نواب ٹونک کے ہی اُردو ذخیرۂ کتب سے یہ مخطوطہ خریدا گیا۔ وہاں اس کا نمبر شمار ۱۵۸ تھا۔

ترقیمہ: تمت تمام نسخہ لذت النماز تصنیف رستم خان ولد کلن خان ساکن رام پور

نذیریہ پبلک لائبریری (۴۸-۱۹۴۷) - ۱۱۴

۱۹۵

رسالہ تقریر الصلوٰۃ

نامعلوم

۷۸ صفحات - ۲ ک - ۲۲ س م - ۱۳ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب: پیر بخش

کتابت: ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۶۸ ہجری مطابق ۱۸۵۲ عیسوی

مثالوں کے لیے عربی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں نماز اور اس کے ارکان کے علاوہ نماز کے بعد پڑھی جانے والی مختلف دعاؤں کا بیان کیا گیا ہے۔

آغاز: الٰہی شکر تیری احسانکا ادا کروں کس زبانسے کہ ہماری زبانِ گویا کی اپنی نام کو

اور دلکو ردشنے زبی . . . . . .

اختتام : . . . . کہ سرحضرت سجاہد رنج — نہ بود یاکہ پانزدہ پا پنج
بسکر بابی ترا بحنیر تمام — تاسگر جاشت رانکوی شام

کرم خوردہ - خستہ حالت - عنوانات سرخ -

یہ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت رہ چکا ہے -

ترقیمہ : کاتب الحروف عاصی پُرمعاصی پیر بخش بتاریخ بست دہفتم ربیع الثانی ۱۲۶۸ ہجری مطابق ۱۸۵۲ برای شیخ عبداللہ تحریر یافت -

جامعہ ملیہ اسلامیہ - ۱۱

۱۹۶

شمس الہدایت
(عبدالشریف خان)

(۳۰ صفحات) ۳ ک - ۲۰ س م - ۱۶ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

ذیلی عنوانات فارسی میں لکھے گئے ہیں -

اس مخطوطے میں مختلف موضوعات جیسے نماز - ذکر - ریاضت - تواضع - حق گوئی - نیکی - ذکاوت اور غصہ وغیرہ کے بارے میں لکھا گیا ہے اور "اسلام" کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا گیا ہے -

آغاز : حمد بیحد ادس خدائی پاک کو — زیب ایما جسنی بخشی خاک کو
قالب ادم میں پہونکا روح کو — ادسینی طوفانسی بچایا نوح کو . . . . .

اختتام : . . . . جو پڑہی اسکو کوئی مرد خدا — یاسنی اسکو لگا کر دل جدا
ادنسی میں کرتا ہوں عرض مدعا — میری بخشش کی کریں حق سی دعا

191

یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے "جلوۂ طور" کے ساتھ مجلد ہے۔
خوبصورت جلد۔ سرورق گم ہے۔
ترقیمہ: فقط راقم عبدالشریف خاں از بھٹونہ

نیشنل میوزیم۔ B - ۲۶۱ / ۷۳ - ۵۵

۱۹۷
صوم نامہ
نامعلوم
(۱۵- اوراق) ۲۶ س م - ۱۷ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
کاتب: مرزا احمد بیگ
کتابت: ۹ شوال ۱۲۶۹ ہجری
شاہدوں کے لیے عربی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔
یہ مخطوطہ عربی کتابوں "دُرِّ مختار" اور "امداد الفتاح" کے ان ابواب کا اُردو ترجمہ ہے جن میں روزہ اور اس کے ارکان سے بحث کی گئی ہے۔
آغاز: اس باب میں بیان اسکا ہی کہ روزہ کس چیز سے جاتا رہتا ہی اور کس چیز سے ثواب اوسکا باطل ہوتا ہی اور کس چیز سے ثواب اوسکا کم ہوتا ہی۔ . . . . .
اختتام: . . . . . . اور وہ روزہ بعضوں نے کہا ہی کہ عاشورہ کا تہا اور بعضوں نے ایام حیض کے اور اختلاف کیا ہی علمانی کہ نماز افضل ہی یا روزہ۔
غیر مجلد۔ کچھ اوراق گم ہیں۔ ناقص حالت۔ سرورق نہیں ہے۔
یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۰۲ تھا۔
ترقیمہ: ایں کتاب صوم نامہ نوشتہ بمقام مٹیا محل بروز جمعہ بتاریخ ۹ شوال ۱۲۶۹ ہجری

اختتام یافت۔

۱۴ : (۲، ۱۴) ن : دینیات : معاشرتی

۱۹۸

(مثنوی شاہ دلہہ)

حضرت شاہ محمد معروف شاہ دلہہ

۷۳- اوراق - ۲ ک - ۲۰ س م - ۱۵ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی۔

کاتب : قیوم احمد

کتابت : ۲۸ شعبان ۱۲۷۱ ہجری۔

تاریخ تصنیف : ۱۲۶۹ ہجری

اس مخطوطے میں شاہ دلہہ کی ان تعلیمات کو یکجا کر دیا گیا ہے جو وہ اپنے پیروؤں اور مریدوں کو دیا کرتے تھے۔ ان میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یگانگت اور ان کی معاشرتی اقدار کو بلند کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

آغاز : حمد و نعت ہے ذات شاہد المثال

نقطہ ہیچوں .... چوں باجمال ....

اختتام : .... نو سے پُر نور ہے یہہ مثنوی

بی شبہہ منظور ایز کی ہوی

کرم خوردہ - چھپاں شدہ - ذیلی عنوانات سرخ۔

ترقیمہ : تمت تمام شد تذکرہ الشاہد افضال حضرت شاہ اللہ قدس اللہ سرہ العزیز بتاریخ بست و ششم ماہ شعبان المعظم ۱۲۷۱ ہجری بروز دوشنبہ بوقت یکپاس روز برآمدہ

بخط بے ربط کمترین گناہ گار قیوم احمد بانصرام رسید۔

نیشنل میوزیم۔(B) ۸۱۷ /۷۳۔۵۵

۱۹۹

نصیحۃ المسلمین

خرّم خان

(۳۲۔ اوراق) ۲ک۔ ۲۵ س م۔ ۱۵سطور

شکستہ۔ سیاہ روشنائی

خود نوشتہ

کتابت: ۱۲ ذوالحجہ ۱۲۴۱ہجری

تاریخ تصنیف: ۱۲۳۲ہجری (یہ تاریخ دیباچے کے تیسرے صفحے پر درج ہے)

مثالوں کے لیے قرآنِ حکیم سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

مذکورہ مخطوطے میں 'شرک' اور 'بدعت' جیسی برائیوں سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور ایسی ساری لعنتوں سے مسلم معاشرے کو پاک کرنے اور اصلاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

آغاز: سبحان اللہ کیا شان ہی تیری کہ بغیر مدد دوسری کی اتنی بڑی اسمان اور زمین کو کس خوب صورتی کی ساتھہ پیدا کیا......

اختتام: ..... تو اپنی حال میں کچھہ سوچ خورم
زباں اب بند کر واللہ اعلم

ناقص حالت۔ کچھ اوراق بچیپیاں شدہ۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۲۰ تھا۔

ترقیمہ: ساتھہ مدد خدای جل شانہ اعلی کے رسالہ نصیحۃ المسلمین بتاریخ دوازدہم شہر

ذالحجہ ہجری بوقت سہ پہر تمام یافت -

نیشنل میوزیم - ۸۵۳ / ۷۳ - ۵۵

۲۰۰

قاطع الشرک

مرزا اکبر علی خاں

۱۱۷ - اوراق) ۲۰ س م - ۹ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

نو نوشتہ

تا بت : ۶ ربیع الاول ۱۲۵۷ ہجری

مثالوں کے لیے قرآنِ حکیم سے اور مختلف حدیثوں سے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں قرآنِ حکیم اور حدیثوں کی روشنی میں شرک جیسی برائیوں سے بچنے پر زور دیا گیا ہے۔

آغاز : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَضْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَ اَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ ...

اختتام : .... دین اور دنیا میں تمہاری بھلائی ہی اور خدا اور رسول صلعم تمہیں راضی ہونگی قیامت کی دن اور تمکو بہشت ملی یکے شکر اور احسان پاک پروردگار کا۔

سرورق پر " محمد بن علی " کے نام کی ایک مہر لگی ہے۔

ناقص حالت - اقتباسات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا

نمبر شمار ۴۰۸ تھا۔

ترقیمہ : راقم کتابت مصنف رسالہ ہذا مرزا اکبر علیخان متخلص بہ کُل ابن نواب رضا علی بیگ خاں مرحوم ولد افتخار الدولہ بہادر نواب محمد بیگ خاں فیروز جنگ ہمدانی بتاریخ ششم شہر ربیع الاول ۱۲۵۷ ہجری تمام شد۔

دہلی یونیورسٹی لائبریری - ۱۶۴۶۸۲ / ۱۲ و ۰۱۶

۲۰۱

ہجو

نامعلوم

۸ صفحات (۱۸ تا ۲۵) - ۲ ک - ۲۲ س م - ۱۵ سطور

شکستہ - سیاہ روشنائی

کاتب : درگا ناتھ کنور

اِس مخطوطے میں حنیف عرف قاضی نام کے کسی شخص کی ہجو کی گئی ہے - یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے " طول وعرض ممالک محروسہ ہندوستان " کے ساتھ مجلد ہے۔

آغاز : لعنت اوس کس پی جسکا نام ہی حنیف
قاضی کہتے ہیں اوسکو عقل کثیف ......

اختتام : ...... آفرین تجکوں واہ ری قاضی
رعیت و فوج تجسے ناراضی

مومیایا مخطوطہ - ترقیمہ موجود نہیں۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۴۸-۱۹۴۷) ۳۶

۲۰۲

رسالہ ہدایتہ المومنین

مصنف : حسن قنوجی
مترجم : سید اولاد حسن
نستعلیق۔ سیاہ اور سرخ روشنائی
کاتب : سید عبدالقادر
کتابت : ۱۲ جمادی الاول ۱۲۴۳ ہجری
تاریخ تصنیف : ۱۲۳۹ ہجری

مذکورہ مخطوطے میں اسلامی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے اور شرک و بدعت سے مسلمانوں کو دور رہنے کی نصیحت کی گئی ہے۔

آغاز : شکر خدا جن نے بنایا ہمیں
راہ پیمبر پہ چلایا ہمیں
علم میں ہمیں صبر کی تعلیم دی
راہ بتلائی ہمیں تسلیم کی ......

اختتام : .... اگر اسیر نہ بوجہل .... ہو
خدائی مہر ہی دلپر بٹھائی
حسن خاموش ہو اتنا بہت ہے
جس چاہی خدا اوسکا سوجھائی

انتہائی کرم خوردہ۔ یہ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت رہ چکا ہے۔
ترقیمہ : تمام شد ایں رسالہ بتاریخ دوازدہم شہر جمادی الاول سنہ ۱۲۴۳ ہجری۔

نذیریہ پبلک لائبریری (۴۸-۱۹۴۷) ۸۳

۲۰۳
تقویۃ الایمان (نسخۂ اوّل)
مولوی محمد اسمٰعیل

۱۱۲ صفحات - ۲۵ س م - ۱۵ سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
کاتب : محمد امین خاں
کتابت : ۱۲۷۶ ہجری
مثالوں کے لیے عربی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں قرآنِ حکیم کی روشنی میں ان باتوں کی وضاحت کی گئی ہے جن کا تعلق حق گوئی اور پارسائی سے ہے۔ مصنّف نے "بدعت وسنت" کے درمیان فرق اور ان کے معنی ومفہوم کو واضح کیا ہے اور شرک وبدعت سے دور رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ یہ مخطوطہ دو حصّوں میں تقسیم ہے، پہلے حصّے میں 'وحدت' کا بیان ہے اور باری تعالیٰ کی حمد کی گئی ہے اور دوسرے حصّے میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

آغاز : الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہمکو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلائی اور اصل توحید سکھائی ......

اختتام : ...... اسطرح اپنی فضل سے بدعت اور سنت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون تعلیم کرا اور بدعتی مذہبونسی نکال کر اسنی پاک طبع کرا۔ آمین رب العالمین۔

عنوانات سرخ - یہ مخطوطہ مولانا عبدالرؤف کی ملکیت رہ چکا ہے۔

ترقیمہ : تمام رسید نسخہ تقویۃ الایمان من تصنیف مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بتاریخ یازدہم شہر شوال ۱۲۷۹ ہجری در ٹونک تحریر یافت فقط محمد امین خان۔

۲۰۴
تقویۃ الایمان (نسخۂ دوم)
مولوی محمد اسمٰعیل

۱۴۷ صفحات ۔ ۵ء ۲۹ س م ۔ ۱۳ سطور
شکستہ ۔ سیاہ روشنائی
کاتب: عبداللہ احمد
کتابت: ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۴۳ ہجری
مثالوں کے لیے عربی اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔
تفصیل کے لیے مخطوطہ ۲۰۳ دیکھیے۔

آغاز: الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کہ ہمکو تونے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بنایا اور سیدہی راہ چلایا ......

اختتام: ...... بدعتی نہ ہوئیں سے نکال کر دینے پاک میتے سنت کر آمین ۔ یارب العالمین وآخر دعنا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

کرم خوردہ ۔ پہلے بیس اوراق خستہ حالت میں ہیں ۔ عربی اقتباسات کو سرخ لکیروں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے ۔

یہ مخطوطہ مولوی عبدالرؤف اور مرزا جان کی ملکیت میں رہ چکا ہے ۔

ترقیمہ: تمت الباب الاول کتاب تقویۃ الایمان من تصنیف مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی بتاریخ یازدہم شہر جمادی الثانی ۱۲۴۳ ہجری النبوی صلے اللہ علیہ وسلم ۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

۲۰۵

(تقویۃ الایمان) (نسخۂ سوم)

شاہ اسمٰعیل شہید

(۹۱ اوراق) ۔ ۲۵ س م ۔ ۱۷ سطور
شکستہ ۔ سیاہ روشنائی
مثالوں کے لیے قرآن حکیم سے اقتباسات بھی نقل کیے گئے ہیں ۔

تفصیل کے لیے مخطوطہ نمبر ۲۰۳ دیکھیے۔

آغاز : بسم اللہ الرحمن الرحیم الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذاتِ پاک کو کہ تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین اور سیدھی راہ چلایا ......

اختتام : ...... اور جسکام سے چاہتا ہے وہی باز بھی رکھتا ہے اور جسکام کا چاہتا ہے وہی دلمیں ارادہ بھی آدمی کے ڈال دیتا ہے۔

پہلے صفحے پر "محمد عمر تھیلی شہر جونپوری" کے نام کی مہر لگی ہے۔

کرم خوردہ - بہت سے الفاظ سرخ روشنائی سے بھی تحریر ہیں۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

نیشنل میوزیم - ۷۹۷ / ۷۳ - ۵۵

۲۰۶

تقویۃ الایمان (نسخۂ چہارم)

شاہ اسمٰعیل شہید

۱۱۴ - اوراق - ۲۷ س م - ۱۷ سطور

نستعلیق - سیاہ روشنائی

کاتب : نظام الدین

کتابت : ۲۱ رجب ۱۲۶۳ ہجری

مثالوں کے لیے قرآن حکیم سے اور مختلف حدیثوں سے اقتباسات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

تفصیل کے لیے مخطوطہ نمبر ۲۰۳ دیکھیے۔

آغاز : الٰہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہمکو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا ......

اختتام : ...... اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر اور بدعتی بد مذہب ہو منیر

سی نکالکر پاک متبع سنت کر آمین یارب العالمین۔
بوسیدہ جلد۔ اقتباسات سرخ لکیروں کے ذریعے واضح کیے گئے ہیں۔
یہ مخطوطہ صادق حسین کی ملکیت رہ چکا ہے۔
ترقیمہ: الحمد اللہ کتاب تقویۃ الایمان تصنیف مولانا و سیدنا العالم الزاہد الحافظ الحاج الغازی الشہید مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صبح کی ہوئی مولوی زین العابدین صاحب کی بخط بدنمط نظام الدین اخوان زادہ کی ۱۲۶۳ ہجری میں رجب کی اکیسویں تاریخ تمام ہوئے۔

۱۵ : سماجیات : نمبر ۱۵/۱ : ازدواجی جنسی تعلقات

۲۰۷

لذت النسا

نورالدین حسین خان

(۲۲-اوراق)۔ ۲ک - ۲۱س م - ۱۱سطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
خود نوشتہ
کتابت: ۲۸ شعبان ۱۲۵۲ ہجری
مذکورہ مخطوطے میں مرد اور عورت کے مابین جنسی تعلقات اور ان سے متعلق تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔
آغاز: ہی یہ ٹھیک قدرت خلاق عشق حل کر موتا کیفیت وطاق عشق
فاش کر ...... یوسف کا بھید
دیں یعقوب کردینا سفید ......

اختتام : .... ساقیا سب یار او ٹھہ گئی ہم رہے
محض تیری جام مل کے واسطے
دیکھہ نا رخصت ہوں تجھسی ہم ہی اب
باتوں باتوں لکھہ دیا یہ نامہ سب

سرورق پر "منشی رگھوناتھ سنگھ ہاجر دہلوی" کی ایک مہر لگی ہے۔
کرم خوردہ ۔ ذیلی عنوانات سرخ ۔

ترقیمہ : از دستخط مرزا نورالدین حسینخان بتاریخ بست و دوم شعبان روز پنجشنبہ
۱۲۵۲ ہجری

۲۰۸
نسخہ خلاصۃ العیش

نامعلوم
مترجم : منشی رگھوناتھ سنگھ ہاجر دہلوی
نستعلیق ۔ سیاہ روشنائی
خود نوشتہ
تاریخ تصنیف : ۱۸۰۰ عیسوی

اس مخطوطے میں مرد وزن کے جنسی تعلقات اور اس سے متعلق دیگر تفصیلات بیان کی گئی ہیں ۔ اس کے دیباچے کے مطالعے سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کو پہلے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا اور اس کے بعد فارسی سے اُردو ترجمہ کیا گیا ۔

آغاز : اول حمد و سپاس بیقیاس واجب ہے اوس قادر مطلق اور ایزد برحق کو کہ جسنے ایک کُن میں کونین کو بنایا اور اپنی قدرت کاملہ سے ......

اختتام : ...... اور مرد روبروا سکے کھڑا ہوکر آلت کو درمیان فرج کے داخل کرکے حرکاتِ مباحقہ کرے اور دونوں بہ اتفاق یکدم منزل ہوں نام اس جلسے کا صورت القوت ہے۔

سرورق پر "منشی رگھوناتھ سنگھ راجہ دہلوی" کی ایک مہر لگی ہوئی ہے۔

ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۵ : سماجیات نمبر ۲ر۱۵ : معاشرتی رسومات

نیشنل میوزیم ۔ ۱۴ .N.M / ۱۹۶۲

۲۰۹

مثنوی میر سلطان علی

میر سلطان علی

(۲۱ صفحات)۔ ۳۳ ک ۔ ۲۲ س م ۔ ۲۷ سطور

شکستہ ۔ سیاہ روشنائی

تاریخ تصنیف : ۱۲۴۵ ہجری

اس مخطوطے میں راجہ چندو لال کے پوتے مہاراجہ نرنیدرا کی شادی کا احوال لکھا گیا ہے۔ اور اس ضمن میں دوسری رسومات اور ان کی جزئیات کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں جیسے لباس، جواہرات۔ موسیقی۔ محلات، آرائش و زیبائش وغیرہ۔ اس احوال کو منظوم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

آغاز : خداوندا یہہ ہی جتنا کہ امکاں
تیری ہی فضل سے ہیں شاد و شاداں
عجب خالق ہی تو اللہ اللہ
ہی تیری حمد میں ہر قل ھو اللہ ....

اختتام : .... رکھی حق اونکو دنیا میں کرامی
سدا پیوویں شراب نیکنامی
طلب کی یہ دُعا ھی حق تعالےٰ
تجھی رتبہ دی اس رتبہ سے اعلےٰ

صفحہ چھ پر "سید غلام محی الدین بہادر" کے نام کی ایک مہر لگی ہوئی ہے۔
سرورق نہیں ہے۔ ذیلی عنوانات سرخ۔
ترقیمہ موجود نہیں۔

۱۶ : کھیل کود

نیشنل میوزیم - ۲۲۸۱ / ۷۳ - ۵۵

۲۱۰
رسالہ مجموعۂ بھیگ
میر نواب
(۶۱ - اوراق) - ۲۱ س م - ۱۲ اسطور
نستعلیق - سیاہ روشنائی
خود نوشتہ

یہ مخطوطہ "فن پٹا بازی" کے موضوع پر تحریر کیا گیا ہے۔
آغاز : سپاس بیقیاس اوس ذات پاک کو جسنی محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو مالک شریعت اور بانا اسلام کا پٹا دین کا سکھایا اور طرف میدان .....
اختتام : .... ہاتھہ سیدہی سارا بدن تیار رہي ہاتھہ چپخي کي کمر تیار رہی۔
ہاتھہ چاروں طرف سلامي کے چاروں ہاتھہ پاؤں تیار رہیں۔
ناقص حالت۔ سرورق سنہرے۔ سرخ اور نیلے رنگوں سے مزین ہے۔

اصطلاحیں سُرخ روشنائی سے لکھی گئی ہیں۔

یہ مخطوطہ نواب ٹونک کے اُردو ذخیرۂ کتب سے خریدا گیا اور وہاں اس کا نمبر شمار ۱۹ تھا۔

ترقیمہ : بدست نام و قلم خام و مرکب رفتہ از کام و بکاغذ مختلف الاوراق صورت اختتام یافت۔

اشاریہ

مخطوطہ نمبر

ابوالحسن، شاہ	۱۶
ابوالخیر	۱۴۱
ابوالخیر محمد بن، بن الجزری	۱۷۸
ابوالنصر قطب الدین سلیمان جاہ	۳
ابوسراج	۱۱
آتش حیدر علی	۷۰
احسان، حافظ محمد	۱۸۸
اختر اقبال	۵۶
اخلاص شاہ	۸۳
اخلاق جلالی	۱۹
اخوان الصفا	۱۴۰
ادعیات سفر بحر و بر	۱۸۷
آرایش محفل	۳۲ - ۳۳
ارشاد السالکین	۱۵۱
اسلام امیر اللہ	۱۱۵
اسمٰعیل شاہ شہید	۲۰۵ - ۲۰۶
اشارات التعلیم	۱۷ - ۱۸
اشرف علی سید	۲۲
اظہار التحجیح فی احوال المسیح	۱۴۱

	مخطوطہ نمبر
کرامت علی اظہر	۵۰
افتخار احمد	۱۸۹
افسوس میر شیر علی	۳۲-۳۳-۳۴
افغانی جلال الدین	۱۹
اکبر آبادی۔ اصغر علی	۱۵
اکرام الدین	۱۴۲
اکرام علی	۱۴۰
الخفی۔ محمد علی قادری	۹۰
الم محمد حسین	۶۹
الم نشرح	۱۸۰
امام الدین	۱۸۱
امان علی	۷۱
امانت اللہ	۱۹
امداد۔ محمد امداد علی خاں	۷۴
امراؤ سنگھ	۱۷-۱۸
امیر بخش	۲۲
امیر خاں	۱۰
امین رام دیال	۱۳۱
انتخاب خلاصۃ التواریخ	۳۴-۳۵
انتخاب کلام ہاجر دہلوی	۹۸
انجم افروز	۴۷
انشاء یوسفی	۳۹
انصار احمد	۹۱

	مخطوط نمبر
انصاری مراد اللہ	۱۸۳
اولاد حسن سید	۲۰۲
ایجاد رنگیں	۹۶ - ۹۷
آئینۂ نسواں	۴۱
بالا پرشاد	۱۲۵
بدر منیر	۱۰۹
بدری پرشاد	۱۲۵
بشیر الدین، محمد	۱۴۴
بلگرامی - سید علی	۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۴۶ - ۱۳۴ -
بلند اقبال	۶۳
بے نظیر	۱۰۹
بیڈن پول - بیڈن ہینزی	۴۳
بیگ - عالم علی	۳۵
بیگ - مرزا احمد	۱۹۷
پدماوت	۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲
پرشاد - ہری کشن	۱۲۶
پنا لعل	۲۳
پنڈت کیشو داس	۱۳۰
پنک صاحب	۳
پھول خاں	۱۶۶ - ۱۷۷
پیر بخش	۱۹۵
تاریخ تعریفات الفنون	۲۱
تاریخ تمدن عرب	۲۷

	مخطوطہ نمبر
تاریخ جنگ کابل	۲۶
تاریخ روم	۳۷
تاریخ فرخ آباد	۳۱
تاریخ کعبہ	۱۸۴
تاریخ ہند	۳۶
تحریر الشہادتین	۱۴۳
تحریص الغزا	۱۶۴
تحسین۔ میر محمد عطا حسین خاں	۵۱
تحفۃ العلوم	۱۵۴
ترجمہ تاریخ عبدالفدا	۲۲
تصدیق الاسلام	۱۸۶
تفسیر پارۂ عم	۱۸۳
تفسیر ہندی	۱۸۱ - ۱۸۲
تقویۃ الایمان	۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰۶
تواریخ تولد قاضی زین الدین ہچولی	۱۶
تھامس۔ مسز	۹
حیدر علی۔ تھامس	۸۷
ٹیپو۔ واعظ علی	۵۲
جامع الاخلاق	۱۹
جان عالم	۴۹
جان محفل	۹۸
جائسی۔ ملک محمد	۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲
جعفر زٹلی۔ میر	۷۵

	مخطوطہ نمبر
جعفری۔ محمد عمر	۳۳۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰
جلال الدین حیدر	۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰
جنگ نامہ دو جوڑہ	۳۰
جنگ نامہ شہیداں	۱۷۴
جواب محمدیہ اور ردِّ نصاریٰ	۱۴۲
جواہر معنی	۱۷۹
جوگ بششٹ	۱۳۹
جوہر	۲۰
جہاں آرا	۱۱
جیمس	۶
چراغ جگر متین	۶۵
چندر بدن و مہیار	۶۴
چندر سین	۹۳
چہل محفل غم	۱۵۲
حسن۔ سید اولاد	۱۷۷
حسن۔ علی عنایت	۹۳
حسن۔ محمد حسن	۷۲
حسن قنوجی	۲۰۲
حسین۔ محمد ہزبر	۱۵۳
حسینی	۱۵۷
حیدر علی۔ ٹامس	۷
حیدری۔ سید حیدر بخش	۵۲
حیرت دہلوی	۳۶

	مخطوطہ نمبر
خان۔ اکبر علی	۸-۳۸-۱۳۳-۲۰۰
خان۔ حسین علی	۲۶
خان۔ خرم علی	۱۹۹
خان۔ رحمان احمد	۶۸
خان۔ سعادت علی	۸۱
خان۔ سعادت اللہ	۲۵
خان۔ شیخ مہدی علی	۷۱
خان۔ عبد الشریف	۱۹۶
خان۔ عبد اللطیف	۶۵-۱۸۵
خان۔ عبد العزیز	۱۷۶
خان۔ عنایت اللہ	۱۲۶
خان۔ فیض اللہ	۳۰
خان۔ محمد اسمٰعیل شاہ	۳۷
خان۔ محمد امین	۱۷۱-۲۰۳
خان۔ محمد عبد العزیز	۳۷
خان۔ محمد علی	۲۳-۳۰
خان۔ محمد علی بخش	۱۱۵
خان۔ محمد عمر	۶۰
خان۔ محمد فیاض	۱۷۹
خان۔ محمد فصیح اللہ	۸۰
خان۔ محمد متین	۴۱
خان۔ محمد محمود علی	۳۷
خان۔ محمد مشتاق حسین	۳۰

	مخطوطہ نمبر
خان۔ محمد نیاز علی	۳۷
خان۔ محمد وحید علی	۳۱
خان۔ محمد وزیر	۳۵۔ ۱۴۰
خان۔ مہدی حسن	۱۰۳
خان۔ نصیر احمد	۴۰
خان۔ نور الدین حسین	۲۰۷
خان۔ وزیر محمد	۱۶۵
خان۔ یار محمد	۱۸
خندۂ غدر	۳۱
داستان زریں مہر	۴۸
داستان شہزادۂ شمس الضحیٰ	۴۷
دردنامہ	۱۶۵
درگا شیو رام	۹۵
دریائے عشق	۶۸
دقائق الحقائق	۱۷۶
دہا دتی	۹۲
دیباچہ ایکٹ مالگذاری	۴۲
دیباچہ مترجم تاریخ تمدن عرب	۲۹
دیبی پرشاد	۷۹
دیوان آتش	۷۰
دیوان الم	۶۹
دیوان امداد	۷۴
دیوان تھامس	۸۷

	مخطوطہ نمبر
دیوان جعفر زٹلی	۷۵
دیوان حسن دہلوی	۷۳
دیوان خواجہ میر درد	۷۶ - ۷۷
دیوان ذکی	۷۱
دیوان زند	۸۲
دیوان سودا	۸۳ - ۸۴
دیوان شفق	۸۵
دیوان ضیا	۹۱
دیوان طبیب	۸۶
دیوان ظفر	۹۰
دیوان گویا	۷۲
دیوان محسن	۷۹
دیوان میر ممنون	۷۸
دیوان نثار	۸۱
دیوان نیر	۸۰
دیوان ولی	۸۸
دیوان یقین	۸۹
ڈائری ٹامس حیدر علی	۷
ڈائری جیمس	۶
ڈائری شور	۵
ذکر اولاد رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶۶
رادھے لال	۱۱۸
رام سہائے	۱۱۹

	مخطوطہ نمبر
رامائن	۱۳۷
رجب علی بیگ سرور	۴۹
رحیم اللہ	۴۹
رسالۂ اسماء الرجال	۱۷۵
رسالۂ تحقیق تنقیح	۴۰
رسالۂ ترغیب الجہاد	۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳
رسالۂ تقریر الصلوٰۃ	۱۹۵
رسالہ جہادیہ	۱۵۸
رسالہ حدیث	۱۷۱
رسالہ علاج البہایم	۲
رسالہ علم ہیئت	۳
رسالہ لذت النماز	۱۹۴
رسالہ مجموعہ بھیگ	۲۱۰
رسالۂ مہلہ	۱۳
رسالۂ نکاح	۱۴۹
رسالہ نماز	۱۹۳
رسالہ ہدایت المومنین	۱۷۷-۲۰۲
رستم خان	۱۹۴
رسک برہا	۱۳۰
رند۔ سید محمد	۸۲
رنگین۔ سعادت یار خاں	۱-۹۶-۹۷
روشن علی	۱۷۴
رؤف احمد۔ شاہ	۱۶۷

	مخطوط نمبر
سبحان رائے	۳۲
سبحان علی۔ شیخ	۶۲
سدا سکھ	۱۱۱
سراج الدین احمد	۲
سرور۔ رجب علی بیگ	۵۰
سری سکنت	۱۳۵
سری مد بھاگوت دسم اسکند	۱۳۸
سعید حسن	۱۰۱
سلطان علی۔ میر	۲۰۹
سلک گوہر	۱۳
سلیم احمد۔ محمد	۱۱۹
سودا۔ مرزا رفیع	۸۳۔۸۴۔۹۹
صورتی۔ خیر الدین	۱۵۱
سہائے۔ گوپال لال جی	۹۵
سید۔ فدا حسین	۲۶
سیر غالب	۱۴
سیفی۔ سید محمد عبد القادر	۱۳
شاہ۔ ابراہیم عادل	۹۳
شاہ اسحق	۱۸۴
شاہ دلشد	۱۹۸
شاہ محمد	۱۹۸
شاہ۔ نصیر الدین حیدر	۳
شبلی نعمانی	۱۳۲

	مخطوطہ نمبر
شرح الصدر شریف	۱۸۰
شرح قوانین پنجاب	۲۴
شرف السعد بذکر شہادت اشرف الشہدا	۱۵۳
شفا	۸۵
شق صدر	۱۸۰
شمس الضحیٰ	۴۷
شمس الہدایت	۱۸۴
شکر سہائے	۱۰۴-۱۰۶-۱۱۷-۱۲۳
شور۔ جارج شیبہر	۵
شورش عشق	۱۵
شہید۔ شاہ اسمعیل	۲۰۵-۲۰۶
شیخ عبداللہ	۱۹۵
شیخ عطاء اللہ	۳- ۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳
صادق حسین	۲۰۶
صراط المستقیم	۱۴۸
صوم نامہ	۱۹۷
ضیاء	۹۱
طاہر دہلوی۔ رگھونندن سنگھ	۹۸
طبیب۔ عبدالباقی	۸۶
ظفر۔ بہادر شاہ	۹۰
ظفر جلیل	۱۷۸
عاجز۔ عارف الدین خاں	۱۰۲
عالم خاں	۳۴

	مخطوطہ نمبر
عباسی۔ خلیفہ معظّم	۳۰
عبدالحق	۱۸۱ - ۱۸۲
عبدالحمید	۱۴
عبدالرحیم	۱۷۴
عبدالرؤف	۲۱ - ۲۲ - ۳۶ - ۵۱ - ۹۰ - ۱۰۵ - ۱۶۸ - ۷۷ ۱۸۳ - ۱۹۵ - ۲۰۲ - ۲۰۴
عبدالسلام۔ محمد	۴۲ - ۴۳ - ۴۴
عبدالعزیز۔ شاہ	۱۴۳
عبدالغفور۔ سیّد	۲۶
عبدالفدا	۳۲
عبدالقادر۔ سیّد	۲۰۲
عبدالملک	۱۱
عبدالوہاب۔ سیّد	۱۴۳
عبید۔ مولانا	۱۹۳
عرشی۔ امتیاز علی خاں	۳۸ - ۱۳۳
عزیز	۱۹
عسکری۔ سیّد حسن	۵۹ - ۶۰
عشرت۔ غلام علی مشہدی	۱۲۱ - ۱۲۲
علم الفرائض	۱۴۵
علی خلیل	۷۰
علیم الدین۔ محمد	۶۱
عنایت اللہ	۱۴۵
غافل۔ محمد ہادی حسن	۱۵۲

	مخطوطہ نمبر
غالب۔ اسد اللہ خاں	۸ - ۱۴
غالب کی قیام گاہ رام پور کی یادگار تقریب	۸
غلام جیلانی	۱۴۶
غلام علی	۵۵
غلام محی الدین	۲۰۹
فاروقی۔ ابو الحسنات بیدل	۱۴
فاضل صاحب	۱۷۰
فرس نامہ	۱
فرہنگِ غالب	۳۸
فسانۂ عجائب	۴۹ - ۵۰
فیاض الحق	۱۷۱ - ۱۹۲
فیض محمد۔ مظہر الدین	۱۷۹
فیض نقشبندیہ	۱۵۱
قاضی ہیجولی	۱۶
قاطع الشرک	۲۰۰
قصہ بہرام گور	۵۲
قصہ جلال الدین حیدر	۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰
قصہ چار پری	۱۲۳
قصہ چہار درویش	۵۳ - ۵۴
قصہ حضرت بلال	۱۷۳
قصہ سوداگر بچہ	۱۲۷ - ۱۲۸
قصہ شاہ روم	۱۲۹
قصہ صنوبر و شمشاد	۱۲۶

	مخطوطہ نمبر
قصہ کام روپ و کام لتا	۱۲۵
قصہ گربہ	۵۵
قصہ گلزار گل رو	۱۲۴
قصہ ماہ منیر و خوب چہرہ	۶۱
قصہ ماہ منیر و خوب چہرہ	۶۲
قصہ نور الدہر	۶۳
قمر علی۔ سید	۸۴-۸۹
قیام الدین	۲۳
قیامت نامہ	۱۹۲
قیوم احمد	۱۹۸
کاکوروی۔ بھگونت رائے	۱۱۸
کتب خانہ سلیمان جاہی	۱۱۰
کرپا رام	۲۴-۱۰۶
کول۔ وان لوڈرنٹ	۴۶
کلام سودا	۹۹
کلام نظیر اکبر آبادی	۱۰۰
کلیات نظامی رامپوری	۱۰۱
کنور۔ درگا ناتھ	۹۴-۱۰۳-۱۲۴-۱۲۸
کنز المصلیٰ	۱۸۸
کنہیا لعل	۵۱
کوبرائی	۱۳۶
کوپرنیکس	۴
کورچھتر درپن	۱۳۶

	مخطوطہ نمبر
کیمن۔ ایم	۳۷
گردھاری لال	۱۳۸
گل حسن	۱۴۵
گلدستۂ شجاعت	۹
گلزار کشمیر	۲۴
گلشن عشق	۹۳
گویا	۷۲
لائبریری آف الیگزینڈریہ	۴۶
لاپتہ	۱۵۵
لذت النسا	۲۰۷
لعل و گوہر	۱۰۲
لی بون	۲۷
ماہروی۔ محمد امین	۱۸۴
مثنوی اعجاز عشق	۱۰۴
مثنوی جلوۂ طور	۱۸۵
مثنوی چہرہ	۱۰۵
مثنوی ریاض العاشقین	۱۰۸
مثنوی زہرہ بہرام	۱۱۸
مثنوی سحر البیان	۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴
مثنوی شام غریباں و نالۂ تسلیم	۱۱۵
مثنوی شاہ دلہ	۱۹۸
مثنوی شعلہ عشق	۱۱۶-۱۱۷-
مثنوی گل و صنوبر	۱۰۶

		مخطوط نمبر
	مثنوی مظہر الانوار	۱۰
	مثنوی میر تقی میر	۱۰۷
	مثنوی شام غریباں ذالہ تسلیم	۱۱۵
	مجلس جوہر	۲۰
	مجموعۂ شمس	۴
	مجموعۂ واسوخت	۱۰۳
	مجہول الاسم	۱۸۹
	محبوب عالم	۱۶۵
	محمد اسمعیل	۲۰۴ ۔ ۲۰۳
ر	محمد بخش	۱۱۳
ر	محمد بن علی	۲۰۰ - ۱۲۵
کر	محمد حسن	۷۹
کر	محمد خان	۱۷۸ - ۹
کلا	محمد رحیم	۸۶
کلا	محمد رحیم اللہ	۱۰
کلب	محمد عسکری	۱۵
کنوا	محمد علی	۱۷۹
کنز	محمد عمر	۱۱۹ - ۶۹ - ۶۲ - ۶۱ - ۴۸ - ۴۷ - ۴۵
کنہیا	محمد عمران	۱۵۰
کوبرا	محمد قطب الدین	۱۷۸
کوپرنہ	محمد مقیمی	۶۴
کورچا	محمد ہادی	۱۵۳
	محمد ہادی بن علی	۱۹۳ - ۱۴۸

[redacted]

	مخطوطہ نمبر
مدن گوپال	۴۴
مرثیہ	۵۶
مرزا جان	۲۰۴
مرئیتہ الاقالیم	۲۳
مصباح الاخبار	۱۷۶
مصحفی	۷۰
مظہر حسین	۱۳ - ۱۹۹ - ۱۷۳
معراج نامہ	۱۶۷
معین الدین ۔ محمد	۲۱
مقبول حسین	۴
مقدمہ تاریخ تمدن عرب	۲۸
مقدمہ کلام غالب	۱۳۳
مکتوبات مظہریہ	۱۲
موازنۂ انیس و دبیر	۱۳۲
مونس الارواح	۱۱
مولود شریف	۱۲۸ - ۱۶۹
مہر لقا	۵۹
مہر نگار	۴۹
میر امن	۵۳ - ۵۴
میر حسن	۷۳ - ۱۰۵ - ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴
میر درد	۷۶ - ۷۷
میر ضیا	۱۰۹
میر مقصود	۳۹

	مخطوطہ نمبر
میر ممنون	۷۸
میر- میر تقی	۶۸ - ۱۰۴ - ۱۰۷ - ۱۱۷
میر نواب	۲۱۰
میر صاحب	۳
مینائی- امیر احمد	۱۳۱
نادر شاہ	۸۶
ناز پرور	۶۳
نباہ - ہر کیسے ناتھ	۹۵
نبی بخش	۶۴
نجف علی سیّد	۱۶۸
نجم سعادت	۲۵
نسخۂ خلاصۃ العین	۲۰۸
نصیحتہ المومنین	۱۹۹
نصرت	۱۸۶
نصرت جنگ	۱۶۵
نصرتی	۹۳
نظام الدین	۱۰۸
نظام الدین اولیا	۱۵۵
نظام الدین شیخ	۱۹۰
نظیر اکبر آبادی	۱۰۰
نظم الجواہر	۱۳
نظم الہدایت	۱۴۶
نقشبندی عبد اللہ شاہ	۱۵۱

	مخطوطہ نمبر
نند راسین	۱۳۵
نوازش علی	۱۴۵
نور نامہ	۱۵۷-۱۷۰
نوطرز مرصع	۵۱
نیتر- محمد فصیح اللہ	۸۰
واثق- سید محمد	۷۱
واسوخت امیر	۱۳۱
وصیت نامہ	۴۵
وصی- وصی حسین	۱۳۸
وفات نامہ	۱۷۲
ولی دکنی	۸۸
ہاجر دہلوی- رگھو ناتھ سنگھ	۳۹-۵۵-۸۳-۹۲-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۲۷-۲۰۷-۲۰۸
ہجو	۹۴
ہدیۂ ابراہیم	۱۱
ہدیۂ محمدیہ فی ردّ بدعت الوجودیہ	۱۴۴
ہرناتھ	۸۱
ہنومان پرشاد	۱۳۹
یار محمد	۱۸
یقین	۸۹

NV-

انجمن ترقی اردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

اردو ادب

اڈیٹر

خلیق انجم

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

انجمن ترقی اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

اُردو ادب

اڈیٹر

خلیق انجم

انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی

(شمارہ ۳،۴)

۱۹۷۴ء

قیمت سالانہ :- بیس روپے

قیمت فی پرچہ ، پانچ روپے

پتہ :

انجمن ترقی اُردو (ہند) دلّی

اُردو گھر، راؤز ایونیو - نئی دلّی

مالک انجمن ترقی اُردو (ہند) دلّی۔
پرنٹر پبلشر، ڈاکٹر ناصر حسین نقوی نے کوہ نور پریس دلّی میں چھپوا کر
دفتر انجمن ترقی اُردو (ہند)، نئی دلّی سے شائع کیا۔

فہرست

۱۔ حرفِ آغاز — ایڈیٹر — ۴

۲ شعری روایت اور تجربے کی نوعیت۔ عنوان چشتی — ۵

۳۔ ٹونک کی قدیم و جدید علمی و ادبی انجمنیں اور مشاعرے۔ منظور الحسن برکاتی — ۲۰

۴۔ احتشام حسین نظر نظریں۔ — عبدالقوی دسنوی — ۷۱

۵۔ راجستھان کا ایک پُرنور اُردو ماہنامہ
رسالہ "آفتاب جھالاوار" — مفتوں کوٹوی — ۸۹

۶۔ مرزا عباس بیگ محشر بنارسی۔ — مرزا احسن بیگ — ۱۱۷

تبصرے

۱۔ تنقید سے تحقیق تک — انجم جمالی — ۱۲۳

۲۔ مطالعہ خطوطِ غالب — ایم۔ حبیب خاں — ۱۲۶

حرفِ آغاز

علی گڑھ سے دہلی منتقل ہونے کے بعد انجمن کے کئی شعبوں میں نمایاں ترقی ہوئی۔ مثلاً "ہماری زبان" پہلے سے کچھ بہتر ہوا۔ اس کے خریداروں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا۔ کتابوں کی اشاعت کی رفتار بڑھی۔ انجمن کی کچھ اور پرانی کتابوں کے اڈیشن شائع کیے گئے۔ کچھ نئی کتابیں چھاپی گئیں۔ لیکن نئے حالات کا "اُردو ادب" پر بڑا اثر پڑا۔ پروفیسر آل احمد سرور کے زمانے میں اُردو ادب پابندی سے شائع ہو رہا تھا، ہمیں افسوس ہے کہ پابندی قایم نہیں رہ سکی۔ اس کے مختلف وجوہ ہیں لیکن بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ اُردو ادب کے خریدار بہت کم ہیں، اگر ہمارے پڑھنے والے اس طرف توجہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُردو ادب کے خریداروں میں اضافہ نہ ہو۔

اس وقت "اُردو ادب" کے اقبال نمبر، امیر خسرو نمبر اور انیس نمبر تیار ہیں۔ یگانہ نمبر کے لیے ابھی چند مضامین کی ضرورت ہے۔ دو تین مہینے میں یہ تمام نمبر شائع کر دیے جائیں گے اور آئندہ پوری کوشش کی جائے گی کہ "ہماری زبان" کی طرح "اُردو ادب" بھی پابندی سے نکلتا رہے۔

خلیق انجم

عنوان چشتی

شعری روایت اور تجربے کی نوعیت

(۱۸۵۷ء سے قبل)

اردو شاعری کے ابتدائی دور میں ہی ہندی فارسی روایات کی آمیزش ہونے لگی تھی۔ شعراء نے زبان، تکنیک، اسلوب، اصناف اور روایات کی سطح پر دونوں سے استفادہ کیا۔ دکنی شاعروں نے ہندی چھندوں کے ساتھ فارسی عروض، ہندی ہیئتوں کے ساتھ فارسی صنعتیں اور بعض فارسی روایات مثلاً امرد پرستی کے ساتھ ہندی روایات مثلاً عورت کی طرف سے اظہارِ عشق کو قبول کیا۔ زبان پر بھی ہندی اور فارسی کا ملا جلا اثر نظر آتا ہے۔ مگر آہستہ آہستہ ہندی کی طرف سے بے نیازی اور فارسی اصناف واسالیب کی طرف توجہ ہوتی گئی۔ اس منزل پر پہنچ کر ایک طرف اردو شاعری ہندی روایات اور اسالیب سے انحراف کر رہی تھی اور دوسری طرف فارسی اصناف واسالیب کو مثالی سمجھ کر ان کی ہو بہو تقلید کر رہی تھی۔ اس عمل کے نتیجہ میں دو نمایاں رجحانات نظر آتے ہیں ایک فارسی ہیئتوں کی تکمیل کا اور دوسرا عروض و بلاغت کی روشنی میں جدت پیدا کرنے کا۔ چونکہ ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان میں کوئی ایسا معاشی و سماجی انقلاب نہیں تھا جو زندگی کو نئے افق سے آشنا کرتا۔ اس لئے اس دور کے تہذیبی مظاہر میں بھی کوئی عظیم تبدیلی نظر نہیں آتی۔ پھر بھی مواد کی معمولی سی تبدیلی سے ہیئت کی تکمیل کا عمل

[redacted]

جاری رہا اور اس میں کسی قدر جدت بھی رونما ہوئی ۔ یہ جدت روایت سے بچ کر چلنے، احساس زبان و اسلوب کی بعض خصوصیات اور ہیئتوں میں ہلکے سے تغیر کی صورت میں نظر آتی ہے چنانچہ سطور ذیل میں ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک روایات اور جدت کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا گیا ہے ۔ اس خاکہ میں دو رنگ ہیں ۔ پہلا فارسی اصناف و اسالیب کے دائرہ کی جدتوں کا رنگ ہے، جس میں غزل، مثنوی، مرثیہ، رباعی، مسمط اور نظم کی ہیئت کے تجربوں کے ساتھ مستزاد اور صنائع لفظی و معنوی کی جدتیں شامل ہیں ۔ دوسرا ہندی اصناف و اسالیب کا رنگ جس میں ہیں اور اندر سبھا کا تجربہ ہندی اصناف سخن مثلاً گیت دوہا، چوبولا چوپائی وغیرہ اور ہندوستانی سنگیت کی دھنوں میں ڈھلی ہوئی شعری تخلیقات مثلاً ٹھمری وغیرہ کے تجربات شامل ہیں ۔

غزل کی ہیئت میں تجربے | غزل کی ہیئت میں لچک نہیں مطلع سے مقطع تک ہر شعر ایک ہی سانچہ میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے جس میں بحر اور قافیہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔ ایک مثالی غزل میں مطلع، اشعار اور مقطع کا ہونا ضروری ہے مقطع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں ۔ باقی اشعار کے دونوں مصرعوں میں قوافی آتے ہیں ۔ بعض غزلوں میں ردیف بھی ہوتی ہے ۔ ہمارے قدیم شاعروں نے بحر و قوافی کی پابندی سے انحراف کی کچھ صورتیں نکالی ہیں۔

بیشتر اردو غزلیں فارسی بحروں میں ہیں ۔ ان میں بعض بحریں ہمارے مزاج سے ہم آہنگ ہیں ۔ بعض بحریں ہمارے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتیں ۔ اس لئے ایسی بحروں میں محض قادر الکلامی اور عروض دانی کے جوہر دکھلانے کے لئے غزلیں کہی گئی ہیں ۔ اسی بنا پر بعض اوزان کو پسندیدہ اور بعض کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے ۔ پسندیدہ اوزان کو "مطبوع" اور ناپسندیدہ اوزان کو "نامطبوع" کہتے ہیں ۔ نامطبوع اوزان میں لکھی گئی غزلوں کو کسی حد تک روایت سے انحراف کہا جاسکتا ہے ۔

اے دل کچھ انہیں تیری خبر نہیں ؛ تیری چاہت میں نگوڑے اثر نہیں (انشا)
عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے ؛ کہ اپنے سایہ سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے (غالب)

اس طرح قدما کے یہاں بعض غزلیں بحرِ طویل میں نظر آتی ہیں۔ بحرِ طویل ایک آزمائش ہے۔ اس میں ایک معمولی بات کو بھی زیادہ الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ شاعر کی قادر الکلامی اور تخلیقی قوت کا انحصار اس بات پر ہے کہ بحرِ طویل میں شاعر کس حد تک اطناب کے عیب سے بچ سکا ہے ؎

گل رخا سیم تنا مہر قدا مہ لب تر رشک دُر و گوہر والماس ترے دانت ہیں مرجان
اے پری چہرہ خوش الحان دہن صاف ہے جام شکر و شیر و نبات وقدح قند ہیں دندان

واجد علی شاہ اختر

ہوئے باندھ کے تکیہ جو گوشہ گزیں وہی ہیں تگے زمانے میں اہل یقیں
کوئی سلطنت اس کو پہنچتی نہیں سر و سایۂ بال ہما کی قسم

(انشا)

اردو شاعری پر "موشحہ" اور "یک رکنی" شعر کی روایات کا اثر بھی دکھائی دیتا ہے۔ "موشحہ" کی تعریف کرتے ہوئے مولوی عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ:

"جس میں شاعر مختلف الآخر اجزائے شعر بہم پہنچاتا اور سلسلہ وار پروتا چلا جاتا ہے اور کئی کئی مجموعے کو بیت قرار دیتا ہے اور ایک ایک بیت میں کئی کئی قوافی کا التزام کرتا ہے اور اجزائے شعر کے اوزان میں کہ ہم وزن اجزا ایک خاص ترتیب سے جو ابتدا میں برتی ہے تا بہ آخر پے در پے چلے آتے ہیں"۔ [1]

چونکہ "موشحہ" میں ہر مصرع میں مساوی الوزن اجزا ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں بڑھایا جا سکتا ہے اور ان سے بحرِ طویل کا کام لیا جا سکتا ہے۔ عبدالرحمٰن یک رکنی شعر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یک رکنی شعر جسے اقصر الشعر کہنا چاہئے شعرِ طویل کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ کئی کئی مصرعوں پر ایک مصرع کا اطلاق کر لیا جائے اس لئے یک رکنی

---

[1] عبدالرحمٰن بجنوری: مرآۃ الشعر (۱۹۲۲ء) جید برقی پریس دہلی ص ۳۶

شعر سے شعرِ طویل پیدا ہوا اور وہی "موشحات" کے تنوع کا باعث بنا۔[۹]
اس طرح کی ایک دلچسپ چیز مصحفی کے خلاف انشا کی "ہجو در بحرِ طویل ہے"۔[۱۰] یہ فارسی میں ایک رکن کی تکرار سے طویل ہوتی گئی ہے۔ اردو میں اس کی مثال نظیر اکبرآبادی کے یہاں ملتی ہے:

"ایک دن باغ میں جاکر، چشمِ عشرت زدہ واکر، جامۂ صبر قبا کر، طائرِ ہوش اڑا کر، شوق کو راہ نما کر، مرغِ نظارہ اڑا کر، دیکھیں رنگت جو چمن کی، خوبی نسرین و سمن کی، شکل غنچوں کے دہن کی، نازکی لالہ کے تن کی، تازگی گل کے بدن کی، کشت سبزے کی ہری تھی، نہر بھی لہر بھری تھی، ہر خیاباں میں تری تھی، ڈالی ہر گل کی ہری تھی، خوش نسیم سحری تھی، سرو شمشاد و صنوبر، سنبل و سوسن و عرعر، نخل میوے سے رہے بھر، نفسِ باد معنبر، در و دیوار معطر، کہیں قمری تھی مطوق، کہیں انگور معلق، نالے بلبل کے مدقق، کہیں غوغائی کی بق بق، اس قدر شاد ہوا دل، مثل غنچے کے کھلا دل، غم ہوا کشتہ و بسمل، شادی خاطر سے گئی مل، خرمی ہو گئی حاصل، روح بالیدہ ہو آئی، شان قدرت دی دکھائی، جان سی جان میں آئی، باغ کیا تھا گویا اللہ نے اس باغ میں جنت کو اتارا"۔[۱۱]

اس طرح کے چھ مصرعے اور ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ "گویا اللہ نے اس باغ میں جنت کو اتارا" مصرعے پر نظیر نے کچھ مساوی الوزن ٹکڑوں کا اضافہ کر دیا ہے اور یہ اضافہ غالباً قوالوں کی ضرورت کے پیش نظر کیا ہے۔

بحرِ طویل کے برعکس قدما نے چھوٹی بحروں میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ چھوٹی بحر کی

---

[۹] عبدالرحمان بجنوری: مرآۃ الشعرا (۱۹۰۶) جید برقی پریس دہلی۔ ص ۳۵
[۱۰] محمد حسین آزاد: آبِ حیات (۱۹۶۷)، اسرار کریمی پریس الہ آباد ص ۲۸۱
[۱۱] کلیاتِ نظیر اکبرآبادی (مرتبہ مولانا عبدالباری آسی)۔ نولکشور پریس لکھنؤ ص ۲۲

غزل میں کم سے کم الفاظ میں بڑے سے بڑے مضمون کو اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ اس میں ابہام پیدا نہ ہو بلکہ ایجاز کا حسن پیدا ہو جائے۔

بوسۂ رخ دو ہمیں　　　　دل ہم اپنا دیں تمھیں
دردِ دل اپنا صنم　　　　کیوں نہ ہم تجھ سے کہیں　(بہادر شاہ ظفر)

اس غزل کا وزن فاعلاتن فاعلن، فاعلاتن فاعلن ہے۔ اس وزن کے بارے میں خواجہ تہور حسین لکھتے ہیں کہ "یہ وزن غیر مروّج ہے لیکن اس سے ظفر کی جدّت طرازی ضرور جھلکتی ہے۔" ۵ے

اگرچہ مثنوی کی بحریں حتمی طور پر طے نہیں ہیں۔ پھر بھی سات بحریں مثنوی کے لئے پسندیدہ قرار دی گئی ہیں انھیں بحروں میں اردو کی بیشتر مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ اس کثرتِ استعمال سے ان بحروں کو مثنوی کی بحریں سمجھا جاتا ہے۔ قدما نے مثنوی کی پسندیدہ بحروں میں غزلیں لکھ کر روایت سے کس قدر انحراف کیا ہے طبیعی کا مطلع ہے۔

ترے ہاتھ میں شاہ جم جام اچھو　　　　ہمیشہ بغل میں دل آرام اچھو

اس بحر کا نام متقارب مثمن مقصور/محذوف ہے اور اس کا وزن فعولن فعولن فعولن فعول ہے۔ اس بحر میں شاہ نامۂ فردوسی بوستانِ سعدی اور مثنوی سحرالبیان ہیں۔ میر کی یہ غزل اس بحر میں ہے۔

فقیرانہ آئے صدا کر چلے　　　　میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

قدما نے عربی بحروں کے ساتھ ہندی بحروں کو بھی اپنایا ہے۔ اگرچہ ہندی بحریں عام نہیں ہو سکیں پھر بھی سودا نے اپنے مرثیوں میں میر نے اپنی غزلوں میں اور نظیر نے اپنی نظموں میں ہندی بحروں سے کام لیا ہے۔ اس سلسلہ میں بہادر شاہ ظفر کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ اردو اور ہندی میں بعض بحریں مشترکہ ہیں اس لئے ہندی بحروں کی طرف نظر گئی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین اپنے مضمون "اردو ہندی عروض کے مشترکہ مقامات"

۵ے خواجہ تہور حسین: بہادر شاہ ظفر: فن اور شخصیت (۱۹۶۵) اردو اکیڈمی سندھ کراچی ص ۲۳۴

میں رقمطراز ہیں۔

'ہندی کے کئی بحر اردو بحروں کا نقاب پہن کر کھلم کھلا اردو شاعری میں گھس آئے' ؎

اس ضمن میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"اردو کی ہندی بحر واقعی ایک بحر بے پایاں ہے" ؎

"دکنی شاعری میں ابتدا ہی متعدد بحریں استعمال کی گئیں اور انھیں کے جلو میں ہندی کی چوپائی اور سویّا کے چھند (اوزان) اردو میں چلے آئے جو بالترتیب ہمارے متمن اور شانزدہ رکنی اوزان کے برابر ہیں" ؎

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ؛ دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

اردو کی یہ بحر جس میں میر کا مندرجہ بالا مطلع ہے۔ سویّا سے مشابہ ہے اور اس کو بحرِ متقارب یا متدارک میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس کو ڈاکٹر گیان چند جین نے اردو کی ہندی بحر کہا ہے۔

بہادر شاہ ظفر نے ہندی اوزان سے استفادہ کیا ہے اور ان اوزان میں بعض خوش گوار تبدیلیاں کر کے دائرۂ غزل میں وسعت اور دلکشی پیدا کی ہے۔

زلف میں بل اور کاکل پر خم پیچ کے اوپر پیچ پڑا
وہ ہوئی سرکش یہ ہوئی برہم پیچ کے اوپر پیچ پڑا

اس کا وزن فعْل فعولن فعْل فعولن فعْل فعولن فعْل فعل ہے۔ فعْل فعولن کی جگہ فعلن فعلن بھی آسکتا ہے۔ اردو کی یہ بحر "منجری" سے ملتی جلتی ہے۔ منجری میں صرف ایک گرو زیادہ ہوتا ہے۔ منجری تیس ماترا کا وزن ہے۔

مری آنکھ بند تھی جب تلک وہ نظر میں نورِ جمال تھا
کھلی آنکھ تو نہ خبر رہی کہ وہ خواب تھا یا خیال تھا

؎ ارمغان مالک (مرتب مجلس ارمغان مالک) ۱۹۶۸ دہلی ص ۵۷۶

؎ نذر ذاکر (مرتب مجلس نذر ذاکر) ۱۹۶۸، نئی دہلی ص ۲۵/۵۵۰ ؎ ایضاً ص ۱۲/۵۳۶

یہ غزل بحرِ کامل میں ہے۔ مگر عربی میں مسدس مستعمل ہے اور فارسی میں مثمن ہندی میں "من ہنس چھند" بحرِ کامل مسدس کے مساوی ہے۔ بحرِ کامل مثمن کے وزن پر ہندی بحر "اگیت" (متفاعلن ۴ بحر پاره) ہے جس کو ہرگیتکا بھی کہتے ہیں۔ ہندی اور فارسی میں یہ وزن کامل مثمن مستعمل ہے مگر عربی میں مسدس ہی آتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی غزلوں میں اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

نظیر نے ہندی بحر اور اس کے تنوعات کو کامیابی سے برتا ہے۔ اس طرح کی نظموں میں ہولی۔ ہولی کی بہار۔ نانک شاہ گرو۔ جنم کنہیا۔ موسم زمستان۔ پری کا سراپا۔ کلجگ۔ بنجارہ نامہ۔ مہادیو جی کا بیاہ۔ برہ کی آگ۔ چڑیوں کی تسبیح وغیرہ ہیں۔

شعراء نے اپنی قادر الکلامی کے جوہر دکھانے کے لئے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے بعض غزلوں کو ایسی لچک دار بحریں لکھا کہ اس کی تقطیع کئی کئی اوزان میں ہو سکتی ہے۔ اس طرح کی جدتیں صنعت کہلاتی ہیں۔ اس لئے اگر ایک شعر کئی اوزان میں تقطیع ہو تو اس کو "صنعتِ متلوّن" کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً انشا کا شعر ہے۔

بیٹھے جہاں میں غیر سب مجھ کو بلاتے ہو عبث ٭ دل کو کڑھا کہا اور بھی دل کو جلاتے ہو عبث

مفتعلن ، مفاعلن ، مفتعلن مفاعلن

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

یہ شعر دو اوزان میں تقطیع ہوتا ہے۔ اردو شعراء نے غیر مروج اوزان ہندی و اردو کی مشترکہ بحروں یا دونوں کے امتزاج سے نئے اوزان میں غزلیں لکھ کر جدت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ بعض شعراء نے طویل و خفیف بحروں میں طبع آزمائی کی ہے اور بعض نے صنعتِ متلوّن کو برتا ہے اس طرح کی جدت پسندی قادر الکلامی کا اظہار ہے۔

غزل کی ہیئت میں دوسری جدت قافیہ کے دائرہ میں نظر آتی ہے۔ اردو میں علم قافیہ عربی و فارسی سے آیا اور غزل میں اس کا اہتمام بڑی احتیاط اور پابندی سے کیا جاتا رہا۔ قدما کے یہاں اگرچہ معیوب قوافی نظر آتے ہیں، مگر ان عیوب سے شعر کو پاک رکھنے کی تحریک بھی بڑی جاندار رہی ہے۔ استادی شاگردی کی روایت نے غزل کے شعروں سے

عیوبِ قافیہ کو دور کرنے میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ قافیے کے سلسلہ میں پہلی جدت عجیب و غریب، ثقیل و مشکل اور جلی قوافی کے استعمال میں نظر آتی ہے۔

شبیہِ قامت موزوں سراسر ایک مصرع ہے ؎ نہیں دیوان تصاویر حسیناں کا مرقع ہے
(ناسخ)

اس طرح بعض غزلیں مشکل زمینوں میں نظر آتی ہیں۔ غزل کی زمین کا تعین قافیہ و ردیف دونوں کرتے ہیں۔ طویل ردیف اور مشکل قوافی زمین کو مشکل بناتے ہیں۔ انشا و مصحفی کے معرکوں میں ایسی مشکل زمینیں ملتی ہیں۔ ؎

سرِ مشک کا ہے تیرا آہو کافور کی گردن ؎ نے موئے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن (مصحفی)

توڑوں گا خُمِ بادۂ انگور کی گردن ؎ رکھ دوں گا وہاں کاٹ کے ایک حور کی گردن (انشا)

زہرہ کی جو آئی کف ہاروت میں انگلی ؎ کی رشک نے جا دیدۂ ماروت میں انگلی (مصحفی)

دیکھ اس کی جڑی خاتمِ یاقوت میں انگلی ؎ ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں انگلی (انشا)

ان مشکل زمینوں میں جب ردیف طویل ہو جاتی ہے تو شاعر کی قادر الکلامی کا ایک نیا مرحلہ سامنے آتا ہے اور طویل ردیف کی پختگی سے اس کی قادر الکلامی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ ؎

سدا ہے اس آہ و چشمِ تر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
نکل کے دیکھو ٹک اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں (شاہ نصیر)

قدما کے ذوق کی تشفی محض اس انداز سے نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے اوپر مزید پابندیاں عاید کر لیتے تھے اور بعض اشعار میں دو دو نیز تین تین قافیے لاتے تھے اس کو صنعتِ ذوالقافیتین کہتے ہیں ؎

مضمونِ صفاتِ قد کا قیامت سے لڑ گیا ؎ قامت کے آگے سرو خجالت سے گڑ گیا (انیس)

پہلے مصرع میں قیامت اور لڑ گیا اور دوسرے مصرع میں خجالت اور گڑ گیا قوافی ہیں لیکن دونوں مصرعوں کے دونوں قوافی کے درمیان ایک مزید ردیف "سے" بھی آتی ہے۔ جس کو "حاجب" کہتے ہیں اس لئے اس شعر میں "ذوقافیتین مع الحاجب" کی

..

صنعت ہے۔ سے

جب میں نے کہا ادبتِ خود کام ورے آ ✦ تب کہنے لگا چل بے او بدنام بے جا (جرات)

اس مطلع کے ہر مصرع میں تین تین قوافی ہیں پہلے مصرع میں "کہا" ۔ "کام" ۔ اور "آ" قوافی ہیں جب کہ دوسرے مصرع میں "لگا ۔ نام " اور " جا " قوافی ہیں۔

قدمائے قافیہ کے میدان میں کچھ آزادی سے بھی کام لیا ہے۔ وہ ایک ہی بحر میں قافیہ کی تبدیلی سے بہت سی غزلیں لکھتے تھے اور اپنی قادر الکلامی کے جوہر دکھاتے تھے۔ ناسخ نے فاعلاتن مفاعلن فعلن / فعلات وزن میں نو غزلیں لکھی ہیں جن کی ردیف "نہیں" ہے اور قوافی بالترتیب سوار، ماہتاب، خاک، سات، رقیب، معاش، حضور، پاس، اور آگ ہیں۔ سے

انشا نے اس فن کو اور آگے بڑھایا۔ انھوں نے اٹھارہ غزلیں لکھی ہیں جن میں کا جوڑا " ردیف ہے اور دوسری غزلوں میں گھاٹ، بود، عزم، غرق، تند، برف، خاص، نیاض، آگ، سرد، لاہوت، طاؤس، ناگ، شاباش، گرداب، ناک قوافی ہیں۔ اس طرح انشا "غش کیا" ردیف کے ساتھ مختلف اوزان و قوافی میں دس غزلیں ہیں۔

پابندی میں کسی قدر آزادی حاصل کرنے کی مثالیں وہ غزلیں ہیں جن میں شاعر نے ردیف کو ترک کر دیا ہے اور غیر مردّف غزلیں کہی ہیں۔ مگر غیر مردّف غزلوں کی تعداد مردّف غزلوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ناسخ چونکہ عروض اور فن شعر پر قدرت رکھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے غزل کے میدان میں ایک اور نیا تجربہ کیا ہے وہ یہ کہ مصرعۂ ثانی کی ردیف کو ہر مصرعۂ ثانی کے شروع میں دہرایا ہے۔ اس طرح مصرعۂ ثانی میں تکرارِ لفظی سے ایک زور پیدا کیا ہے سے

ہے خدائی دشمن جان الغیاث ✦ الغیاث اے وصلِ جاناں الغیاث

ہے غضب تاریکیٔ شب ہائے ہجر ✦ الغیاث اے روشنایاں الغیاث

اس غزل میں الغیاث ردیف ہے جس کو ہر مصرعۂ ثانی کی ابتدا میں دہرایا گیا ہے اور "اے" کا اضافہ کر کے اس کو خطابیہ انداز دیا گیا ہے۔ یہ تکنیک پوری غزل میں موجود ہے۔ جعفر جدتیں معنوی انداز کی بھی ہیں۔ قناعتی نے اپنی ایک غزل میں ہندی روایات کو برتنا

ہے اور اظہارِ عشق عورتوں کی طرف سے کیا ہے۔ کلیات شاہی میں ایسی چار غزلیں ہیں۔

مثنوی کی ہیئت میں تجربے

اردو شاعری کی ہر صنف کی طرح مثنوی کا آغاز بھی دکن میں ہوا۔ دکن کی شاعری کا ایک بڑا حصہ مثنویوں پر مشتمل ہے۔ دکن میں مختصر اور طویل دونوں طرح کی مثنویاں نظر آتی ہیں۔ ان کے موضوعات میں تنوع ہے۔ مثنوی کی اجزائے ترکیبی کا تعین ایک دن میں نہیں ہوا بلکہ وقت کے ساتھ بتدریج مثنوی کی ہیئت کا ارتقا ہوا ہے۔ شمالی ہند کی پہلی مثنوی افضل کی بکٹ کہانی ہے۔ یہ بارہ ماسہ کی تکنیک میں لکھی گئی ہے۔

مثنوی کی ہیئت کا انحصار ترتیب قوافی پر ہے اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے۔ یعنی ہر شعر مطلع ہوتا ہے اور ہر مطلع جداگانہ قوافی میں ہوتا ہے مثنوی کے لئے سات بحروں کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اردو میں سات پسندیدہ اوزان کے علاوہ مندرجہ ذیل بحروں میں بھی مثنویاں لکھی گئی ہیں۔

(۱) بحر متدارک مثمن مخبون (فعلن فعلن فعلن فعلن) میر کی جوشِ عشق

(۲) بحرِ متقارب مثمن اثرم مقبوض (فعل فعولن فعل فعولن) مومن کی کفِ آتشیں

(۳) بحرِ متقارب مثمن اثلم (فعلن فعولن فعلن فعولن) حالی کی کلمۃ الحق

رنگین کے یہاں مزید دو بحروں میں مثنویاں ملتی ہیں

(۱) مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

(۲) فعلن فعلن فعلن فع یا فعلن فعلن فاع فعل (۹)

قدما نے مثنوی کے اجزائے ترکیبی میں بھی اپنی جدت پسند طبیعت کے جوہر دکھائے ہیں۔ غلام سرور عرف شاہ آیت اللہ جوہری نے ۱۲۴۸ھ میں "مثنوی گوہرِ جوہری" لکھی اس میں موقع موقع سے دو بحریں استعمال کی ہیں۔ ایک بحرِ ہزج مسدس مقصور یا محذوف ہے جس کا وزن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل ہے اور دوسری بحرِ متقارب مثمن مقصور یا

---

۹ ڈاکٹر گیان چند جین: اردو مثنوی شمالی ہند میں (۱۹۶۹) انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ ص ۲۶

محذوف ہے جس کا وزن فعولن فعولن فعولن فعول ہے ۔ اس مثنوی کا بیشتر حصہ پہلی بحر میں ہے۔ اس مثنوی کی دوسری جدّت یہ ہے کہ یہ قطعہ در قطعہ داستانوں پر مشتمل ہے اور اس میں بارہ ماسہ کی روایت کا اثر بھی ہے۔

میر نے پہلے شکار نامہ میں معمولی سی جدّت سے کام لیا ہے ۔ اس میں دو دن کے شکار کا احوال ہے دونوں کو الگ الگ عنوان کے تحت درج کیا ہے۔ پہلے دن کے شکار کے حال میں ۳۷ اشعار ہیں ۔خاتمہ پر آصف الدولہ کے لئے دعا ہے اور دعا کے بعد غزل ہے۔ دوسرے جزء پر یہ سرخی ہے " بار قدم رنجہ فرمودن آصف الدولہ بہادر وزیر دیگر برائے شکار" یہ جزء کئی سو اشعار پر مشتمل ہے۔

میر اثر کی مثنوی خواب وخیال میں بھی مثنوی کے اجزاء کے تو ازن میں فرق پڑنے سے اس کی ہئیت میں معمولی سی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔ اس مثنوی میں ۱۱۲ غزلیں اور قطعات درج ہیں اور اس میں طویل ترجیع بند شامل ہے ۔ لگ بھگ ایک تہائی اشعار فارسی زبان میں ہیں ۔غزلیں فارسی واردو دونوں کی ہیں اور اس مثنوی میں دو شاعروں کی غزلیں ہیں ۔یعنی درد کی اور خود مثنوی کے خالق کی ہیں ۔اس مثنوی میں اردو کا طویل ترین سراپا ہے جو ۳۰۹ ، اشعار پر مشتمل ہے ۔ اتنا طویل سراپا کسی دوسری مثنوی میں نہیں ہے ۔اس مثنوی پر بارہ ماسہ کی روایت کا اثر بھی ہے۔ اثر نے مختلف موسموں کی نسبت سے مہجور کے جذبات کی عکاسی کی ہے ۔

جرات نے " مثنوی کارستانِ الفت " میں دوہے بھی لکھے ہیں۔ اس کا ایک دوہا ہے ۔

کیا کیا من للچائے ہے وہ ابھری ابھری گات
ہاتھ کہاں پر آئے ہے طوں نہ کیوں کر بات

انشا کی مثنوی " سحر حلال " کے ہر شعر کی تقطیع دو بحروں میں ہوتی ہے اور اس میں تجنیس کی صنعت کو خوبی کے ساتھ برتا گیا ہے ۔جس کے اوزان حسب ذیل ہیں ۔

وزن ۱ مفتعلن مفتعلن فاعلات / فاعلن

وزن ۲ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات / فاعلن

انشا نے "بیر باغ" اور "نامۂ زنانیٔ رنگین انشا" دونوں مثنویاں ریختی کے انداز میں لکھی ہیں۔ انشا کی ایک مثنوی "گلدستۂ رنگین" کے ہر شعر میں "صنعت تجنیس" ہے مثنوی "ایجادِ رنگین" میں مختلف اخلاقی حکایات کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

واجد علی شاہ اختر نے "مثنوی خطاباتِ محلات" یا بحر مختلف میں اولاد اور محلات کے نام نظم کئے ہیں۔ ہر بیان مختلف بحر میں ہے۔ اس لئے اس کا نام "بحر مختلف" رکھا گیا ہے۔ واجد علی شاہ اختر کی مثنوی ۱۸۶۰ء میں مطبع سلطانی کلکتہ سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں آٹھ فصلیں ہیں ہر فصل کی بحر الگ ہے۔

مرثیہ کی ہئیت میں تجربے

مرثیہ پر معاشرت اور مجلس کا گہرا اثر ہے۔ مرثیہ و معاشرہ کی یہی وابستگی اس کے موضوع اور ہئیت میں تبدیلی و ترقی کا سبب ہے۔ شروع سے لے کر اٹھارویں صدی تک مرثیہ کے بارے میں مجموعی طور پر چند باتیں کہی جا سکتی ہیں۔

۱۔ طویل مرثیوں کو لحن سے پڑھنے سے گلا تھک جاتا تھا اس لئے اکثر مرثیوں میں تعدادِ اشعار کم ہے۔

۲۔ مرثیوں کی کوئی شکل معین نہیں تھی۔ غزل مثنوی مسمط (مثلث، مربع مخمس، مسدس وغیرہ) اور ترکیب بند نیز ترجیع بند وغیرہ د ہئیتوں میں مراثی ملتے ہیں۔ لیکن ابتدائی مرثیوں میں غزل کی ہئیت مربع کی ہئیت اور اس کے بعد مسدس کی ہئیت زیادہ مقبول ہوئی ہے۔ مرثیہ کے اجزائے ترکیبی یعنی چہرہ ماجرا سراپا رخصت آمد رجز جنگ شہادت اور بین کے ارتقا کے بارے میں ڈاکٹر سید مسیح الزماں لکھتے ہیں کہ:

"مرثیہ کے ان اجزاء کا تعین ایک دن میں نہیں ہوا اور نہ یہ کسی ایک فرد کا کارنامہ ہے۔ اس ڈھانچے کی تشکیل ارتقائی طور پر ہوئی ہے۔" [1]

---

[1] ڈاکٹر سید مسیح الزماں: اردو مرثیہ کا ارتقا (۱۹۶۸) کتاب نگر لکھنؤ ص ۲۹۹

پھر بھی ایک طرف مرثیہ کی ہئیت کی تکمیل کا عمل جاری تھا اور یہ صنف اپنے ادبی ارتقاء کے نقطۂ عروج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دوسری طرف بعض شعرا ہئیت میں نئے امکانات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور عربی و فارسی بحروں کے علاوہ ہندی بحروں اور کئی کئی بحروں کے امتزاج سے نئی ہیئتیں تراش رہے تھے۔ درگاہ قلی خاں کے مرثیوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے فارسی بیتوں کو اپنے مربع ہیئت کے مرثیوں سے تضمین کیا ہے۔ چونکہ فارسی ہئیت اور مربع دونوں ایک ہی بحریں ہیں اس لئے اس میں سوائے اس کے اور کوئی جدت نہیں کہ یہ تضمین ہے اور ایک بند دو زبانوں میں ہے۔ مگر اس کے یہاں مسدس کی ایک نئی ہئیت ملتی ہے۔ اس نے اردو بحروں کے چار مصرعوں کے بعد دو مصرعے ہندی بحر کے اضافہ کر کے "ذو بحرین مسدس" بنائی ہے۔ یہ دو مصرعے، دوہا ہوتے ہیں۔

ہائے قاسم کی سواری رن میں پہنچی جس گھڑی
لینے سر رسم دھنا نا یک بیک موت آڑی
جان سے منھ پر لگی تو وار جیون گلی کی چھڑی
ہر لہو کی دھار تھی دولھے کے سہرے کی لڑی
موت پکاری اے بنے میں تم پر قربان
اس بیاہ کی یہ ریت ہے دیو دھنا نا جان

لکھنؤ کے مرثیہ گویوں میں حیدری اور سکندری کے یہاں بھی "دہرہ بند" مرثیے ملتے ہیں اس سلسلے میں سودا کا نام بڑی اہمیت رکھتا ہے اس نے "دہرہ بند مرثیوں" کی کئی صورتیں پیش کی ہیں دو اشعار پر ایک دوہا کا اضافہ کیا ہے۔

کہتی ہیں بنت پیمبر ہائے سرور ہائے ہائے — اے نبی کے ناز پروردہ ہائے سرور ہائے ہائے
دیکھ تھا جس کو ذرا کہتے مجھے رسول
لال کو میرے فاطمہ کیوں تیں کیا ملول

سودا کے "مرثیہ بجناب حضرت امام حسین" میں مسدس کے چھ مصرعوں کے بعد ایک "دوہا" ملتا ہے۔

کیا چرخ دا ژگوں کا ستم اب کروں بیان — تاریک کو دیا ہے محمد کا خانماں
سونا ہے بے بکسیں مدینے کا ہر مکان — بیٹھے ہیں سر کو آج یہیں کہ کے انس وجاں
خورشید آسمان و زمین نورِ مشرقین — پروردۂ کنارِ رسولِ خدا حسین

کاری رین ڈراؤنی گھر تین ہوئے نراس
جنگل میں جا سوئے رہے کوؤ آس نہ پاس

اسی طرح ایک مرثیہ بعنوان " دوا زدہ مصرع معہ دوہرا " میں دس مصرعوں کے بعد دوہا اضافہ کیا ہے۔ بند کے دس مصرعے مثنوی کی ہئیت میں ہیں اور اس کے بعد ایک دوہا آتا ہے۔

عابد کہتے ہیں یہ سب سے — روتا ہوں میں جگ میں تب سے
جب سے آیا چھوڑ کر مدینا — پھیرنا چاہے اپنا جینا
میں دکھیارا کو اب رویا — باپ چچا کربل میں سویا
اکبر اور اصغر سا بھائی — تنکی کی ٹک بھی خبر نہ پائی
کیسا ساتھ ہمارا چھوٹا — بیری نے گھر تس پر لوٹا

لکھی تھی جو کرم میں میٹے مٹے نہ مول
ہونی تھی سو ہو چکی کا سین کہیں رسول

سودا نے محض اردو بحروں کے ساتھ دوہے کا پیوند نہیں لگایا بلکہ انھوں نے پنجابی، پوربی اور دکھنی زبان کے مرثیوں میں دوہے کا اضافہ کیا ہے۔ سودا کا یہ تجربہ بہت اہم ہے اور مختلف زبانوں پر ان کی دسترس کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح کے مرثیوں میں " مرثیہ " مسدس حضرت امام در زبان پنجاب مو دوہرا "۔ " مرثیہ " مسدس زبان پوربی آمیزدہ بہرہ بند " اور " مرثیہ " منفردہ بزبان دکنی آمیز " خصوصیت رکھتے ہیں۔

سودا نے عربی بحور کے علاوہ خالص ہندی بحروں اور ہندی بحروں سے ملتے جلتے اوزان میں بھی مرثیہ لکھے ہیں۔ ایسے مرثیوں کی تعداد کافی ہے۔ ذیل کا مرثیہ غزل کی ہیئت اور ہندی بحر میں ہے ہے

یا رو ایسا خلق پر اب ہے دکھ بھا ری   روتی ہے سر پیٹ پیٹ یہ پرتھی سا ری

مرثیۂ مثلث بطرق مستزاد کے پہلے دو مصرعے ہندی بحر میں ہیں اور مستزاد کا ٹکڑا اردو ارکان پر مشتمل ہے۔

جس کا بچہ یوں سووے دکھ اس کی ماں کا کیجئے غور
آج کا سو یا حشر میں چونکے اس سونے کو کہیں ہے ٹھور

ہے ہے اصغر میرے لال

سکندر کا ایک مرثیہ ہئیت کے تجربہ کا اچھا نمونہ ہے۔ مصرعوں کی تعداد کے اعتبار سے یہ مرثیہ مثمن ہے۔ اس مثمن کے چھ مصرع ہندی کی ایک بحر میں اور آخری دو مصرع دوسری ہندی بحر میں ہیں۔ اس طرح بحر کے نقطۂ نظر سے یہ دو بحروں میں لکھا گیا ہے۔ ترتیب قوافی کے نقطۂ نظر سے پہلے چار مصرعے ایک طرح کے قوافی میں پانچواں اور چھٹا مصرع دوسرے قوافی میں اور آخری دو مصرعے تیسرے قوافی میں۔ قافیوں کی یہ بدلتی ہوئی جھنکار اور بحروں کا تنوّع اس مرثیہ کو بہت دلکش بنا دیتا ہے۔

ماں دکھیا رے قاسم کی میں تنک نہیں ستاؤں گی
اس اپنے پوت نویلے کا تابوت لئے یوں آؤں گی
نوشہ کا مقنع لہو بھرا بنری کے سیس اڑھاؤں گی
دولھا کا سہرا خاک ملا دولہن کے سر بندھواؤں گی

سمدھانی دونوں آوت ہوں بنری کو گر سنگ لاگے ہو
بنری سرپیٹت جاوت ہو تابوت ستی ٹک آگے ہو

تب میں رو رو پگ دھروں چلوں یونہی دن رات
مردوں کے سنگ جاوت ہے جیسے کوئی برات

مرثیہ کے دائرہ میں ہئیت کے کافی تجربات ملتے ہیں۔ مگر ان تجربوں کے امکانات سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا ہے۔ مرثیہ کی ہئیت کی تبدیلیوں کا تعلق موضوع مواد اور مرثیہ خوانی سے ہے۔

رباعی کی ہئیت میں تجربے

رباعی کے لئے خواجہ امام حسن قطان نے اوزان کو مخصوص کر کے دائروں میں ترتیب دیا۔ ان دائروں کی رو سے ایک طرف بحر ہزج کے علاوہ تمام بحریں رباعی کے لئے باطل قرار پائیں۔ دوسری طرف بحر ہزج مثمن سالم کے دو اوزان یعنی اخرب و اخرم کے علاوہ اس بحر کے دوسرے اوزان بھی ٹکسال باہر سمجھے گئے۔ جن لوگوں نے بحر ہزج کے علاوہ دوسری بحروں یا اخرب و اخرم کے علاوہ دوسرے اوزان میں رباعیاں لکھیں ان کو عروضیوں نے رباعیاں تسلیم نہیں کیا۔ بحر ہزج مثمن سالم کا وزن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن ہے۔ عروضیوں نے اس وزن سے رباعی کے لیے دس ارکان نکالے۔ ان میں سے ایک رکن مفاعیلن سالم ہے اور باقی ۹ ارکان زحافات کے ساتھ مستعمل ہیں کل ارکان یہ ہیں۔

۱۔ مفاعیلن ۲۔ مفاعلن ۳۔ مفاعیل ۴۔ مفعولن ۵۔ مفعول
۶۔ فعول ۷۔ فاعلن ۸۔ فعل ۹۔ فاع ۱۰۔ فع

انھیں ارکان کی ترتیب سے رباعی کے چوبیس ارکان بنتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک وزن مربع الارکان ہوتا ہے یعنی چار رکنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ رباعی کے تکنیکی سانچے کے لئے تین بنیادی شرطیں ہیں۔ (۱) رباعی کے صدر و ابتدا ہمیشہ اخرب ہوتے ہیں (۲) سبب کے بعد سبب اور وتد کے بعد وتد ہو (۳) معاقبہ نہ ہو یعنی چار متحرک ایک جگہ نہ آئیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں رباعی کے لئے محض دس زحاف یعنی خرب۔ قبض۔ کف۔ ہتم جبت۔ تخنیق ہی قرار پاتے ہیں۔ اور رباعی کے تمام اوزان دائرۂ اخرب ہی ہوتے ہیں۔ اخرم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نیز رباعی کے حشو دوم میں مکفوف کی جگہ مقبوض رکھنے سے رباعی کے ۲۴ اوزان کی جگہ ۳۶ ہو جاتے ہیں جو رباعی کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں صحیح ہیں۔

عروضیوں نے انھیں پابندیوں میں آزادی کی راہ بھی نکالی ہے وہ یہ کہ ایک رباعی مشترکہ اوزان پر لکھی جا سکتی ہے۔ یعنی شاعر چوبیس اوزان میں سے کوئی ایک دو تین یا چار اوزان ایک ہی رباعی میں برت سکتا ہے۔ میر سوز کی ایک رباعی ہے۔

مدت ہوئی ہم کو جانفشانی کرتے کیا ہوتا جو مہربانی کرتے

لختِ جگر و کباب دل تھے تیار   تم آتے تو ہم بھی مہمانی کرتے

نجم الغنی کا خیال ہے کہ اگر رباعی کے چوبیس اوزان کا چارٹ ترتیب دیا جائے تو بیاسی ہزار نو سو چوالیس (۸۲۹۴۴) اوزان ہو سکتے ہیں[1]۔ مگر اردو شاعروں نے رباعی کے اوزان کے امکانات سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

رباعی کے اوزان میں کسی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہ تھی۔ اس کے نظامِ قوافی اور تعدادِ مصاریع میں بھی حذف و اضافہ کی گنجائش نہیں تھی اس لئے شاعروں نے کبھی چاروں مصرعوں میں قافیہ لاکر "غیر خصی" رباعی لکھی اور کبھی ردیف کو حذف کر کے غیر مردف رباعیاں لکھیں۔

البتہ رباعی کی صنعت میں مستزاد کے اضافہ سے ایک تبدیلی کا احساس ہوتا ہے مستزاد کے معنی بڑھائے ہوئے کے ہیں۔ رباعی کے چاروں مصرعوں کے سامنے ہم وزن اور بامعنی الفاظ یا کلمات کبھی رباعی کے مفہوم کو گہرا کرنے یا تاثر کو بڑھانے کے لئے اضافہ کئے گئے ہیں۔ مگر یہ تجربہ بھی قبولِ عام کی سند حاصل نہ کر سکا۔

مستزاد رباعیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔

(الف) کبھی کبھی رباعی کے چاروں مصرعوں کے سامنے مستزاد ٹکڑے باہم مقفیٰ ہوتے ہیں جیسے۔ عشق اورنگ آبادی کی رباعی ہے۔

خورشید حسین صبحدم آیا مرے گھر   باجاہ و جلال
گرمی سیتی پوچھا کہ کہو اپنی خبر   کیا ہے احوال
میں شکوہ کیا ہجر کا ئین کہنے لگا   باد ہم و خیال
ہوں دل میں ترے دیکھ لے کوتاہ نظر   ہووے گا وصال

(ب) کبھی کبھی مستزاد ٹکڑے رباعی کے ہی قوافی میں ہوتے ہیں۔ مثلاً

خاطر میں نہیں لاتے ہیں جو اہل نظر   دنیا کا یہ فر

---

[1] نجم الغنی: بحر الفصاحت (۱۹۲۷) لکھنؤ ص ۲-۲۸۱

دل بیچ زر و مال کی الفت مت دھر ہے دین کا ضرر
روشن ہے خلائق میں کہ ہے عاریتی اے مجلسیو۔
چوں شمع جہاں کے تاجداروں کے سر یہ افسر و زر (عشق اورنگ آبادی)

(ج) کبھی کبھی صرف تین مستزاد ٹکڑے ہم قافیہ ہوتے ہیں مگر ان کے قوافی رباعی سے مختلف ہوتے ہیں۔

دنیا کی طلب میں دین کھو کر بیٹھے ہو کر گمراہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے ہے عقل تباہ
ہے عارضی خانۂ جسم خاکی سودا بے شبہ و شک
سو مالک ہی اس کے آپ ہو کر بیٹھے سبحان اللہ (سودا)

رباعی کے دائرہ میں کسی خاص تبدیلی کا پتہ نہیں چلتا۔ محض خصی وغیر خصی مردف وغیر مردف رباعیاں ملتی ہیں اور بعض مستزاد رباعیاں ہیں جنھیں ہئیت کے تجربے کا ہلکا سا نقش قرار دیا جا سکتا ہے۔

مستزاد: ایک تجربہ مستزاد کو ہئیت تسلیم نہیں کیا گیا۔ مگر ہر ہئیت کے ساتھ قدما نے مستزاد کے ٹکڑے کا اضافہ کیا ہے۔ عروض اور پابند شاعری میں مستزاد ایک کامیاب تجربہ ہے۔ مستزاد کے معنی بڑھائے ہوئے کے ہیں یعنی مستزاد وہ ٹکڑا ہے جو کسی مخصوص ہئیت کے ساتھ اضافہ کر دیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مستزاد عارض اور دوسری مستزاد الزام[۲۱]۔ مستزاد عارض میں شعر کا مضمون بڑھائے ہوئے فقرہ پر منحصر نہیں ہوتا ہے۔ مستزاد فقرے ہر ہئیت کے ساتھ نظر آتے ہیں اور بہت سی صورتوں میں ملتے ہیں۔

(۱) ایک شعر میں آخری مصرع کے بعد مستزاد فقرہ آتا ہے۔

اس رشک مسیحا کی خدائی میں ہے یہ حال
عاشق کو نہ ہے صبر نہ طاقت ہے بدن میں بیمار ہے گویا

---

[۲۱] بحر الفصاحت ص ۱۱۵

(۲) ایک شعر کے دونوں مصرعوں کے ساتھ مستزاد فقرہ آتا ہے۔

میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں — کہ ہے غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں — کھائے غم تیری بلا

(بہادر شاہ ظفر)

(۳) ایک شعر کے ہر مصرع پر دو مستزاد فقرہ آتے ہیں۔

نالۂ زن باغ میں ہو بلبل ناشاد نہیں — بند رکھ کام و زبان ہو کر نہ فریاد و فغاں
ڈر یہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہیں — باغباں دشمن جان ہو گھونٹ ڈالے کا گلا

(شیدا)

(۴) ایک شعر کے ہر مصرع پر پانچ پانچ مستزاد ٹکڑوں کی مثال

میں پھاند کے دیوار جو کل رات نہ جاتی — کنڈی نہ ہلاتی، جا کر نہ جگاتی، نیند اسکو نہ آتی
جوبن کی وہ ماتی، تیوری نہ ہلاتی

اور ٹچکیوں میں میرے تئیں صبح اڑاتی — ہاتھوں پہ نچاتی، گاتی نہ بجاتی، کھلانے کو نہ کھاتی
آنکھیں نہ ملاتی، سو سو بلے گاتی

(انشا)

(۵) مربع کے ہر مصرع پر مستزاد فقرہ۔

ہے روایت از روایات پر از غم — رو اسکو تم سن کو
میدان میں شہ دین کے مارے گئے جس دم — سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم — تم سنتی ہو خواہر
سر پہ نہ رہا میرے کوئی مونس و ہمدم — غیر از دم خنجر (سودا)

رباعی پر مستزاد کی دیگر مثالیں رباعی میں ہئیت کے تجربوں کے سلسلے میں پیش کی جا چکی ہیں۔

(۶) مثنوی کی ہئیت کے آخری مصرع پر مستزاد فقرہ ہے۔ ہر شعر کے قوافی جداگانہ

ہیں مگر مستزاد ٹکڑے باہم مقفیٰ ہیں۔

مرا دل مُرجھاتا ہے اور سستی سی چھائی ہے دل پر
ہوا ہوں مضمحل اک دم حواس و ہوش غائب ہیں کہ جیسے زہر ابھی پی کر

اس سلسلہ میں شیدا کا کارنامہ قابلِ غور ہے۔ بقول عبدالرحمن،

"شیدا ان تصرفات سے آگے بڑھے مصرع بھی نظم میں چھوٹے بڑے کئے اور غزل میں ایک بحر کی دو ضربیں جمع کر دیں۔"[۳۱]

ہیکشی میں جو مزا | ہے یہی نام خدا
ماہ ہو ساقی ہو اور سیر چمن | تم سے خلوت ہو مری جان الگ
خوبرویوں کے ولا | میٹھی باتوں پہ نہ جا
دل کو لے لیتے ہیں کر سیکڑوں فن | ان سے کہنا تو مری جان الگ

اس میں تمام پہلے مصرع باہم مقفیٰ ہیں اور دوسرے مصرعوں میں قافیہ اور ردیف دونوں ہیں۔ پہلے نے میں ایک قسم کے قوافی اور دوسرے مصرع میں دوسری قسم کے قوافی ہیں۔ اس طرح پہلے مصرعے ایک آہنگ اور دوسرے مصرعے ذرا سے تنوّع سے دوسرے آہنگ میں ہیں۔ یہی حال مستزاد فقروں کا ہے۔ مستزاد فقرے بھی ایک ہی قافیہ میں ہیں۔ ان اشعار کو پڑھنے میں بدلتے ہوئے قوافی اور بحر کے مختلف آہنگ کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

مسمّط کی ہئیت میں تجربے مسمط ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں بہت سی ذیلی شکلیں شامل ہیں۔ مسمط لفظ تسمیہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پرونے کے ہیں۔ چونکہ مسمط کی ہر ہئیت میں چند مصرعوں کو ایک لڑی میں پرو کر بند کی تشکیل کی جاتی ہے اس لئے اس کا نام مسمّط پڑا۔ مسمّط کے دائرہ میں مثلّث، مربّع، مخمس، مسدس، مسبّع، مثمن، متسع اور معشر شامل ہیں۔ ان میں سے ہر شکل کے بند کے مصرعوں کی تعداد پر اس شکل کا نام ہے مثلاً مثلث کے ایک بند میں تین، مربع میں چار، مخمس میں پانچ، مسدس میں چھ،

---

[۳۱] مراۃ الشعر ص ۵۳

مسبع میں سات، مثمن میں آٹھ، متسع میں نو اور معشر میں دس مصرعوں کا بند ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہر بند کے تمام مصرعوں کا وزن ایک ہوتا ہے اور تمام بندوں کا وزن بھی ایک ہی ہوتا ہے۔

(۲) پہلا بند مطلع کا بند کہلاتا ہے۔ دوسرے تمام بندوں میں آخری مصرعے مطلع کے قوافی میں ہوتے ہیں اور باقی مصرعوں میں دوسرے قوافی ہوتے ہیں۔ مثلاً

مثلث (۱) ———— ا ———— ا

———— ا

(۲) ———— ب ———— ب

———— ا

پہلے بند کے تینوں مصرعوں میں الف قوافی ہے۔ دوسرے بند کے دو مصرعوں میں "ب" قوافی ہیں اور تیسرے یعنی آخری مصرع میں بند اوّل کے قوافی کے مطابق "الف" قافیہ ہے۔ یہی ترتیب قوافی مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع اور معشر میں رکھی جاتی ہے۔ مگر قدما کی طبع رسا نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ انھوں نے ترتیبِ قوافی میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ یعنی ٹیپ کے دونوں مصرعوں کو باہم مقفیٰ کیا ہے۔ ہر بند کے آخری مصرع میں پہلے بند کے قافیہ کے التزام کو ترک کر دینے سے مسدس کی ہیئت میں بڑی لچک اور روانی پیدا ہو گئی ہے۔ انیسؔ اور دبیرؔ نے اپنے کامیاب مرثیے اس جدید ہئیت میں لکھے ہیں۔ حضرت عباس کی جنگ کے سلسلہ میں انھیں کہتے ہیں۔

یہ کہہ کے لی دلیر نے تلوار میاں سے مسکن چھٹا ہما سے سعادت نشان سے
نکلی جو عندلیب ظفر آشیاں سے چمکے شرارے پھول جھڑے آسمان سے
دکھلائی شکلِ قہر خدائے جلیل نے
آنکھوں پہ ڈر کے رکھ دیئے پر جبریل نے

ہر بند کے آخری مصرع سے پہلے بند کے قافیہ کی پیروی کے التزام کو دوسری ہیئتوں یعنی

مثلث، مربع، مخمس وغیرہ میں بھی ترک کیا ہے۔ دراصل یہ جدید ہئیتیں قدیم مسمط کی ہئیتوں کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں اور مسمط کے دائرہ میں ایک خوشگوار تجربہ ہے۔

نظیر اکبرآبادی کی نظمیں ہئیت کے تجربات کی آئینہ دار ہیں۔ انھوں نے اردو بحروں کے علاوہ ہندی اردو کی مشترکہ بحروں کو بھی کافی روانی اور فراوانی سے برتا ہے۔ نیز ایسی بحروں کے تنوعات کو بھی فراموش نہیں کیا ہے۔ اس طرح کی نظموں میں پری کا سراپا۔ چڑیوں کی تسبیح۔ ہولی کی بہار۔ بنجارہ نامہ۔ برہا کی آگ۔ ہولی۔ نانک شاہ گرو جنم کنھیا جی۔ موسم زمستان اور مہادیو جی کا بیاہ وغیرہ خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔

نظیر کی ایسی نظموں میں محض ہئیت کا تجربہ برائے تجربہ نہیں بلکہ ان کے شعری تجربے کے بطن سے نمودار ہوا ہے۔ ان نظموں کا اسلوب ان کی زبان اور ان کا فنی حسن بنیادی طور پر خیال اور جذبے سے ہم آہنگ ہے۔ ہئیت کے تجربے کے نقطۂ نظر سے نظیر کی نظم " مہادیو جی کا بیاہ " بہت اہم ہے۔ یہ نظم ہندی کی مختلف بحروں میں ہے۔ ابتدا میں چھ شعروں کا ایک ابتدائیہ ہے جو دوہے کی بحر میں ہے۔ اس کے بعد پہلا بند ہے جس میں سات مطلع ہیں، جو ایک ہی ترتیب قوافی میں ہیں۔ ان مطلعوں کے بعد ایک اور مطلع ہے، جو دوسرے قوافی میں ہے۔ اس کی بحر دوسری ہے۔ نظم کے دوسرے بندوں کا انداز اسی طرح ہے۔ ہر بند کسی دوہے سے شروع ہوتا ہے اور سات مطلعوں اور ایک ٹیپ کے مطلع پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ابتدائیہ اور پہلا بند بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے

پہلے نانوں گنیش کا لیجے سیس نوائے — جاسے کارج سدھ ہوں سدا مہورت لائے

بول بچن آنند کے پیم۔ پیت اور چاہ — سن لو یارو دھیان دھر۔ مہادیو کا بیاہ

جوگی جنگم سے سنا وہ بھی کیا بیان — اور کتھا میں جو سنا اس کا بھی پرمان

سننے والے بھی رہیں ہنسی خوشی دن رین — اور پڑھیں جو یاد کو ان کو بھی سکھ چین

اور جس نے اس بیاہ کی مہما کہی بنائے — اس کے بھی ہر حال میں شوجی رہیں سہائے

خوشی رہے دن رات وہ کبھی نہ ہو دلگیر
مہما اس کی بھی رہے جس کا نام نظیر

یوں کہتے ہیں اس دنیا میں اک راج پتی ہما چل تھا
وہ دھرمی عدلی نیک چتر سکھ چندر دلا ور بچھ بل تھا
گڑھ کوٹ بڑے گو پربت اور فوج سپہ کا جنگل تھا
گج ہستی اونچے جھول زری انباری ہودے کنچل تھا
رتھ بہلیں میانہ لال پہ تھیں چنڈول پہ اطلس مخمل تھا
خوش رنگ تر نگا تیز قدم پر زین جھمکتا ہر پل تھا
سب ساز جڑاؤ چنگ گاہیں کوئی چنچل تھا کوئی کومل تھا
ہر بستر چیر جھلا جل کا۔ دھن دولت پلّو آنچل تھا
پکھراج زمرد لعل منوں۔ من بکتا بھی بے اٹکل تھا
محلات سنہرے رنگ بھرے دربار اور سکھ منڈل تھا
کل برتن سونے روپے کے اور چیرا چیری کا دل تھا
باغات بڑی تیاری کے ہر ڈالی پر کل اور پھل تھا
زر زیور ٹھاٹ اسباب بہت اور عیش خوشی کا بچھ دل تھا
گھر جگمگ جگمگ کرتا تھا۔ سکھ چین آنند اور منگل تھا
ہر آن طرب ہر دم چہلیں جی جان سے ہر اک اوقات خوشی
وہ راجہ بھی ہر وقت خوش اور پرجا بھی دل بدات خوشی

اس نظم میں دو ہندی بحروں کے استعمال اور ترتیب قوافی نے بڑی جدت اور دلکشی پیدا کردی ہے۔ نظیر کا فن اس نظم میں اپنے شباب پر نظر آتا ہے۔

قدما نے مسمط کے دائرہ میں خوش گوار تبدیلی کی جس کو مسمط کی ترقی یافتہ شکل کہہ سکتے ہیں مگر نظم کے دائرہ میں نظیر کے تجربات بہت اہم ہیں۔ نظیر کی نظموں کی ہیئت کی تبدیلیاں ان کے شعری تجربہ کے بطن سے نمودار ہوئی ہیں۔ اس لئے اس میں مواد و ہیئت موضوع و اسلوب بیان و بیان ایک دوسرے میں تحلیل ہو کر وحدتِ تاثر میں اضافہ کرتے ہیں۔

صنائع لفظی و معنوی کے دائرہ میں تجربے | علم بیان و معانی کی طرح بدیع بھی ایک مستقل علم ہے اس علم کی قدر حسن ہے ۔ یعنی اس علم کا مقصد یہ ہے کہ کلام میں جمالیاتی عناصر کی نشان دہی کرے اور تخلیق حسن کے آداب سکھائے ۔ چوں کہ حسن صورت میں بھی ہوتا ہے اور معانی میں بھی اس لئے علم بدیع بھی صورت و معانی دونوں کا احاطہ کرتا ہے ۔ علم بدیع کے تحت صنعتیں آتی ہیں جو صنعتیں الفاظ سے متعلق ہیں انھیں صنائع لفظی اور جو معنی سے متعلق ہیں انھیں صنائع معنوی کہتے ہیں ۔ قدما کے یہاں بہت سی صنعتیں ملتی ہیں ۔ یہ صنعتیں ہمیشہ حسن میں اضافہ کا سبب نہیں ہوتیں بلکہ بدصورتی میں بھی اضافہ کر دیتی ہیں ۔ جن شاعروں نے شعوری طور پر کاوش کر کے صنعتوں کو برتا ہے ۔ ان کے یہاں صنعتوں کی حیثیت آرائش ہے ۔ یا تجربہ برائے تجربہ کے طور پر ملتی ہیں لیکن جن شاعروں کے یہاں غیر شعوری طور پر تخلیقی عمل کا حصہ ہو کر شعر سے نمایاں ہوتی ہیں وہاں تاثیرِ شعر میں اضافہ کرتی ہیں ۔

صنائع لفظی و معنوی کی درجہ بندی کئی انداز سے کی جا سکتی ہے ۔ سطور ذیل میں ان صنعتوں کا ذکر کیا جائے گا ، جو شعر کی ہیئت سے متعلق ہیں ۔ اس طرح کی صنعتیں دو طرح کی ہیں ۔

(۱) وہ صنعتیں جو اوزان اور اصناف سے متعلق ہیں ۔

(۲) وہ صنعتیں جو الفاظ اور اسلوب سے متعلق ہیں ۔

وہ صنعتیں جو اوزان و اصناف سے متعلق ہیں حسب ذیل ہیں ۔ صنعتِ مثلث ، صنعتِ مربع ، صنعتِ مدوّر ، صنعتِ متلوّن ، صنعت بیت بچند وزن اور صنعت النظم النثر وغیرہ ۔

وہ صنعتیں جو الفاظ و اسلوب سے متعلق ہیں ان میں صنعتِ تحت النقاط ، فوق النقاط ، ذو لفتین ، عکس ، جامع اللسانین ، صنعت ایہام ، تناسب لفظی ، مراعاۃ النظیر ، وغیرہ ہیں ۔ مثلاً

۱ ۔ صنعتِ مثلث :۔ یہ صنعت رباعی سے متعلق ہے ۔ اگر رباعی کے تین مصرع اس طرح لکھے جائیں کہ تینوں مصرعوں کے ابتدائی الفاظ اٹھا کر جمع کرنے

سے چوتھا مصرع خود بخود بن جائے تو صنعت مثلث کہلاتی ہے۔ ایسے الفاظ کو سرخی سے یا علامتِ خاص سے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً

تجھ سا نہیں پیارا کوئی اے رشک قمر   محبوب کوئی نہ ہوگا تجھ سے بہتر
اے دلبر نازنین تجھے کہتے ہیں سب   تجھ سا نہیں محبوب کوئی — اے دلبر

کو جمع کرنے سے رباعی کا چوتھا مصرع بن جاتا ہے۔

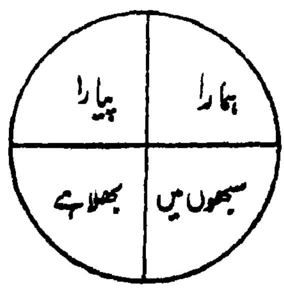
۲۔ صنعت مربع: اس صنعت کو چہار در چہار بھی کہتے ہیں۔ اس صنعت کے تحت چند سطریں چار چار خانوں میں اس طرح لکھی جاتی ہیں کہ طول و عرض میں یکساں طور پر پڑھی جاتی ہیں۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اگر آٹھ آٹھ خانوں میں لکھی جائیں تو مثمن کہتے ہیں۔ مثلاً

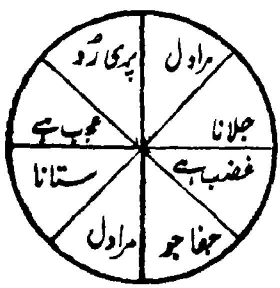
کہو کچھ	اجی تم	خموشی	کہاں تک
اجی تم	سنو تو	چھبیلی	بھیانک
خموشی	چھبیلی	بتاؤ	یہ کیا ہے
کہاں تک	بھیانک	یہ کیا ہے	یکایک

۳۔ صنعت مدورہ: کسی   یا شعر کو اس طرح چار یا آٹھ رکن کر کے لکھیں کہ:

الف۔ جس رکن سے چاہیں پڑھ سکیں مگر مفہوم واضح رہے

ب۔ اور رکن کی تقدیم و تاخیر سے ایک مصرع سے کئی مصرعے حاصل ہوں۔





ہر رکن سے ایک وزن کا مصرع بنانے پر دائرہ نمبر۱ سے چار اور دائرہ نمبر۲ سے آٹھ مصرعے بنتے ہیں۔ صنعت بیت بچند وزن اور صنعت متلوّن کا ذکر غزل کے عروض تجربوں کے ذیل میں آچکا ہے۔ اس سلسلے کی سب سے اہم کڑی صنعت نظم النثر ہے۔ انشا لکھتے ہیں کہ:

"پس این قسم نثر را کہ از نظم حاصل شود و در نظم النثر معتبر نگیرد۔ بلکہ نظم النثر آنست کہ بہ اندک تفاوتِ نظم نثر شود۔ و بعض پری کسرہ درچند دیگر روا داشتہ اند لیکن تقدیم و تاخیر را نمی دارند" [۱۴]

صنعت نظم النثر کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں۔

(۱) نظم کو اس طرح لکھیں کہ نثر کی طرح پڑھی جا سکے۔

(۲) ترتیبِ الفاظ، بندش اور دروبست نثر کے مطابق ہو۔

(۳) تقدیم و تاخیر الفاظ نظم میں جائز ہے مگر نثر میں جائز نہیں۔ اس لئے اس صنعت میں بھی جائز نہیں۔

(۴) کسرہ کا کھینچنا، نون کا اخفا اور بعض روابط کا حذف اگرچہ بعض نے جائز رکھا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ ان سے بھی احتراز کیا جائے۔

اس طرح بقول نجم الغنی" نظم النثر وہی ہے جو تھوڑے تفاوت سے نثر ہو جائے" [۱۵]

مثال:

نظم

جان اہل نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز
یہ گزارش ہے آپ سے کہ دعا آپ کے حق میں رات دن کرنا
اور ہمیشہ فراق میں مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا

---

[۱۴] انشا اللہ خاں انشا: دریائے لطافت مطبع نول کشور لکھنؤ۔ ص ۲۲۰

[۱۵] بحر الفصاحت ص ۹۴۹

کب تلک آخر ایک دن جو قضا　　آئی تو بندہ بے گناہ مرا
حال سے اپنے مطلع کیجئے　　اور جلدی مری خبر لیجئے

نثر

"جانِ اہلِ نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز یہ گزارش ہے آپ سے کہ دعا آپ کے حق میں رات دن کرنا اور ہمیشہ فراق میں مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بے گناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجئے اور جلدی مری خبر لیجئے"

قدما میں انشا، رنگین، جرأت، شاہ نصیر، ذوق، ناسخ اور ان سے پہلے حاتم وغیرہ نے صنعتوں کے انداز میں عجیب و غریب گل کھلائے ہیں۔ انشا کا دیوان بے نقط موجود ہے انھوں نے ایک ہی شعر میں صنعت خیفا اور رقطا کا کمال دکھایا ہے۔ خیفا میں شعر ایک لفظ منقوطہ اور دوسرا غیر منقوطہ ہوتا ہے جب کہ رقطا میں شعر میں ایک حرف منقوطہ اور دوسرا غیر منقوطہ ہوتا ہے۔ انشا کے حسب ذیل شعر میں یہ دونوں صنعتیں ہیں۔

شہ بلند نسب اب مجھے بھی دیوے　　جبین لامعہ زینت حصول جشن مرام

اس طرح فوق النقاط میں تمام نقطے اوپر ہوتے ہیں اور تحت النقاط میں تمام نقطے نیچے آتے ہیں۔ بعض شاعروں نے ایک ہی شعر میں دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا استعمال کیا ہے۔ جس کو صنعتِ ذوالنتین کہتے ہیں۔ انشا نے ایک خمسہ ۵ زبانوں میں لکھا ہے جس کا ہر بند ایک نئی زبان میں ہے اس خمسہ کا عنوان یہ ہے۔ "مخمس دو ہندی و فارسی و ترکی و عربی و پنجابی"۔ اس طرح انشا نے ایسے شعر بھی لکھے ہیں جو کئی زبانوں میں معلوم ہوتے ہیں۔ اس صنعت کو "جامع اللسانین" کہتے ہیں۔ اس طرح اگر کوئی مصرع یا شعر تلفظ کے ردوبدل سے کئی زبانوں میں پڑھا جائے تو وہ "صنعت متمل اللغات" میں ہوتا ہے۔ انشا کے یہاں اس طرح کا آرٹ بھی نظر آتا ہے۔ صنعت تجنیس، صنعت ایہام بھی ایسی صنعتیں ہیں جن کا اثر اسلوب اور شعری زبان پر واضح طور پر ہوتا ہے۔ قدما کے کلام پر رعایت لفظی کا

اثر بھی ہے۔

رہس اور اندر سبھا ایک تجربہ اردو شاعری میں واجد علی شاہ اختر کا رہس یعنی رادھا کنہیا کا قصہ اور امانت کی اندر سبھا ایک اہم تجربہ ہیں۔

رہس اردو کا پہلا منظوم ڈراما ہے امانت کی اندر سبھا بھی رہس کہلاتی ہے۔ دراصل رہس سے کرشن اور گوپیوں کے حلقہ کا ناچ اور کرشن جی کے واقعات زندگی مراد لئے جاتے ہیں۔ واجد علی شاہ بھی رہس سے یہی مراد لیتے ہیں۔ واجد علی شاہ کے رہس یعنی رادھا کنہیا کے قصہ میں اور دو بحروں میں بیت اور ہندی کے دوہے ہیں۔ اس طرح اس ڈرامے میں دونوں زبانوں کی بحروں کا خوبصورت امتزاج ہے۔ یہ بحروں کے امتزاج اور اپنی ڈراما ئیت کی بدولت اردو میں ہئیت کا ابتدائی مگر کامیاب تجربہ ہے۔ واجد علی شاہ نے منظوم مکالموں میں رادھا اور کنہیا کے جذبات کی اس طرح عکاسی کی ہے۔

رادھا (بیت) میں ترے عشق میں دیوانی ہوئی اے کانا
میں نے جی جان سے تجھکو تو یہاں پہچانا

دھرا آؤ پیارے موہنا پلک ڈھانپ توہے لیوں
نا میں دیکھوں اور کو نہ توہے دیکھیں دیون

کنہیا (بیت) عشق میں تیرے رادھا جی جنگل جنگل چھانا
دیو پری نے بھی مجھ کو کہیں نہیں پہچانا

دھرا سیس مکٹ کٹ کاچھنی کر مرلی ار مال
یہ بانک موہن بسے سدا بہاری لال

امانت کی اندر سبھا رہس سے بھی زیادہ انقلابی تجربہ ہے اس نے اپنے دور کے بہت سے ڈراما نگاروں کو متاثر کیا اور اس کی تقلید میں بہت سی سبھائیں لکھی گئیں۔

اگرچہ اندر سبھا کے تمام عناصر اردو ادب میں پہلے سے موجود تھے۔ مگر امانت نے ان کو ایک نئے انداز سے ترتیب دیا اور ایک نیا تجربہ کیا۔

اندر سبھا کی ساخت یہ ہے کہ راجہ اندر چاروں پریوں اور جوگن کی آمد غزل کی صورت

میں گائی جاتی ہے۔ چاروں پریاں اپنے حسب حال غزل گاتی ہیں۔ سبز پری جوگن بن کر گلفام کی آرزو کرتی ہے اور اپنی خواہش غزل کی صورت پیش کرتی ہے۔ رہائی کے بعد سبز پری اور گلفام ایک ایک شعر میں مکالمہ کہتے ہیں اور شعروں کے مجموعہ سے ایک مکمل غزل بن جاتی ہے جس کا مقطع سب پریاں مل کر گاتی ہیں۔ اندر ایک غزل کی صورت مبارکباد گاتی ہیں۔ ان تیرہ نظم نما غزلوں کے علاوہ اٹھارہ باقاعدہ ہیں جنہیں پریاں گاتی ہیں۔ اس طرح غزل اور غزل نما قطعوں کی مجموعی تعداد اکتیس ہے۔

غزل کے علاوہ اندر سبھا میں دو چوبولے پانچ چھند، پندرہ گیت اور متعدد مکالمے ہیں۔ چوبولے اور چھند دوہے کی بحریں ہیں چوبولوں میں سے ایک میں پانچ اور دوسرے میں سات شعر ہیں۔ یہ دونوں چوبولے مثنوی کی ہئیت میں اور ہندی دوہوں کی بحر میں ہیں۔ چھند ہندی کے اوزان میں ہیں اور ۳۲ شعروں پر مشتمل ہیں، جن کے ابتدائی دو مصرعوں کا قافیہ ایک اور باقی چار مصرعوں کا قافیہ دوسرا ہوتا ہے اور دوسرے مصرع کے آخری ٹکڑے کی تیسرے مصرع کی ابتدا میں تکرار کی جاتی ہے۔ گیتوں میں آٹھ ٹھمریاں، چار ہولیاں، ایک ساون، ایک بسنت اور ایک پھاگ کی چیز ہے۔ مکالمے سب مثنوی کی ہئیت میں ملتے ہیں۔

چوبولوں، غزلوں، مکالموں اور گفتگوؤں کی زبان اردو ہے۔ اس طرح چھندوں کی زبان بھی اردو ہے۔ گیتوں میں سے صرف ایک گیت جس کو گلفام گاتا ہے اردو میں ہے۔ باقی گیت اودھ کی دیہاتی زبان میں ہیں۔ اندر سبھا میں اشعار کی مجموعی تعداد ساڑھے چار سو بیت ہے اور مخلوط زبان کے گیت نوے بیت پر مشتمل ہیں۔ اس طرح اندر سبھا کی مختصر خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) غزلیں موقع و محل اور اظہار جذبات کے اعتبار سے موزوں بحروں میں ہیں۔

(۲) ہندی اصناف دوہے اور گیت خاصی تعداد میں ہیں گیت اودھ کی دیہاتی زبان اور ہندی بحروں میں ہیں۔

(۳) ہندوستانی موسیقی کی بعض دھنیں مثلاً ٹھمری وغیرہ ہیں۔ ٹھمری کی زبان دیسی اور بحر ہندی ہے۔

(۴) چھند چوبولے اور دوہے ہندی بحر یعنی دوہے کی بحریں ہیں اور ان کی زبان اردو ہے۔

(۵) بعض مکالمے مثنوی کی بحریں ہیں اور وہ بحر یہ ہے۔ فعولن فعولن فعولن فعول (دربار)

ہندی اسالیب اور روایات

اپنے ابتدائی دور میں اردو شاعری پر ہندی اور فارسی شاعری کے ملے جلے اثرات تھے۔ مگر آہستہ آہستہ اردو شاعری ہندی سے دور اور فارسی سے قریب ہوتی گئی اور اس نے فارسی اصناف و اسالیب کو اپنا آدرش بنا لیا۔ پھر بھی اردو شاعری پر ہندوستانیت کا واضح اثر رہا۔ اردو شاعری میں ہندوستانیت دو سطحوں پر نمودار ہوئی۔ ایک طرف اس نے ہندی زبان اسالیب اصناف اور روایات سے فیض اٹھایا اور دوسری طرف ہندوستانی موسیقی کی دھنوں کے مطابق غنائی نظموں کو اپنے دامن میں جگہ دی۔ اس سلسلہ میں حضرت امیر خسرو نے کافی جرت پسندی کا ثبوت دیا۔ انھوں نے اردو شاعری میں بعض دلچسپ اضافے کئے۔ ان اضافوں میں انمل۔ دوسخنے اور ڈھکوسلے نثری اختراعات ہیں۔ البتہ مکرنی اور پہیلی شعری تخلیقات ہیں۔

مکرنی میں چار مصرع ہوتے ہیں۔ پہلے تین مصرعوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر (عورت) اپنے ساجن سے مخاطب ہے مگر چوتھے مصرع سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب ساجن نہیں بلکہ کوئی دوسری چیز یا شخص ہے اور یہی دوسری چیز مکرنی کا بنیادی موضوع ہوتا ہے۔ چوتھا مصرع پڑھنے یا سننے کے بعد پہلے تین مصرع بھی بنیادی موضوع سے متعلق اور ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ آخری مصرع استفہامیہ ہوتا ہے اور عام طور پر اس میں جواب پنہاں ہوتا ہے۔ مکرنی اپنی حد میں ایک فن ہے اس میں شاعر اپنی چابکدستی کا مظاہرہ کرتا ہے اور سننے اور پڑھنے والوں کی ذہانت کا امتحان لیتا ہے۔ مکرنی میں کسی حد تک داستان کا استعجاب کہانی

کی دل کشی اور رباعی کی جامعیت ہوتی ہے۔ مگر فی عام طور پر مثنوی کی تکنیک میں ہوتی ہے جس کا ہر شعر مطلع ہوتا ہے اور ہر مطلع کے قوافی جداگانہ ہوتے ہیں۔ مثلاً

ہات پکڑ میر دلیو دبائے — چہروؤں پھاڑے ہی جائے
دھیرج دیت جو کر دل پکار — سکھی کوئی پی ناری منہیار

منہیار: عزلت

پہیلی کو معمہ اور چیستان بھی کہتے ہیں۔ انشا نے معمہ کو صنعت قرار دیا ہے اور اس کا ذکر "در بیان معنوی" کے تحت کیا ہے[۱۷] قدیم ہندوستانی ادب میں بعض پہیلیوں کو برہمودے (ब्रह्मोदय) کہا جاتا تھا۔ سنسکرت میں اس کا نام پرہیلیکا (प्रहेलिका) ہے[۱۸] بعض مقامات پر اسے "بوجھو" بھی کہتے ہیں۔ قدیم ہندوستانی ادب میں یہ ایک ترقی یافتہ فن تھا۔ ڈنڈی نے اپنی کتاب 'کاویہ درشن' میں پہیلی کی تیس قسمیں بتائی ہیں۔ بھاما نے اپنی کتاب 'کاویہ النکار' میں رام شرچیوت کو پہلا پہیلی گو شاعر لکھا ہے۔ پہیلی میں تعداد اشعار کی قید نہیں ہوتی۔ کم سے کم ایک شعر کی پہیلی ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ نو اشعار کی پہیلیاں ملتی ہیں پہیلی میں شاعر ایک ایسا لفظ استعمال کرتا ہے جس کے دو یا دو سے زیادہ معنی ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی اس لفظ کے سابقے اور لاحقے نئے معانی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی لفظ پہیلی کی بنیاد ہوتا ہے اور وہی پہیلی کا جواب بھی ہوتا ہے۔ جس چیز کے بارے میں پہیلی ہوتی ہے، اس کی بہت سی علامتیں اس پہیلی میں بیان کر دی جاتی ہیں۔ جس سے پڑھنے یا سننے والوں کا ذہن اصل موضوع کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یک شعری پہیلی کبھی فرد کی ہئیت میں ہوتی ہے، جس کے دونوں مصرعوں میں جداگانہ قوافی ہوتے ہیں۔ اور کبھی مطلع کی ہئیت میں ہوتی ہے۔ جس کے دونوں مصرعے باہم مقفیٰ ہوتے ہیں۔ ایک سے زیادہ اشعار کی پہیلیاں غزل کی تکنیک میں ہوتی ہیں۔ جن کے دوسرے مصرعے باہم مقفیٰ ہوتے ہیں اور کبھی مثنوی

---

[۱۷] دریائے لطافت ص ۲۳۴

[۱۸] مونیر ولیمس، سنسکرت انگلش ڈکشنری (۱۸۹۹) انگلینڈ ص ۷۰۱

کی تکنیک میں ہوتی ہیں جن کا ہر شعر مطلع ہوتا ہے۔ مگر ہر مطلع کے قوافی جداگانہ ہوتے ہیں۔ امیر خسرو عزلت اور سودا وغیرہ نے پہیلیاں لکھی ہیں۔ سودا کے کلیات میں ۱۰۹ پہیلیاں ہیں۔

کیا ہے وہ شمع کہ جس کا ہے دل خلق لگن — ہر شب اس کی ہو تجلی سے نیا گھر روشن
کبھی دیوان سلاطین کی ہو بزم افروز — کبھی بالیں پہ گداؤں کے کرے شب کو روز

(طوائف۔ انشا)

ہندی اصناف میں دوہے اور گیت اردو شاعری کا کس قدر جزو بن گئے ہیں۔ دوہا ایک چوبیس ماترا کا ہندی چھند (بحر) ہے اردو میں پہلے اس کو دوہرا کہا جاتا تھا۔ امانت نے اندر سبھا میں اس کو دوہرا ہی لکھا ہے۔ دوہے میں دو مصرعے ہوتے ہیں۔ ہر مصرعے میں دو حصے ہوتے ہیں جنہیں پاد (पाद) کہتے ہیں۔ پہلا اور تیسرا حصہ (پاد) وشم کہلاتا ہے ان میں ۱۳-۱۳ ماترائیں ہوتی ہیں۔ دوسرا اور چوتھا حصہ سم کہلاتا ہے اس میں ۱۱-۱۱ ماترائیں ہوتی ہیں۔ اس طرح دوہے کے پہلے مصرع کے پہلے حصہ (پاد) میں ۱۳ اور دوسرے میں ۱۱ ماترائیں ہوتی ہیں۔ دونوں حصوں کے درمیان وقفہ (یتی یا وِرام) ہوتا ہے یہی تکنیک دوسرے مصرع کی ہوتی ہے۔ دوہے کے دونوں مصرع باہم مقفی ہوتے ہیں۔ اگر دوہے کی ماتراؤں کی ترتیب الٹ دی جائے۔ یعنی دونوں مصرعوں کے پہلے حصہ ۱۱-۱۱ اور دوسرے دونوں حصوں میں ۱۳-۱۳ ماترائیں ہوں تو سورٹھا کہتے ہیں۔ ہندی کا دوہا یہ ہے :

مور مکٹ کٹی کاچھنی ، کر مرلی ار مال
یہی بانک مو من لسے، سدا بہاری لال

اردو میں بھی دوہے نظر آتے ہیں دکنی اور شمالی ہند کے شاعروں نے اس چھند کو اپنایا ہے۔

جو نیناں تم روپ کو ، نرکھ رہجھ تہرات
تم بن پل پل سیس پر ، پلکیں مارت ہات (عزلت)

گھر میں راجہ کے ہے تو پریوں کی سردار
تجھ سے کر سکتا نہیں ہرگز میں انکار

(امانت)

گیت ہندوستانی ادب کی ایک قدیم صنف ہے۔ لوک گیتوں کی روایت ماضی کے اندھیرے میں دور تک چلی گئی ہیں۔ البتہ گیت کی ادبی ہیئت سنسکرت میں گیت گوبند کی شکل میں نمودار ہوئی اور ہندی میں ودیا پتی نے ادبی گیتوں کا سرمایہ چھوڑا۔ اردو گیت نے لوک گیتوں اور ہندی گیت دونوں روایتوں سے استفادہ کیا ہے۔ چوں کہ یہ غنائی شاعری ہے۔ اس لئے اس کا وجود اردو شاعری کے ابتدائی دور میں نظر آتا ہے۔ مگر ابتدائی دور میں گیت اور گیت نما غنائی نظموں میں حد فاصل قائم کرنا مشکل ہے پھر بھی بعض دکنی شاعروں کے یہاں ایسی غنائی نظمیں مل جاتی ہیں۔ جن میں بڑی حد تک گیت کی خصوصیات نظر آتی ہیں۔ ان میں ہیئت کا اختصار جذبے کی شدت ذات کا اظہار اور داخلیت اور موسیقیت کے عناصر ہیں مگر عام طور پر ٹیک کی پلٹتی اور تکنیکی وحدت کی کمی ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی غنائی شاعری کو گیت نما نظمیں کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں دو رجحانات نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ اردو بحروں میں غنائی انداز کی نظمیں نظر آتی ہیں جن کی بدلی ہوئی صورت جدید گیتوں میں نظر آتی ہے۔ دوسرے موسیقی کی دھنوں میں ڈھلے ہوئے گیت۔ مگر دونوں کے گیتوں میں عورت کے جذبات کی صداقت اور لب ولہجہ کی نسوانیت ملتی ہے۔ یہی خصوصیت انھیں جدید گیتوں سے قریب تر کر دیتی ہے۔

کوئی جاؤ کہو مجھ ساجن سات   میں نینہ بندی تو کیتا گھات

دل میرا اپنے سات کیا
مجھ برہے میں دن رات کیا
دلداری کا نہ بات کیا
کنے مجھ سوں ایسی دھات کیا

کوئی جاؤ کہو مجھ ساجن سات   میں نینہ بندی تون کیتا گھات

اور امانت کا گیت ہندوستانی سنگیت کی دھن کے مطابق ۔ جو " ٹھماری لال پری میں دہن سند کانی کے " ہے ۔

لاج رکھ لے شیام ہماری   میں چیری ہوں تمھاری

جادے سمجھ کر گاری

(امانت)

عبیر گلال نہ مو پہ ڈارو   نہ مارو پچکاری

آدھی رینہ سب دیکھ پرے گی   ساری بھجوؤ نہ ساری

کہیں گے لوگ متوا ری

گیتوں اور دوہوں کے علاوہ کبت بھی نظر آتے ہیں ۔ کبت ہندی کوت (कवित्त) کی تبدیل شدہ صورت ہے " کبت " میں موضوع کی قید نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہر قسم کے خیالات ادا کئے جاتے ہیں ۔ غزلت نے ایک طویل کبت لکھا ہے اس کا ایک بند دیکھئے جس میں عشقیہ جذبات کا اظہار ہے ۔

نینن جل دھار دیکھو گورے بالا ڈار دیکھو

ہائے کی پکار دیکھو پا چھین پچھتائے

انگ بھسم لائے دیکھو تیسری کھائے دیکھو

مرگ چھالا بچھائے دیکھو کچھ بات نہ آئے

مکین دوار کا جلنے دیکھو تیرتھ میں نہائے دیکھو

کروت گہرے لائے دیکھو یوں ہی مر جائے

نرگنی سب ہوئے دیکھو سوئے دیکھو روئے دیکھو

آپ کو جو کھوئے دیکھو تب ہیں کچھ پائے

چولا بھی ہندی کا ایک چھند ہے ۔ اس کو ہنسی (हंसी) بھی کہتے ہیں ۔ اس میں پندرہ ماترائیں ہوتی ہیں ۔ آٹھ اور سات ماتراؤں کے درمیان وقفہ (یتی یا وشرام) ہوتا ہے ۔ آخر میں لگھ گرو ہوتے ہیں ۔ مثلاً " متو سچل نج جیون کرو " اب اردو چولا دیکھئے ۔

جو بعنوان چوبولا اپنے حسب حال زبانی راجہ اندر کی ملتا ہے۔

راجہ ہوں میں قوم کا اندر میرا نام   بن پریوں کی دید کے نہیں مجھے آرام

لیکن یہ چوبولا نہیں بلکہ دوہا ہے کیوں کہ اس میں پہلے اور تیسرے پاد میں ۱۳-۱۳ اور دوسرے اور چوتھے پاد میں ۱۱-۱۱ ماترائیں ہیں اور ایک مصرع کے دونوں حصوں (پاد) کے درمیان یعنی ۱۳ اور ۱۱ کے درمیان وقفہ (ورام) ہے۔ امانت نے دوہے کو چوبولا لکھ دیا ہے۔ دوہا اور چوبولا دو الگ الگ چھند ہیں۔

اردو میں 'چوپائی' بھی نظر آتی ہے چوپائی بھی ہندی کا ایک چھند ہے۔ اس میں سولہ ماترائیں ہوتی ہیں۔ امانت نے اندر سبھا میں اس طرح کے چھند پر محض "فقرے" لکھا ہے۔ مثلاً "فقرے سبز پری کی درخواست میں زبانی راجہ اندر کی"۔

کاٹی رات مزے میں ساری   بیٹھ مرے پہلو اب پیاری

بہت لڑائی تو نے جان   اب ہے سبز پری کا دھیان

امانت کی اندر سبھا میں ہندی چھندوں کے مطابق شاعری کے نمونے ملتے ہیں اور ہندوستانی موسیقی کی دھنوں میں ڈھلی ہوئی شاعری بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً ٹھمری اندر سبھا میں کئی ٹھمریاں ہیں۔ ٹھمری ہندوستانی سنگیت کی ایک مخصوص دھن کا نام ہے۔ اندر سبھا کے گیت عام طور پر ٹھمریوں کی دھنوں میں ملتے ہیں جس کی مثال گیت کے سلسلہ میں دی جا چکی ہے۔

۱۸۵۷ء سے قبل اردو شاعری محض تالاب کے ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح نہیں تھی بلکہ اس میں تجربوں کی لہریں اٹھتی تھیں۔ شاعروں نے قدیم اصناف سخن میں عروض و قوافی اور اجزائے ترکیبی کے دائرہ میں تجربے کئے اور ہندی چھند اور اسالیب کو اپنا کر جدت پسندی کا ثبوت دیا۔ اگرچہ اکثر تجربے مشق و مزاولت کی بنیاد پر کئے گئے ہیں۔ پھر بھی امانت کی اندر سبھا اور نظیر کی نظموں میں شعری تجربہ کا حسن نظر آتا ہے اور بعض شاعروں کے یہاں زبان و بیان کی سطح پر دلکش جدتیں ملتی ہیں۔

سید منظور الحسن برکاتی

ٹونک کی قدیم و جدید علمی و ادبی انجمنیں اور مشاعرے

۱۸۱۷ سے ۱۹۷۴ تک

اردو زبان، اور شعر و ادب کی ترقی، اور اس کی ترویج و اشاعت میں گزشتہ ڈیڑھ سو سال میں جن علمی مرکزوں، ادبی اداروں اور شعری انجمنوں نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ اُن کے تفصیلی تعارف کے لیے تو درحقیقت ایک مستقل، اور مفصل تصنیف کی ضرورت ہے ــــ لیکن اس وقت نہ تو اس کا موقعہ ہے۔ اور نہ وسائل، اس لیے سردست اُن میں سے چند ایسے علمی مرکزوں، اور شعر و سخن کی مجلسوں کا مختصراً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جن کے ذریعہ اس سرزمین پر زبان و ادب نے نشو و نما پائی ہے۔

تاریخی اعتبار سے ٹونک میں شعر و سخن کی محفلیں بانیٔ ریاست نواب امیرالدولہ کے عہد ہی سے آراستہ ہونے لگی تھیں۔ نواب امیرالدولہ ایک شجاع سپہ سالار ہونے کے ساتھ علم و ادب کے بڑے قدرداں، اور ارباب فن کے بڑے مربّی تھے۔ قیام ریاست سے پہلے اُن کے لشکر میں بہادر سپاہیوں کے ساتھ ارباب شعر و سخن اور اصحابِ علم و فن کا بھی ایک گروہ ساتھ رہتا تھا۔ ۱۸۱۷ء میں قیام ریاست کے بعد اگرچہ ان کا زیادہ وقت اس نومولود ریاست کو بنانے اور سنوارنے میں گذرا، لیکن شاہان تیموریہ کی روایات کے مطابق انھوں نے اہل علم اور اربابِ شعر و ادب کی بھی سرپرستی فرمائی۔

خود ان کے فرزندان میں احمد علی خاں رونق، عبدالکریم خاں شرق، اور احمد یار خاں آتی اردو فارسی کے قادر الکلام اور صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کے ایوان اُس دور میں اور اس کے بعد شعراء کے مراکز تھے۔ رات دن طرحی و غیر طرحی مشاعروں کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ صاحبزادہ احمد علی خاں رونق، خواجہ حیدر علی آتش، اور شیخ امام بخش ناسخ سے تعارف و ملاقات کا شرف رکھتے تھے اور ایک عرصہ تک خدا بخش تنویر ان کے دامن دولت سے وابستہ رہے تھے۔ آزردہ ظہیر دہلوی سے انھیں تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ بڑے صاحبِ نظر، بذلہ سنج اور زبان داں شاعر تھے۔ یہاں کے ادبی و شعری حلقوں میں انہیں شمع انجمن کی حیثیت حاصل تھی۔

ان کے علاوہ اس دور میں جن استادانِ سخن، اور علمائے فن کے دم قدم سے یہاں کی بزم ادب آراستہ تھی، ان میں منشی بسا دن لال شاداں، امام الدین خاں امام، لالہ خیالی رام، حکیم سید انور علی، پائندہ خاں نکہت، لالہ نرنجن لال، وغیرہ کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سترہ سال حکومت کرنے کے بعد جب امیرالدولہ ۱۸۳۴ء میں راہی ملکِ بقا ہوئے تو ان کے فرزند نواب وزیرالدولہ حکمرانِ ریاست ہوئے۔

وزیرالدولہ ایک صاحب علم و فضل، اور صاحب تصنیف حکمراں تھے۔ علم و اخلاق اور سیاست مُدن پر فارسی زبان میں ان کی ایک مبسوط، اور قابل قدر تصنیف "وصایائے وزیری" کے نام سے مشہور ہے۔ وزیرالدولہ زمانۂ ولیعہدی میں دہلی کے لال قلعہ میں شاہی تربیت کے زیر اثر اپنی ابتدائی زندگی کے کچھ سال گزار چکے تھے۔ اور باوجود کم سنی وہاں کی مجالس شعر و ادب میں شریک رہ چکے تھے۔ ان کا تعارف دلی کے تمام باکمال اصحاب سے تھا، مومن، غالب، ذوق، بہادر شاہ ظفر، اور دوسرے اساتذہ سخن سے اُن کے مراسم پیدا ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وراثتی بہادری و سپہ گری کے ساتھ علم و ادب اور شعر و سخن کا بھی خاصا بلند ذوق رکھتے تھے۔ وہ اگرچہ خود شاعر نہ تھے۔ لیکن فارسی شعر و ادب سے انھیں بطور خاص شغف تھا، علمی و ادبی مباحث سے بھی انھیں دل چسپی تھی۔ امور ریاست سے فراغت و فرصت کے بعد روزانہ رات کو مجالس علم و ادب اور محافل شعر و سخن منعقد کیا کرتے تھے۔

درباری شعرا اردو فارسی میں غزلیں کہتے اور قصائد پڑھتے ۔ انھیں اساتذہ قدیم کے سینکڑوں اشعار یاد تھے ۔ وہ علم و ادب کے بڑے قدرداں اور مربی رئیس تھے ۔ ان کی شاہانہ فیاضیوں اور قدردانیوں کی بدولت اُن کا دربار علما و فقہا سے ہمیشہ معمور رہتا تھا ۔ اور اُن کی ان علمی مجالس و شعری محافل نے ٹونک میں علم و ادب اور شعر و سخن کے ذوق کی ترویج و نشو و نما کی تھی ، یہاں ایسے ایسے خوش بیان و بلند خیال شاعر پیدا ہوئے جو اپنی نظیر آپ تھے ۔

اس کے علاوہ نواب وزیر الدولہ نے تاریخ نگاری کا ایک مستقل شعبہ قائم کر رکھا تھا ۔ وہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے نسبت ارادت و عقیدت رکھتے تھے ۔ اور زمانہ جہاد میں ان کی مالی ، نقدی اور دوسرے سامان حرب کے ذریعہ مدد کرتے رہتے تھے ۔ سید صاحب کی شہادت کے بعد ان کے اہل و عیال و رفقا کی ایک بڑی جماعت کو ٹونک بلا کر آباد کر لیا تھا ۔ مجاہدین کی اس جماعت میں سے انھوں نے بعض رفقائے سفر جہاد کو وقائع نگاری اور تاریخ نویسی کے لیے مقرر کیا تھا ۔ مسجد قافلہ میں اس جماعت کی نشست ہوتی اور ہر ایک اپنی معلومات اور چشم دید واقعات بیان کرتا ، جن کو کاتب قلم بند کر لیتا ، اس طرح ایک ضخیم اور مستند کتاب مرتب ہو گئی ۔ یہ کتاب "مخزن احمدی" کے نام سے " اورنٹیل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک " میں محفوظ ہے ۔ اس میں جہاں کرامات و واقعات عجیبہ کا بیان ہے ۔ وہیں بہت سے اہم تاریخی واقعات و اشارات ایسے بھی ہیں کہ جن کے بغیر سید صاحب کا کوئی تذکرہ مکمل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ مشہور عالم دین مولانا سید ابوالحسن ندوی ، اور " احمد شہید " کے مصنف مولانا غلام رسول مہر نے اس کتاب اور اس جماعت کی مرتب کردہ دوسری کتابوں سے استفادہ کیا ہے ۔

نواب وزیر الدولہ کو تاریخی علمی اور مذہبی کتابیں جمع کرنے کا بھی بے حد شوق تھا ۔ آپ کے عہد میں بہت سی نادر الوجود کتابیں جمع ہو گئی تھیں ۔ جن کے لیے قلعہ معلیٰ میں ایک عمارت تعمیر کرائی گئی تھی ۔ لیکن مرور ایام ، انقلاب حالات اور نیرنگیٔ زمانہ نے اس عمارت کو کھنڈر کی صورت میں تبدیل کر دیا ۔ اور وہ قلعہ معلیٰ جس کے گرد خندق اور ڈبل فصیلیں تھیں جس میں خوب صورت و عالی شان حویلیاں ، دیوان خانے اور دفاتر کی شاندار عمارتیں تعمیر

تھیں۔ آج وہ سب کھنڈر اور لق ودق میدان کی صورت اختیار کر گئے۔

وزیر الدولہ کے جانشین نواب محمد علی خاں نے اپنے مختصر عہد حکومت میں ایک باقاعدہ شعبۂ تصنیف تالیف قائم کیا تھا، اور اپنے بزرگوں کے تمام ہی درباری علماء فقہا کو اپنی علمی مجلس کا رکن بنایا تھا جس میں مولانا سید حیدر علی، مولانا مجید علی، مولانا سید عبدالرزاق کلاجی، علامہ نجف علی خاں، مولانا عبدالمالک، مولانا عبدالکریم خاں، مولانا حمید الدین حمیدی، علامہ تفضل حسین خاں، مولوی ارشاد حسین خاں، مولوی الٰہی بخش نازش، سید زین العابدین شگونی سید عنایت حسین رنگی، مولوی نظام الدین مانک پوری، حکیم دائم علی خاں جیسے افاضل شامل تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں دینی، تاریخی، منظوم و منثور کتابیں رات دن ترجمہ تالیف و تصنیف ہوتی رہتی تھیں۔ یہ سلسلہ تقریباً تین ساڑھے تین سال تک جاری رہا۔ اور اس مختصر مدت میں بہت سی قابل قدر کتابیں تالیف و تصنیف ہوئیں۔ متعدد کتابوں کے ترجمے ہوئے، بعض زیور طبع سے آراستہ بھی ہوئیں۔ کتابوں کی طباعت کے لیے نواب محمد علی خاں نے ایک بہترین مطبع بھی قائم کیا تھا۔ یہ مطبع، "مطبع محمدی" کے نام سے اختتام ریاست تک جاری رہا۔ سرکاری قانون، گزٹ اور کاغذات اسی میں طبع ہوتے رہتے تھے۔ غالب علی خاں، عباد اللہ خاں، حافظ محمد سعید خاں۔

یکے بعد دیگرے اس مطبع کے مہتمم ہوئے ـــ نواب محمد علی خاں نے اپنے زمانہ کے مشاہیر علما اور کامل الفن اساتذہ سے معقولی و منقولی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی۔ خاص کر علوم منقولی میں ان کی دست گاہ نہایت اعلیٰ تھی، متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ انھوں نے منجملہ دیگر تصانیف کے ایک کتاب "قرۃ العیون" بھی تصنیف فرمائی، جو تقریباً پانچ ہزار صفحات پر ختم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں علوم عربیہ، تاریخ اسلامیہ کے دقیق مسائل پر بڑی صحت و تفقہ سے قلم اٹھایا ہے۔ فارسی کی جگہ اردو کو دفاتر کی زبان قرار دینا بھی آپ ہی کا بہترین کارنامہ ہے۔ چنانچہ اس وقت سے انضمام ریاست تک ٹونک کی سرکاری زبان اردو ہی تھی۔ جس کو یہاں کے باشندے بلا امتیاز مذہب و ملت ذوق و شوق سے سیکھتے اور بولتے تھے۔ ٹونک کے راجستھان میں شامل ہونے کے بعد دوسری تبدیلیوں کے ساتھ زبان

کی بھی تبدیلی ہوئی ـــــــ کتابیں جمع کرنے کا شوق بھی نواب محمد علی خاں کو ورثہ پدری میں ملا تھا۔ آپ نے بھی ایک بڑا کتب خانہ نوادر مخطوطات پر مشتمل قائم کیا تھا، یہ کتب خانہ آج تک باقی ہے۔

"عہدِ خلیلی یا دورِ ابراہیمی"

یہ عہد ۱۸۶۷ء سے شروع ہو کر ۱۹۳۰ء میں جا کر ختم ہوتا ہے۔ ٹونک کی تاریخ میں یہ عہد حکومت بڑا طویل عہد حکومت رہا ہے ـــ جس طرح عہد وزیری اور محمد خانی اپنے علمی کارناموں اور علما فضلا کی بہتات کے باعث ٹونک کی تاریخ کا عہد زریں کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اسی طرح نواب ابراہیم علی خاں خلیل کا عہد اپنی ادبی اور شعری کارگزاریوں اور شعرا اور ادبا کی کثرت کے سبب اردو شعر و ادب کا عہد شباب تھا۔

۱۸۶۷ء میں جب نواب ابراہیم علی خاں خلیل مسند نشین ریاست ہوئے۔ تو قیام ریاست کو نصف صدی کا عرصہ بیت چکا تھا۔ قدیم تہذیب و معاشرت اور تمدن ہر چیز میں انقلاب آ چکا تھا۔ جو لوگ ابتدا میں خوراک، پوشاک، مکان، اسباب آرائش اور وضع قطع کے اعتبار سے بے تکلفانہ اور سادہ زندگی گزارا کرتے تھے۔ ان کی اولاد میں نفاست لطافت اور تکلف پیدا ہو گیا تھا۔ پھوس کے جھونپڑے۔ اور خس پوش کچے مکانات، پختہ اور شاندار محلوں اور عمارتوں کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ پُر تکلف فرش فروش اور قیمتی جھاڑ فانوسوں سے محلات آراستہ و پیراستہ نظر آنے لگے تھے۔

ہمراہیان نواب امیرالدولہ میں سے بہت سے تو اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ اور جو کچھ باقی رہے تھے تغیرات زمانہ نے ان کے اخلاق و عادات کو بھی بڑی حد تک متاثر کر کے نکھار دیا تھا۔ جوں جوں عیش و آرام اور شاہانہ تمکنت کا عروج ہوتا گیا یوئے اسد اللہی کم ہوتی چلی گئی تھی۔

شمشیر و سناں کے آغوش میں پرورش پانے والوں کی اولادیں "طاؤس و رباب" میں مست و بے خود نظر آنے لگی تھیں۔ فنون لطیفہ جو امارت و ریاست کے لوازمات میں سے ہیں ان میں چار چاند لگ گئے تھے۔ اردو شعر و شاعری کا مذاق اس قدر عام ہو گیا

تھا کہ ہر فرد ایک انجمن شعر اور ہر گوشہ بساط ادب نظر آنے لگا تھا۔ خود نواب ابراہیم علی خاں خلیل ایک باحشمت حکمران ہونے کے ساتھ ایک بہترین شاعر اور ادب نواز کی حیثیت سے بھی ایک امتیازی شان و شہرت کے مالک تھے۔ اسد لکھنوی، بسمل خیرآبادی، مضطر خیرآبادی جیسے اساتذۂ سخن مشیر سخن رہے تھے، نواب سلیمان خاں اسد لکھنوی غدر ۱۸۵۷ء کے بعد مصیبتیں اٹھاتے تکلیفیں جھیلتے ۱۲۸۳ھ میں ٹونک پہنچے تھے۔ ان کی آمد سے یہاں شعر و شاعری کی ایک خاص فضا پیدا ہو گئی تھی چنانچہ وہ خود کہتے ہیں۔

زبانِ لکھنؤ سے گل فشانی ٹونک میں کر کے

کیا گلزار ہم نے دامن کہسار کو دیکھو

بہت سے لوگ ان کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے ۱۸۵۲ء میں سرکار خلیل نے اپنا مشیر سخن مقرر فرمایا۔ سرکار خلیل نعتیہ اور عاشقانہ متعدد دیوان یادگار رہیں۔ ضرب المثال، اور کہاوتوں کو نظم کا جامہ پہنانا سرکار خلیل کا عدیم النظیر اور قابل قدر کارنامہ ہے۔ آپ کی سخن پرستی اور ادب نوازی نے اردو زبان و ادب کے ذخیرہ میں بیش بہا اضافہ کیا۔ مشاعروں کے انعقاد کا بھی آپ کو بڑا شوق تھا۔ وقتاً فوقتاً مشاعرے منعقد فرماتے، جن میں درباری شعرا کے علاوہ شہر کے دوسرے ارباب شعر و سخن شریک ہوتے تھے۔ ہر مشاعرہ کے لیے بیشتر مصرع طرح خود ہی تجویز فرماتے۔ جن پر شعرا طبع آزمائی کرتے۔ درباری مشاعروں کے علاوہ شہر کے دوسرے امرا و عمائدین ریاست کے یہاں بھی آئے دن مشاعروں کی مجلسیں منعقد ہوتی رہتی تھیں، اکثر میں سرکار خلیل شرکت فرماتے تھے۔

اس دور میں سنگلاخ زمینوں اور مشکل سے مشکل ردیف و قافیہ میں غزلیں کہنے کا بڑا رواج تھا۔ استادانِ سخن نئی نئی اور مشکل سے مشکل زمینوں میں طبع آزمائی کرتے ـــــ وہ اسی دور کا مشاعرہ تھا جس میں نواب سلیمان خاں اسد بھی شریک تھے۔ اور زمین تھی "دھوپ سونے کا ورق" ٹونک کے ایک رئیس صاحبزادہ محمد احسن خاں احسن کو تو اس قسم کی سنگلاخ زمینوں میں شعر کہنے کا بہت شوق تھا۔ وہ جب مشاعرہ میں آتے اپنے ساتھ دو موٹی موٹی لغت کی کتابیں بھی لاتے تھے۔ شعر سناتے وقت اگر سند کی ضرورت ہوتی تو فوراً

لعنت پیش کردیا کرتے تھے۔ اُن کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

ہے چشم پُرعتاب، سفید و سیاہ و سُرخ   چہرہ پہ ہے نقاب، سفید و سیاہ و سُرخ

صاحبزادہ عبدالکریم خاں شرقی کے صاحبزادہ، حامد خاں بھی بڑے باذوق اور شعر دوست رئیس تھے۔ ہر ہفتہ اُن کے ہاں مشاعرے کی محفلیں جما کرتی تھیں۔ ۱۲۸۱ھ کے ایک مشاعرہ کا مصرع طرح تھا۔

نسبت تنِ لاغر کو ندو اپنی کمر سے

اس مشاعرہ میں مولوی احمد علی سحاب، عشق لکھنوی، مولانا عبدالرزاق کلابی، امیراللہ خاں برق، وزیر اللہ خاں وزیر، ریوتی سہائے دل، لالہ گنج بہاری سہائے طرب، اور نائب بخشی الملک سید محمد عثمان شاقی جیسے اساتذہ سخن شریک تھے۔

مولانا احمد علی سحاب کی غزل کا مطلع و مقطع تھا ؎

اب تو میری آہِ شرر افشاں کے اثر سے   بتیاب کھُلے بالوں نکل آتے ہیں گھر سے

سحاب کا منظور اگر قتل ہے صاحب   یوں گرم نہو دیکھ لو ایک ترچھی نظر سے

مولانا عبدالرزاق کلابی کے بھی دو مطلعے سن لیجئے۔

کیونکر نہو تاریک جہاں دودِ جگر سے   جس بت پہ فدا ہوں وہ نکلتا نہیں گھر سے

دیکھے گلِ عارض کو اگر ایک نظر سے   شعلے ابھی چھڑنے لگیں بلبل تیرے پر سے

اکثر ایسا ہوتا تھا، کہ ایک ہی مشاعرہ کے لیے دو طرحیں دے دی جاتی تھیں، اور دونوں طرحوں میں غزلیں لکھنے پر پابندی ہوتی تھی۔ محرم ۱۲۹۱ھ کے ایک مشاعرہ کے لیے ذیل کے مصرعہ ہائے طرح دیئے گئے تھے۔

؎ شوق نظارۂ گل گشت گلستاں کیسا

؎ آئے جو تیرے روبرو کیا ہے قمر کی تاب

اسی مہینے اور سن میں ایک دوسرے مشاعرہ کے لیے یہ دو مصرعے دیئے گئے تھے۔

؎ شانہ نے بل نکال دیئے زلف یار کے

نسبت نہیں ہے کوئے بتاں کو چمن کے ساتھ

ذی الحجہ ۱۲۹۰ھ میں ہونے والے ایک مشاعرہ کا مصرعہ طرح تھا۔

نالہ میرا غریب کی فریاد بن گیا

اس عہد میں "بزم خلیل" کے نام سے ایک شعری انجمن بھی قائم تھی جس کے زیر اہتمام رؤسائے ٹونک کے محلات اور ڈیوڑھیوں پر مشاعرے منعقد ہوتے رہتے تھے۔ اس بزم کے تحت منعقد ہونے والے مشاعروں میں ایک مشاعرہ تو اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخی اور یادگار مشاعرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مشاعرہ ۲۰ صفر ۱۳۱۴ھ م ۱۸۹۶ء کو ٹونک کے حکمراں خاندان کے ایک ممتاز رکن صاحبزادہ شیر علی خاں تشر کی حویلی میں منعقد ہوا تھا۔ اور اس کی صدارت نواب صاحب نے فرمائی تھی۔ مورخ ٹونک مولوی سید اصغر علی آبرو نے تاریخ ٹونک میں "بزم خلیل" کے عنوان سے اس مشاعرہ کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اور مشاعرہ میں شریک شعرا کی طرحی غزلوں کے ساتھ اُن کے سوانحی حالات بھی لکھے ہیں۔ بعض شعرا کی تصویریں بھی دی ہیں۔ اس مشاعرہ میں نواب سلیمان خاں اسد لکھنوی، بسمل خیرآبادی، مضطر خیرآبادی، ظہیر دہلوی، اور مترجم بوستانِ خیال نبیرہ مرزا غالب مرزا قمرالدین راقم نے بھی غزلیں پڑھی تھیں۔ مصرعہ طرح تھا۔

نہیں منظور اب یار کو صحبت میری

عہد خلیلی کے ایک ایسے مشاعرہ کا ذکر جس میں ظہیر دہلوی اور مضطر خیرآبادی نے غزلیں پڑھی تھیں۔ نرلش کمار شاد نے لکھا ہے کہ

"کچھ سال استاد ظہیر دہلوی ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد دہلی سے نکلے، الور، رام پور، اور جے پور میں ایک مدت تک قسمت آزمائی کر کے ٹونک پہنچے، یہ واقعہ موجودہ صدی کے آغاز سے آٹھ نو سال پہلے کا ہے۔ اُس زمانے میں نواب ابراہیم علی خاں خلیل کی حکومت تھی، اور سید افتخار حسین مضطر خیرآبادی کو افتخار الشعراء اقبال الملک کا خطاب مل چکا تھا۔ استاد ظہیر نے ایک مشاعرہ میں جب اپنی غیر طرحی غزل کا مطلع ؎

قتل عالم کے لیے تم نے نکالا جوبن　　تیغ ہاتھوں سے نہ سنبھلی تو سنبھالا جوبن

پڑھا۔ تو واہ واہ اور ہاہا کے شور سے مشاعرے کے باہر کی فضا بھی گونج گئی اور پھر شہر میں کئی دن تک ظہیر کی استادی کی دھوم مچی رہی، جواں سال مضطر ایسا تیکھا مطلع سننے کے بعد خود بھی اسی زمین میں طبع آزمائی سے کیوں کر باز رہ سکتے تھے۔ انھوں نے غزل لکھی اور اگلے مشاعرے میں طرحی غزل پڑھنے سے پہلے کہا کہ استاد ظہیر کا بھالا جوبن، سنبھالا جوبن، والا مطلع بالائے تعریف و توصیف ہے۔ میں نے بھی اپنی بساط کے موافق طبیعت پر زور ڈالا ہے۔ مطلع ملاحظہ ہو ؎

بالا بالا تو نہ جائے گا یہ بالا جوبن
لوٹ ہی لے گا کوئی لوٹنے والا جوبن

مضطر بار بار مطلع پڑھ کر اور سامعین داد دے دے کر تھک گئے۔[1]

اس عہد کے ایک دوسرے مشاعرے کا حال خود استاد ظہیر نے "داستانِ غدر" میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

ایک بار نواب صاحب کے مواجہ میں مشاعرہ ہوا۔ اور اہل مشاعرہ نے اچھی اچھی غزلیں پڑھیں۔ میرے شاگردوں نے بھی بہت اچھی اچھی غزلیں لکھی تھیں۔ غرض کہ جب افتخار حسین خاں صاحب مضطر نے غزل پڑھی، غزل ان کی بہت نادر رہی۔ ان کے جانب داروں میں سے جو لوگ تھے انھوں نے بڑے نعرے سبحان اللہ کے لگائے۔ اور ہر شعر پر یہ بیان ہوتا کہ کیا کہنا ہے۔ کوئی شاعر اب کیا کہے گا۔ قلم توڑ دیا ہے۔ ایک شدت سے شہرت ہو رہی تھی کہ میں کیا بیان کروں، حالانکہ میرے شاگرد احمد سعید خاں عاشق کی غزل مضطر کی غزل سے کم نہ تھی۔ بلکہ مذاق زبان میں بڑھی ہوئی تھی، قصہ کوتاہ آخر کو جب میری نوبت آئی تو میں نے بیان کیا کہ سنو صاحبو! تم صاحبوں کی جواں طبیعتیں، دلوں میں نئی نئی امنگیں، سب طرح کی فارغ البالی، دل و دماغ تمھارے صحیح اور درست ہیں۔ میں بوڑھا آدمی ہوش و حواس تک

درست.... نہیں، دل و دماغ میں طاقت نہیں، ہزار ہا صدمے قلب و جگر پر پڑے ہیں، اب کیا شعر لکھوں گا، اور تمھارے مضمون کہاں سے لاؤں گا، مجھے تو معاف ہی رکھئے تو بہت مناسب ہے۔ اندر سے نواب صاحب نے حکم دیا، نہیں غزل پڑھنی پڑے گی، جیسی کہہ کر لائے ہو پڑھو، تمھاری غزل کے واسطے تو مشاعرہ ہی مقرر ہوا کرتا ہے۔ غرضکہ مجبور میں نے غزل شروع کی۔ اور مطلع غزل پڑھا، بس غزل کا مطلع پڑھتے ہی ایک شور مچ گیا اور مرزا محمد علی خاں صاحب ممبر کونسل نے پکار کر کہا کہ استادی کے یہ معنی ہیں کہ ایک مطلع ایک دیوان کے برابر ہے۔ وہ مطلع یہ تھا ؎

وہ جھوٹا عشق ہے جس میں فغاں ہو
وہ کچی آگ ہے جس میں دھواں ہو

اُس وقت افتخار حسین خاں صاحب نے فرمایا کہ انھیں باتوں سے تو یہ لوگ استاد مانے جاتے ہیں۔ اور ایسے ہی اشعار سے سکّہ شاعری بیٹھتا ہے"

ص ۲۴۴

اس دور میں ٹونک کے مشاعرے، شعری و ادبی مجلسیں بڑی معیاری اور سنجیدہ ہوا کرتی تھیں، بزرگوں کا ادب و احترام، شعرا کے مراتب کا پاس و لحاظ، یہ سب اس دور کے مشاعروں کی خصوصیات تھیں۔ درباری مشاعرے نہایت ادب سے سنے جاتے تھے۔ ٹونک کے مرحوم استاد سخن حضرت صولت، نواب ابراہیم علی خاں کے دور کے درباری مشاعروں کا اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے کہ مشاعروں میں شعرا اور سامعین دو زانو مودب بیٹھا کرتے تھے، پہلو بدلنا آداب محفل کے خلاف تھا، نشست کی پشت پر چوب دار چھڑی لیے ایستادہ رہتے تھے۔ اگر کوئی نشست میں ذرا بھی پہلو بدلتا تو وہ پیچھے سے فوراً چوب سے اشارہ کرتا کہ ادب ملحوظ رکھیے۔

مسند نشینی، سال گرہ، اور دوسری سرکاری تقریبات کے مواقع پر جوشن اور مشاعرے ہوتے تھے اُن میں ہندوستان کے مشاہیر شعرا مدعو ہوتے تھے۔ اور ان کا اعزاز و اکرام

شاہانہ مہمان نوازی کے ساتھ کیا جاتا تھا۔

ملک کے جن مقتدر ارباب ادب و فن نے اس عہد میں سرکاری جشنوں اور تقریبوں میں شرکت کی ہے۔ اور یہاں کے ادبی و شعری حلقوں کو متاثر کیا ہے۔ ان میں امیر اللہ خاں تسلیم لکھنوی مؤلف گل رعنا، مولوی سید فخر الدین، مرزا راقم دہلوی، علامہ راشد الخیری، مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی، میر باقر داستان گو، آغا شاعر دہلوی، سلطان حیدر جوش، خدا بخش تنویر، علامہ سیماب اکبر آبادی، منظر صدیقی، اعجاز صدیقی اور ساغر نظامی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سرکار خلیل کے ذوق شعری کے باعث الناس علیٰ دین ملوکہم کے مصداق سخنوری و سخن شناسی کا ذوق اس عہد میں خواص سے لے کر عوام تک میں پایا جاتا تھا۔ غالب، مومن، ذوق اور خاص کر داغ کے دیوان ہر معمولی لکھے پڑھے گھرانے میں پائے جاتے تھے۔ دہلی اور لکھنؤ کی طرح یہاں بھی چند ٹھکانے اور جاگیردار، صاحب ثروت امرا ایسے تھے، جو اپنے گھروں کو احباب کی نشست و برخاست کے لیے ہر وقت کھلا رکھتے تھے۔ اور اوقات فرصت میں اپنے احباب کے ساتھ بیٹھ کر غم غلط کیا کرتے تھے۔ ان کی خاطر داری و تواضع کے تمام سامان وہ اپنے ذاتی مصارف سے مہیا کرتے تھے۔ پان سگریٹ حقہ، اور چائے وغیرہ کا اہتمام رکھتے تھے۔ اُن کے ہم مذاق بلاناغہ پابندی سے آتے دیر تک صحبت رہتی، لطیفہ گوئی بذلہ سنجی، علمی ادبی بحثیں، اور گفتگوئیں، ندیمانِ صحبت کے مذاق کے لحاظ سے اپنا رنگ دکھاتی رہتی تھیں۔ شرکائے محفل اگر شعر و سخن کے شیدائی ہوتے تو شاعری اور اس کے رموز و نکات پر گفتگو ہوتی۔ اگر وہ عالم فاضل ہوتے تو عالمانہ مذاق کے ساتھ علمی بحث چھڑ جاتی، اگر مہذب امرا جمع ہوتے تو وضع لباس، عیش و نشاط، سیر و شکار کے تذکرے ہوتے کہیں کہیں شطرنج اور چوسر کی بازیاں کھیلی جاتیں، کہیں فنونِ سپہ گری کی مشق و ممارست غرضکہ ہر مذاق اور موضوع پر ایسے جلسوں نشستوں اور مجلسوں میں دلچسپ باتیں ہوتیں۔

نائب الریاست صاحبزادہ عبید اللہ خاں فیروز جنگ، بڑے باذوق رئیس تھے خود بھی شعر کہتے تھے۔ اسد لکھنوی سے تلمذ تھا۔ اُن کا ایوان اگر ایک طرف حکومت کا باب حکومت تھا، تو دوسری طرف اہلِ علم کا مرجع اور شعرا کی وجہ سے بزم شعر و سخن اور طفل ادب بھی مجمع المصنفین

کے مصنف مشہور عالم دین مولانا محمود حسن خاں کی برسوں آپ کے یہاں نشست رہی ہے۔

اسی طرح وکیل ریاست مولوی ارشاد حسین خاں خیرآبادی کا بالاخانہ بھی اسی دور میں مرکز شعراء وعلماء تھا۔ روزانہ بعد مغرب فارسی، اردو کے بلند پایہ شاعر جمع ہوتے تھے۔ فردوسی، نظامی، انوری، سعدی، حافظ، جامی اور امیر خسرو کے کلام پڑھے جاتے تھے۔ اردو، فارسی مشاعروں کی محفلیں جما کرتی تھیں۔ جن میں شعرائے ٹونک کے علاوہ لکھنؤ، دلی، اور اودھ کے شعراء وقتاً فوقتاً شریک ہوتے۔ خاں صاحب امیراللہ خاں، وزیراللہ خاں جوہر، خاں صاحب رحیم اللہ خاں، حکیم محمد عبداللہ خاں مضطر، حکیم مولوی سید احمد علی سیماب، صوفی محمد حسین خاں اس بزم کے ارکان خصوصی تھے۔

اس کے علاوہ علامۃ الہند مولانا حکیم سید برکات احمدؒ معالج خاص نواب صاحب، یگانۂ روزگار فاضل شخصیت کی بدولت، ان کا دولت کدہ "برکات منزل" تشنگان علوم کے لیے علمی سرچشمہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں، اور ہندوستان کے علاوہ اسلامی ممالک کے طلبا کا ایک ہجوم تھا، کہ وہ ہر وقت آپ کو گھیرے رہتا تھا۔ اور صبح سے شام تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ کا آوازۂ کمال سن کر ہر جگہ سے طلبا کی ایک کثیر تعداد امنڈ آتی تھی۔ جب آپ کے حلقہ درس نے وسعت اختیار کی تو آپ نے شہر کے امراء ورؤسا کے تعاون سے سرکار خلیل کی سرپرستی میں ایک علمی اور درسگاہ "دارالعلوم خلیلیہ نظامیہ" کی بنیاد رکھی اور بہت تھوڑے عرصہ میں اس درس گاہ سے نہ صرف ٹونک بلکہ راجستھان ہندوستان کے مختلف صوبوں کے طالبان علوم نے فیض اٹھایا۔ بلکہ بیرون ہند تاشقند، سمرقند، اوقند، ترمذ، ہرات، کابل وقندھار کے تشنگان علوم نے سیرابی حاصل کی۔ اور بے شمار لوگوں نے فضیلت کا مرتبہ پایا۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اردو زبان وادب کے ذوق کو ان ممالک تک پہنچانے میں اس درس گاہ کا اہم کردار رہا ہے۔ یہ ادارہ آج بھی قائم ہے۔ فصل خزاں میں موسم بہار کی اگرچہ رعنائیاں کہاں؟ تاہم آج بھی اس کی حیثیت ریگستان میں ایک شاداب نخلستان کی ضرورت سے ہے۔

حکیم سید برکات احمدؒ کی وفات کے بعد جب اس دارالعلوم کے اہتمام کی ذمہ داری، آپ کے خلف ارشد ابوالحسنات مولانا حکیم سید محمد احمد برکاتی کے ہاتھ آئی تو آپ نے طلبا کی ذہنی تربیت اور فکری نشو ونما کے لیے "فتنۃ الخطبا" کے نام سے دارالعلوم میں طلبا کی ایک انجمن قائم کی جس کے تحت طلبا تقریر و تحریر اور وعظ و تبلیغ کی مشق و مہارت کرتے تھے۔

حکیم سید محمد احمد برکاتی، ایک جید اور عالم ہونے کے ساتھ اردو فارسی کے بڑے اچھے ادیب تھے۔ ادبی و علمی ذوق ان کی طبیعت میں رچا ہوا تھا۔ سیاسی بصیرت میں بھی وہ ممتاز تھے۔ بڑے روشن خیال، بیدار مغز، جہاندیدہ و رانسان تھے، زندہ دل اور خوش مزاج تھے۔ طلبا کی تربیت میں جدید انداز و اقدار کو ملحوظ رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب کا بھی انھیں بہت شوق تھا، ہمیشہ اچھی اور معیاری کتاب کی تلاش میں رہتے تھے۔ جدید اور تازہ نو شائع شدہ کتابیں فراہم کرنے کی لگن رہتی تھی، ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اس دور میں جو بھی معیاری، تاریخی، علمی، ادبی کتاب شائع ہو جلد سے جلد ان کے کتب خانے میں آجائے۔ اس طرح عربی و فارسی کی اعلیٰ و نادر درسی و غیر درسی کتابوں کے علاوہ اردو فارسی کے قدیم و جدید مصنفین کی بیشتر تصانیف ان کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ اس زمانے کے نکلنے والے علمی ادبی معیاری متعدد رسائل آپ کے نام سے جاری تھے۔ الہلال، البلاغ آپ کے نام آتا تھا۔ جو طلبا خصوصی طور پر آپ سے متعلق ہوتے یا دارالسلام میں اپنی ذہانت و صلاحیت کے اعتبار سے ممتاز و نمایاں ہوتے، آپ انھیں خصوصیت سے اپنے کتب خانہ سے کتابیں اور رسائل مطالعہ کے لیے دیتے اور اس طرح ان کی ذہنی و اخلاقی تربیت کرتے۔ ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو ابھارتے۔

اس کے علاوہ آپ نے ایک مستقل علمی انجمن "انجمن خادم المسلمین" کے نام سے قائم کی تھی۔ اس کے سکریٹری حکیم سید احمد میاں ایک عرصہ تک رہے۔ جو اردو فارسی کے فاضل تھے۔ اس انجمن کے تحت جہاں ایک اردو تعلیمی اسکول چلتا تھا۔ وہیں ہر تیسرے مہینے مجالس مذاکرہ و مناظرہ و مباحثہ کا انعقاد بھی عمل میں آتا تھا جس میں ٹونک کے ارباب علم و ادب

ادب و شعر علمی ادبی اور سماجی موضوعات پر مقالات پڑھتے ۔ نظمیں کہتے اور تقاریر کرتے مشہور عالم دین مولانا سید مناظر احسن گیلانی بھی ۔ اس زمانہ میں یہاں دارالعلوم خلیلیہ میں علامۃ الہند مولانا حکیم سید برکات احمدؒ سے تعلیم حاصل کر رہے تھے ۔ وہ بھی اس انجمن کے ایک اہم رکن تھے ۔ اور اس کے جلسوں میں بڑی دلچسپی سے شریک ہوتے تھے ۔

اس دور کے اکثر مشاعرے ملک کے مقتدر و موقر ادبی رسائل پیمانہ، تاج آگرہ، اور کیف اجمیر وغیرہ بھی بڑے اہتمام سے چھپا کرتے تھے ۔ مقامی طور پر بھی کتابی صورت میں ہر ماہ مشاعرے "نو بہار" کے نام سے شائع ہوتے تھے جس کے ایڈیٹر سید ممتاز الدین احمد تھے ممتاز الدین خود صاحب دیوان شاعر تھے ۔ دیوان ممتاز کے نام سے ان کا دیوان مطبع محمدی سے چھپا تھا ۔

اس کے علاوہ اسی زمانے میں مولانا احسن مارہروی "ریاض سخن" کے نام سے ایک ادبی ماہانہ رسالہ نکالا کرتے تھے ۔ ٹونک کے شعرا اور خاص طور پر نواب صاحب کا کلام اس میں بھی بڑی آب و تاب سے چھپا کرتا تھا ۔ آخر میں تو حضرت احسن مارہروی نے اپنے رسالہ کا نام ہی نواب صاحب کے تخلص "خلیل" کی مناسبت سے "ریاض خلیل" رکھ دیا تھا ۔ رسالہ کے سرورق پر یہ شعر چھپا کرتا تھا ؎

ہر باغ کی بہار کا موسم قلیل ہے　　　لیکن سدا بہار ریاض خلیل ہے

اس عہد میں سرکاری سطح پر "امین الاخبار" "حدیقۃ الاخبار" اور "سفیر ٹونک" کے نام سے ہفتہ واری اخبار یکے بعد دیگرے جاری ہوئے ۔ جو مقامی پریس "مطبع محمدی" میں چھپا کرتے تھے ۔ ان اخبارات میں مقامی اور ملکی اہم خبروں کے ساتھ مختلف علمی ادبی موضوعات پر مختصر مضامین بھی شائع ہوا کرتے تھے ۔ جن کے لکھنے والے ٹونک ہی کے اہل قلم ہوتے تھے ۔ سفیر ٹونک کی پیشانی پر ریاست کا مونوگرام چھپتا تھا ۔ اور اس کے دائیں بائیں ذیل کا قطعہ :

بحمد اللہ کہ این نامہ جریدہ　　　بحسن و زیب دریا یاں رسیدہ
بہ گیتی فیض عاشق جاوداں باد　　　سفیر ٹونک سیاح جہاں باد

اخترالدولہ حاجی سید محمد اشرف نے اپنی کتاب "اختر شہنشاہی" میں ان اخبارات کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس دور کی علمی ادبی شخصیتوں میں یوں تو کئی نام اس داستان میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں لیکن ان میں پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی، منشی محمد یوسف خاں، علی رضا خاں، مولانا عبدالسلام خیالؔ، مولوی عبداللہ ٹونکی، مولانا نورالحق خستہؔ، مولانا سید محمد طلحہ، سید محمد ٹونکی، مولانا محمد عرفان، صاحبزادہ احمد سعید خاں مہاس حافظ عالمگیر کیفؔ، مولانا حیدر حسین خاں، حکیم سید احمد سعید رسواؔ۔ پروفیسر وغیرہم کے نام ایسے ہیں جن کی حیثیت اپنی جگہ ایک ادارہ اور ایک انجمن کی تھی۔ اور جن کے ذکر کے بغیر اس دور کا تذکرہ نامکمل رہ جائے گا۔

یہ بزرگ ہر ممکن طریقہ سے مبتدیوں، لوکاروں اور طالبانِ علوم کی حوصلہ افزائی کرتے ذوق بڑھاتے اور شوق دلاتے رہے اور ان کی صلاحیتوں میں چار چاند لگاتے رہے۔

اِن کے علاوہ اس عہدِ خلیلی میں جو دوسری انشا پرداز، اور سخن طراز ہستیاں خاکِ ٹونک پر چمکیں اور ہندوستان گیر شہرت کی مالک تھیں ان میں منشی تیمار علی خاں مسلمؔ، امیرالانشا ناظم علی اقتصر، حکیم سلطان محمودؔ، مولانا شرف الدین یاسؔ، مولانا ابراہیم خاں روحیؔ۔ ڈاکٹر منوہر سہائے انورؔ، صاحبزادہ مولوی احمد خاں نازشؔ، حافظ عبیداللہ ابتیسر، صاحبزادہ احسان اللہ خاں احسانؔ، سید محمد علی افسوسؔ، محمود علی خاں خورشیدؔ، امیر حسن رسا۔ وغیرہم کی ہستیاں سب سے نمایاں ہیں۔ ان شعرا کے یہاں کافی حد تک شاعری کا فطری اور اصلی رنگ پایا جاتا ہے۔ اور ان کی ذات سے اردو شعر گوئی کو ٹونک میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔

جون سنہ ۱۹۳۰ء میں نواب ابراہیم علی خاں خلیلؔ کی شمع حیات گل ہوئی تو مسند ریاست پر ان کے فرزند نواب سعادت علی خاں جلوہ آرا ہوئے۔

نواب سعادت علی خاں، درس نظامیہ عربی کے عالم تھے۔ اور شعر و سخن سے

دلچسپی رکھنے والے رئیس تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔ سعید، راجؔ اور مختار تخلص کرتے تھے۔ فارسی، اردو، اور ہندی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ حافظ محمد عمر خاں جامؔ، ان کے مشیرِ سخن تھے اس دور میں شعر و ادب کو جلا دینے اور اس کی ترقی و ترویج میں "سعادت لٹریری سوسائٹی" کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ نواب سعادت علی خاں اس کے سرپرست اور صاحبزادہ حامد سعید خاں ساحلؔ اس کے سکریٹری تھے۔ اس سوسائٹی کے قیام کا اوّلین مقصد تو سرکاری اور درباری مشاعروں کا انعقاد اور ان کا اہتمام و انصرام کرنا تھا، اس انجمن نے دورِ سعیدی میں متعدد آل انڈیا مشاعرے منعقد کیے۔ جن میں جگر مراد آبادی، جوش ملیح آبادی، ماہر القادری شعری بھوپالی سہا مجددی علامہ سیماب اکبر آبادی، منظر صدیقی، اعجاز صدیقی، بوم میرٹھی، اور دوسرے مشاہیر نے بارہا شرکت کی ہے۔ حفیظ جالندھری کو فردوسِ اسلام کا خطاب سرکار سعید کے دربار سے عطا ہوا تھا۔ مئی ۳۶ء میں جو آل انڈیا مشاعرہ ہوا اس کا مصرعہ طرح تھا

ع ہوئی ہے عمر کہ میں آشنائے خواب نہیں

اور مئی ۳۷ء کے مشاعرہ کا مصرعۂ طرح تھا۔

ع اک مہ جبیں ہے حسنِ سراپا لیے ہوئے

ماہر صاحب کی غزل کا ایک شعر اور مقطع تو آج تک زبان زدِ خاص و عام ہے۔

بیمارِ ہجر نیند قیامت کی سو گیا	آنکھوں میں انتظار کی دنیا لیے ہوئے

ماہر ہے اس کے سامنے کعبہ بھی سجدہ ریز
جو دل ہے عکس گنبدِ خضرا لیے ہوئے

ان مشاعروں کے انتخاب ملک کے رسائل، خاص طور پر اختر شیرانی کے رسالہ "رومان لاہور" میں شائع ہوتے تھے۔ یہ سوسائٹی نواب سعادت علی خاں کی وفات کے بعد سے خاموش ہے۔

حضرت مبتلؔ سعیدی کے زیر سرپرستی "سعیدی ادبی سوسائٹی" بھی اس عہد میں عالم وجود میں آئی۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذوقِ شعر کو بڑھانے، سنوارنے اور انھیں

جدید رنگ شاعری سے روشناس کرانے میں اس سوسائٹی کا بڑا حصہ رہا ہے۔ ......

...........(۲) سوسائٹی کے زیر اہتمام ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا طرحی مشاعرہ بھی ہوا تھا، مصرعہ طرح شعری بھوپالی کی مشہور و مقبول غزل سے دیا گیا تھا۔

ع کہ وہ ساحل پہ ہوتے اور کشتی ڈوبتی اپنی

اس مشاعرہ میں مولانا ماہر القادری عرشی بھوپالی اشعری بھوپالی، صابر دہلوی، وغیرہ نے طرح میں غزلیں پڑھی تھیں۔

اس عہد میں انجمن ترقی اردو کی شاخ بھی قائم ہوئی تھی۔ شیخ محمد یوسف صدیقی، اس کے صدر، اور سید مظاہر حسن، ایم اے علیگ، سید محمد اسلم، ایم اے، اور علی گڑھ کے دوسرے تعلیم یافتہ طلبا اس کے اراکین میں شامل تھے۔ اس کے ساتھ اس عہد میں ایک بزم ادب بھی قائم ہوئی، جس کے صدر ماسٹر محمد احمد صدیقی ایم اے۔ اور احمد خاں سکریٹری تھے۔ اس بزم کے تحت ایک اردو لائبریری چلتی تھی جس میں اردو انگریزی روزانہ، ہفت روزہ اخبار اور ماہانہ ادبی رسائل جاری تھے۔ اہل علم اور ارباب ذوق کو مطالعہ کے لیے کتابیں بھی اس لائبریری سے دی جاتی تھیں۔ اور مختلف مواقع پر مجلس مقالات۔ وہ محافل مشاعرہ بھی اس بزم کے تحت منعقد کی جاتی تھیں۔

ٹونک میں شعر و ادب کو فروغ دینے اور نوجوانوں میں ذوق شعری پیدا کرنے نیز مبتدیوں اور نوکاروں کی تربیت کے لیے یہاں کی ایک ادبی انجمن "بزم سخن" کا بھی بڑا ہاتھ رہا ہے۔ منشی عبدالبصیر صاحب آجر اور منشی محمد صدیق خاں صاحب کی سرپرستی اور راہنمائی میں اس بزم نے متعدد مشاعروں اور ادبی مجلسوں کے ذریعہ زبان و ادب کی ترویج میں حصہ لیا ہے۔ نوکاروں اور مبتدیوں کی رہنمائی اور اُن کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ روزانہ رات کو محلہ قافلہ میں کلو میاں کی حویلی کے ایک بالاخانہ پر اس بزم کے اراکین کی نشست رہتی تھی۔ اور شعر و سخن کے رموز و نکات پر بحث و مباحثہ، ہم عصر شعرا کے کلام پر تنقید و تبصرہ ہوتا رہتا تھا۔ بانئ بزم آجر صاحب چائے وغیرہ سے سب کی تواضع کیا کرتے تھے بصیر صاحب کے مال پورہ تبادلہ ہو جانے سے اس بزم کا شیرازہ

بکھر گیا۔

۱۹۴۵ء میں ہم نے اپنے زمانۂ تعلیم میں دارالعلوم خلیلیہ میں طلبا کی ایک تنظیم "جمعیتہ الطلبا" کے نام سے قائم کی تھی جس کا مطلب طلبا کی اخلاقی وذہنی اور علمی تربیت کے ساتھ ان میں تقریری وتحریری صلاحیت پیدا کرنا تھا۔ طلبا کی اس انجمن کے ہر ہفتہ جلسے ہوا کرتے تھے جس میں چھوٹی بڑی جماعتوں کے طلبا کے تحریری وتقریری مقابلے ہوا کرتے تھے۔ ان ہفتہ واری جلسوں میں دارالعلوم کے اساتذہ بھی شرکت کرتے تھے اور اپنی ہدایات ونصائح سے طلبا کی راہنمائی کرتے رہتے تھے۔ ان اہم اور سرگرم اراکین میں راقم الحروف کے علاوہ مولانا سید قاضی الاسلام، مولانا سید اختر احمد کرمانی، مولانا عبدالغفور افغانی، مولانا عبدالوہاب سبحانی کے نام شامل تھے۔ معتمد دارالعلوم مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی معالج خاص نواب صاحب اس انجمن کے سرپرست اعلیٰ تھے انجمن کی جانب سے بیادگار علامۃ الہند مولانا حکیم سید برکات احمدؒ بانی دارالعلوم، "البرکات" کے نام سے ایک قلمی رسالہ بھی نکلنا شروع ہوا تھا۔ ادیب الملک حضرت اختر شیرانی اور اُن کے پدر بزرگوار پروفیسر حافظ محمود شیرانی، اس زمانے میں لاہور سے ترک سکونت کر کے ٹونک آگئے تھے۔ اُن سے اس کی سرپرستی ونگرانی کی درخواست کی گئی تھی۔ یہ رسالہ خوش خط اور دیدہ زیب، ہر ماہ کی ۸ تاریخ کو بڑی پابندی سے نکلا کرتا تھا، اس میں دارالعلوم کے طلبا اور اساتذہ کی نگارشات اور مختلف علمی موضوعات پر دلچسپ مضامین ہوتے تھے۔ پہلی مرتبہ جب رسالہ زیورِ کتابت سے آراستہ اور معیاری مضامین سے پیراستہ ہو کر سامنے آیا تو علامۃ الہند حکیم سید برکات احمدؒ کے پوتے مولانا حکیم سید محمود احمد ضمیر البرکاتی نے ذیل کے ذریعہ رسالہ کا خیر مقدم کیا ہے

یہ ماہنامہ کہ جس کا ہے نام "البرکات" — کیا گیا ہے مرے جد کی یاد میں جاری
عطا کرے بارے مرے خالق اسے بقا وثبات — یہی ہے میری تمنا یہی ہے میری دعا

برادر محترم ضمیر البرکاتی کے علاوہ ٹونک کے جن دوسرے متعدد شعرا نے "البرکات" کے اجرا سے دلچسپی لی تھی اور طلبائے دارالعلوم کی حوصلہ افزائی کی خاطر اس کے خیر مقدم میں

قطعات ارشاد فرمائے تھے۔ ان میں حضرت صولت، حضرت سیف، اور رسوا سعیدی کے اسما خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صولت صاحب مرحوم کا قطعہ ملاحظہ فرمائیے۔

وہ فخر دہر وہ علامہ ستو دہ صفات | کہ جس کے فیض کو ہے تا ابد قرار و ثبات
جناب مولوی برکات احمد قبلہ | جہاں علم کے گویا تھے قبلۂ حاجات
یہ ماہنامہ مبارک انھیں کے نام سے ہے | اسی کو کہتے ہیں سب اہل علم "البرکات"

دعا ہے یہ رہے برکات کا چمن شاداب
نصیب ہو اسے صولت مدام تازہ حیات

صاحبزادہ عبدالمتین خاں رسوا سعیدی کا قطعہ تھا۔

ہوں بیاں ہم سے کیسے تیری صفات | تجھ میں قرآں کی ہوتی ہیں آیات
یوں تو دنیا میں ہیں رسالے بہت | تیرے لیکن بلند ہیں درجات
ہے دعا تجھ سے اے مرے غفار | رہے قائم رسالہ البرکات
گو نہیں تو جہان میں باقی | نام باقی ہے تیرا اے برکات

فیض جاری ہیں تیرے نام سے وہ
جن سے باقی رہے گی تجھ کو حیات

دورِ سعیدی کے تذکرۂ شعر و ادب میں اُس دور کی اُس اولوالعزم اور محسن شعر و سخن ہستی کا تذکرہ بھی ناگزیر ہے جو اپنی داد دہستی اور رئیسانہ فیاضیوں کی بدولت ٹونک میں ایک خاص امتیاز کی مالک رہی ہے۔ اور جس کی نوازشوں نے بہت سے شعرا کو فیضیاب کیا ہے۔ ہندوستان کے مشاہیر شعرا میں بہت کم ایسے ہوں گے۔ جن کو صاحبزادہ افتخار علی خاں صمصام جنگ کی مہمانی کا شرف حاصل نہ ہوا ہو، صمصام کی جنگ کی متواضعانہ عادت، ملنساری کی خو، شعرگوئی کا ذوق، اور شاعر نوازی ادب دوستی کے جذبے نے ٹونک کے اہل خاندان کے افراد سے ان کو بے نمایاں اور ممتاز بنا رہا تھا۔ وہ خود بھی شاعر تھے۔ اور شعر و سخن سے ذوق بھی وافر رکھتے تھے۔ ہر بند رموہن روز انعامی طرحی مشاعرے منعقد کرتے تھے وہ تاریخی مشاعرہ بھی آپ ہی کے یہاں منعقد ہوا تھا۔ جس میں علامہ سیماب اکبرآبادی نے

منظوم خطبہ پڑھا تھا ـــــــــ سیماب صاحب کے اس خطبۂ صدارت کے سلسلہ میں "اثر مظفر نگری" نے رسالہ شاعر آگرہ جولائی اگست ۱۹۴۴ء میں لکھا تھا کہ

کئی سال کے بعد جون ۴۴ء کے اواخر میں اپنے عزیز ترین تلامذہ کی دعوت اور اصرار پر حضرت علامہ سیماب مدظلہ ریاست ٹونک تشریف لے گئے تھے۔ ذیل کا خطبۂ صدارت وہیں کے ایک مشاعرہ کی لافانی یادگار رہے۔ میں نے خطبۂ صدارت کو" لافانی یادگار" اس لیے کہا کہ اس سخت ترین بحر و وزن میں اساتذہ ماضی و حال کی بہت ہی کم غزلیں ہیں۔ اور اگر ہیں تو صرف چند شعر کی، مجھے یاد ہے کہ ایک بار ایسی بحر میں ایک مصرعہ طرح "خیام" لاہور کے مشاعرے کے لیے دے دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً سو فی صد غزلیں خلاف بحر آئیں۔

ٹونک کے اصحاب ذوق کے اس اصرار اور درخواست نے کہ خطبۂ صدارت، طرحی مصرعہ ہی پر ہو، ادبی دنیا کو ایک بہترین نظم سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ دیا، ظاہر ہے کہ اردو میں یہ بحر متداول نہیں ہے۔ اس کے باوجود خطبہ میں روانی اور برجستگی بدرجۂ اتم موجود ہے۔

اس دور کے علمی گھرانوں اور ادبی و علمی مجالس میں مولانا قاضی محمد عرفان خاں صاحب علامۃ الہند مولانا حکیم سید برکات احمد کے تلمیذ رشید تھے۔ اور بڑے دقیق النظر عالم تھے بشعر و سخن سے بھی ذوق رکھتے تھے۔ مولانا قاضی محمد ایوب مرحوم بھی عالم دین ہونے کے ساتھ خوش طبع، پختہ مشق شاعر اور علم عروض کے ماہر تھے۔ بڑے بزلہ سنج اور لطیفہ گو تھے۔ ان حضرات کی مجلسیں شعر و سخن اور علم و ادب کی درس گاہیں ہوتی تھیں، قاضی صاحب کی علمی روایات آج بھی اُن کے فرزند مولانا محمد عمران خاں کی علمی اور دینی خدمات کے باعث باقی ہیں۔

ٹونک کے حکمراں خاندان کے رئیس صاحبزادہ احمد خاں عرف منجھلے میاں کی کوٹھی بھی اس دور میں مرجع شعرا و علما تھی۔ مولانا شرف الدین یاس، مولانا عبدالرحمٰن چشتی، صوفی خلیل میاں،

خان صاحب عبدالقدوس خاں ۔ مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی، مولانا سید محمود الحسن صولت حضرت بسمل سعیدی، منشی رضا اللہ خاں رضا، منشی عتیق اللہ خاں زریں رقم اور دوسرے ارباب شعروادب اور اصحاب علم وحکمت کی نشست، اس کوٹھی پر روزانہ رات کے بارہ ایک بجے تک جاری رہتی تھی اور مختلف موضوعات سخن پر گفتگوئیں چلتی رہتی تھیں ۔ شعرا اپنے کلام سنا کر داد تحسین وصول کرتے تھے ۔

اسی طرح اس زمانہ میں بدایوں کے ایک باذوق، ملنسار، خوش اخلاق اور علم دوست مرحوم، ڈاکٹر سید آل نقوی نواب صاحب کے معالج خصوصی تھے ۔ شعروشاعری سے بھی ان کو بڑا لگاؤ تھا ۔ ڈاکٹر صاحب اپنے بنگلہ پر سرپرستیٔ اہتمام سے مجلس مشاعرہ منعقد کیا کرتے تھے ۔ حضرت بسمل سعیدی سے ان کے گہرے روابط تھے ۔ وہ ان مشاعروں اور نشستوں کے خصوصی مہمان ہوتے تھے ۔ بسمل صاحب نے اپنے ایک شعر کے ذریعہ ڈاکٹر نقوی کی ان محافل شعروسخن کو خراج تحسین ادا کیا تھا ۔

بزم نقوی کے نہ ممنون ہوں کیوں کر بسمل
ٹونک میں شعروسخن کی کوئی محفل ہی نہیں

نواب سعادت علی خاں کے عہد میں ہر سال اکتوبر نومبر کے مہینہ میں قلعہ معلی کے میدان میں نمائش لگا کرتی تھی اور میلہ ہوا کرتا تھا ۔ جس میں دیگر فنون لطیفہ کے مظاہروں کے ساتھ مشاعروں اور رجازمیتوں کے بھی پروگرام ہوتے تھے ۔ مشاعروں میں کامیاب غزلوں، نظموں اور قطعات پر سعید اللہ کی جانب سے انعامات تقسیم ہوتے تھے ۔ اس کے علاوہ میلہ میں مختلف موضوعات پر علمی، ادبی اور معلوماتی مکالموں، تقریروں اور لیکچروں کا سلسلہ بھی چلتا تھا ۔

اس عہد میں ٹونک کی ایک سیاسی تنظیم " انجمن رعایائے ٹونک " کی جانب سے " ہادی " اور " مہدی " نام کے دو ہفتہ وار اردو اخبار جاری ہوئے ۔ جن کی ادارت کے فرائض عمر حیات خاں ایم اے، اور سید محمد علی ایڈوکیٹ انجام دیتے تھے ۔ ان اخبارات میں مقامی خبروں، سیاسی حالات پر تبصروں، سیاسی جلسوں کی روداد، کے علاوہ ادبی اور شعری سرگرمیوں کا تذکرہ بھی ہوتا تھا ۔ اس دور کے نثر نگاروں کے مقالات ومضامین اور

شعرا کی نظمیں بھی شائع ہوتی تھیں اجمیر شریف سے مولانا سید عبد القادر خنداں جگیری کی ادارت میں اخبار عادل کا ٹونک ایڈیشن بھی اس دور میں نکلا کرتا تھا۔ جس میں ٹونک کے ارباب قلم کے مضامین ومقالے شائع ہوتے تھے۔

دور سعیدی کے اس ادبی وشعری انجمنوں اور مشاعروں کے تذکرہ کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے اس تاریخی مشاعرہ کا بھی ذکر کردیا جائے جو دارالعلوم خلیلیہ کے طلبا کی "ریحان الملّت" نے منعقد کیا تھا، اور جس کی صدارت جانشین داغ وحالی صاحبزادہ احمد سعید خاں عاشق نے فرمائی تھی۔ یہ مشاعرہ جون ۱۹۴۷ء میں "شفا منزل" دارالعلوم کے معتمد مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی کے دولت کدہ پر ہوا تھا۔ اس مشاعرہ کی تاریخی خصوصیت یہ تھی کہ یہ مشاعرہ حضرت عاشق کی زندگی کا آخری مشاعرہ تھا۔ مشاعرہ کا مصرعہ طرح تھا،

ع ہماری کشت تمنا ہری نہ رہی

اس دور کے جن اساتذۂ سخن وشعرا نے اس مشاعرہ میں شرکت کی ان میں حضرت صولت..... حضرت بسمل سعیدی، حضرت منعم، آرزو، درد سعیدی، عشق، زاغ، دانش، واثق، منشی رضا، اللہ خاں رضا اور سید معقول احمد سکریٹری کونسل کے اسما خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

۲۳ مئی ۱۹۴۷ء کو نواب سعادت علی خاں سعید نے وفات پائی، اور نواب فاروق علی خاں جانشین مسند ریاست ہوئے لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی اور چند ماہ بعد ۹ جنوری ۱۹۴۸ء کو انھوں نے اس دنیائے فانی سے رحلت کی۔ اُن کے بعد آخری تاجدار نواب محمد اسماعیل علی خاں مسند جانشین ریاست ہوئے۔

ہندوستان کی آزادی کے بعد یکم مئی ۱۹۴۸ء کو یہ ریاست راجستھان میں ضم ہوئی۔ اور اس کا انفرادی وجود ختم ہوگیا۔ نواب محمد اسماعیل علی خاں نے حکمرانی سے سبکدوشی حاصل کرلی ــــــ ٹونک کے راجستھان میں شامل ہونے کے بعد یہاں کی تہذیب وتمدن میں ایک دم انقلاب آگیا۔ ماضی کا ورق الٹ دیا گیا ــــــ زبان وادب، اور شعروشاعری

جو اب تک تنہا رؤساء اور والیانِ ریاست کے زیرِ سرپرستی پل اور بڑھ رہی تھی۔ اب جب کہ حالات میں انقلاب آگیا تھا۔ تو وہ بھی شخصیت کے سایہ سے نکل کر جمہوریت کے زیرِ سایہ آئی۔ ایک طرف عوامی انجمنوں اور سوسائیٹیوں نے اس کو سینہ سے لگایا اور اس کی ترقی و بقا میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینا شروع کیا تو دوسری طرف عزیز الدولہ نواب اسماعیل علی خاں تاجؔ کے شاعرانہ ذوق نے اس کی سرپرستی فرمائی۔

عزیز الدولہ نے اپنے محل "تدرباغ" میں ہر پندرہویں روز ادبی مجلسوں اور مشاعروں کے انعقاد کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ٹونک کے بعض ممتاز شعراء کے وظائف مقرر کیے۔ اور اُن کو وقتاً فوقتاً خلعت و انعامات اور خطابات سے سرفراز کیا۔ آپ کی مسند نشینی کی تقریب جو جشن منایا گیا تھا اس میں محفلِ مشاعرہ کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ یہ مشاعرہ اس اعتبار سے تاریخی حیثیت کا حامل ہے کہ اس میں مشہور تاریخ ادب کے مصنف ڈاکٹر رام بابو نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ وہ اس وقت ٹونک کے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔ یہ مشاعرہ ۲۰ر فروری ۱۹۴۸ء کو منعقد ہوا تھا۔ اس مشاعرہ میں مولانا ابوالعرفان محمد حبیب اللہ خاں فضاؔ ٹونکی مرحوم نے بھی ایک واقعاتی و تاثراتی نظم مبارکباد پڑھی تھی، جو ان جذبات و احساسات کا آئینہ تھی۔ جو نواب فاروق علی خاں کے اچانک انتقال اور عزیز الدولہ کی مسند نشینی کی تاخیر اور اجمیر کے فسادات وغیرہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئے تھے۔

اپریل ۴۸ء میں جب حضرت منظر صدیقی سیمابی مدیر اخبار ایشیا آگرہ، ٹونک تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں یوں تو ٹونک میں متعدد مشاعرے ہوئے لیکن ایک مشاعرہ اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے یقیناً اس قابل ہے کہ یہاں اس کا مختصر تذکرہ کر دیا جائے۔ یہ مشاعرہ صمصام جنگ صاحبزادہ افتخار علی خاں کی جانب سے منعقد ہوا تھا۔ اور تین دن تک ہوتا رہا تھا۔ اس مشاعرہ کی دوسری نشست میں صمصام جنگ نے ٹونک کے اربابِ سخن کی جانب سے حضرت منظر صدیقی کو "رئیس الکلام جمیل الشعرا" کا خطاب دیا تھا۔ اور مشاعرۂ افتخار ۴۸ء کے روپہلی و سنہری تمغے شعرا کو تقسیم کیے گئے تھے۔

اس دورِ جدید میں سب سے پہلے زبان و ادب کی ترقی و تحفظ کے لیے جو سوسائٹی عالمِ وجود

میں آئی وہ "انجمن تحفظ اردو" تھی۔ جس کے سکریٹری صاحبزادہ حامد رشید خاں تھے۔ اس انجمن نے سب سے پہلا مشاعرہ ۲۴ رمئی ۱۹۵۹ء کو حضرت منظر صدیقی کی دوبارہ آمد پر ان کے اعزاز میں زیر صدارت عزیز الدولہ منعقد کیا۔

جنوری ۱۹۵۲ء میں انجمن ترقیٔ اردو ہند کے نمایندہ خصوصی مولانا خیر بھوروی کی آمد پر یہاں کے ادب دوست اور اردو زبان وادب کے شیدائیوں کی تحریک پر دوبارہ انجمن ترقیٔ اردو ہند کی شاخ کا قیام زیر صدارت حافظ عبدالحئی رعنا عمل میں آیا۔۔۔۔ حافظ عبدالحئی رعنا، اس وقت توشہ خانہ سرکاری کے مہتمم تھے۔ شعروسخن سے بطور خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد شریف لطیف سے تلمذ تھا۔ نذر باغ کے مشاعرے ان ہی کے اہتمام میں منعقد ہوا کرتے تھے۔ ان کے زیر اہتمام انجمن ترقیٔ اردو ٹونک نے یوں تو متعدد۔۔۔۔۔ مجالس شعروسخن منعقد کیں، لیکن ایک سب سے اہم اور یادگار وہ تاریخی مشاعرہ ہے۔ جو عید الفطر ۱۳۷۱ھ کی رات میں کوٹھی نمبر ۳ پر منعقد ہوا تھا۔ یہ مشاعرہ دو دن تک چلا تھا۔ مشاعرہ کی صدارت سیشن جج ضلع ٹونک شری ترلوکی ناتھ شرما نے فرمائی تھی۔ اس مشاعرہ کے لیے دو مصرعے طرح دیئے گئے تھے

۱۔ عمر آتجھ کو اپنے گلے سے لگالوں بہار عید

۲۔ عمر اتنا بلند ذوقِ نظر چاہتا ہوں میں

فروری ۱۹۵۲ء حافظ عبدالحئی رعنا صدر انجمن کے اچانک انتقال کر جانے کے بعد انجمن کی صدارت پر حبیب الرحمٰن خاں ایڈوکیٹ منتخب ہوئے۔ حبیب الرحمٰن خاں کو ٹونک کی سیاسی وسماجی اور شعری حلقوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے وکالت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ ٹونک کی ادبی، قومی، اور سیاسی تحریکات میں بھی بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ ان کا دولت کدہ "حبیب لاج"، شعری اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہتا ہے حضرت بسمل سعیدی، جب بھی دہلی سے اپنے وطن تشریف لاتے ہیں۔ ان ہی کے مہمان ہوتے ہیں بسمل صاحب کے قیام کے دوران "حبیب لاج" کی رونق وادبی سرگرمیوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہر وقت سخن سنج وسخن شناس حضرات کا مجمع لگا رہتا ہے آپ کے دور صدارت

میں بھی انجمن ترقیٔ اردو نے مجالس شعر و ادب کے ذریعہ اردو زبان و ادب کی ترقی، اس کے تحفظ و بقا اور اس کی ترویج و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور غیر اردو داں حلقوں میں مقبول بنایا ہے۔

۱۹۵۳ء میں دارالعلوم خلیلیہ کے شعبہ اردو کے طلبا کی مجلس مذاکرہ نے شاندار طریقہ پر "یوم غالب" بنایا، اس میں "بزم مشاعرہ" کے ساتھ مجلس مناظرہ کا بھی پروگرام رکھا طلبائے دارالعلوم کے شعبۂ اردو کے طلبا نے مرزا غالب کی سوانح حیات اُن کے اخلاق و عادات خورد و نوش، ان کی شاعری، اُن کی نثر نگاری، بذلہ سنجی وغیرہ مختلف عنوانات پر تقاریر کیں مقالے پڑھے۔ یہ مشاعرہ اور مجلس مناظرہ دارالعلوم خلیلیہ کی وسیع و کشادہ عمارت میں منعقد ہوئی جس کی صدارت ٹونک کے نامور ماہر قانون وکیل منظور عالم نے فرمائی منظور عالم صاحب نے اس موقعہ پر جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا تھا۔ اس میں مشاعروں اور شاعروں پر بڑی مبسوط اور مفید تنقید و تبصرہ فرمایا تھا۔

اسی طرح فروری ۱۹۵۴ء میں بھی دارالعلوم خلیلیہ میں "یوم غالب" منایا گیا۔ اس مشاعرہ کی صدارت مرزا رفیع اللہ بیگ صاحب نے فرمائی تھی۔ مرزا صاحب کی شخصیت ٹونک کے سیاسی و سماجی حلقوں میں بڑی ہر دلعزیز اور مقبول مانی جاتی ہے۔ شعر و سخن کا بھی آپ کو بڑا ذوق ہے۔ ٹونک کی اکثر شعری نشستوں کے آپ صدر ہوتے ہیں

اپریل ۱۹۵۶ء میں جے پور میں منعقدہ اردو کانفرنس اور آل انڈیا مشاعرہ سے فرصت پاکر مدیر رسالہ شاعر حضرت اعجاز صدیقی ٹونک تشریف فرما ہوئے تو یہاں کی شعر و ادب کی مجالس میں رونق آ گئی، یہاں کے ادب دوستوں اور شیدائیانِ شعر و سخن کی جانب سے متعدد عصرانے اور پارٹیاں دی گئیں۔ اور کئی مشاعرے منعقد ہوئے۔

مذکورہ بالا انجمنوں اور سوسائٹیوں کے علاوہ اس دورِ جدید میں کئی ادبی شعری اور ادبی انجمنیں "دبستان کیف"، "بزم ناز" "بزم جنید" "آزاد ابی سوسائٹی" اور بزم اختر کے ناموں سے عالم وجود میں آئیں۔

"دبستان کیف" امام الشعرا حافظ عالمگیر کیفؔ مرحوم کی یاد میں قائم ہوئی

اس کے بانی، کیف صاحب کے فرزند منشی عبداللطیف ہنر، اور ان کے پوتے منشی محمد عمر سیفی تھے۔ اس بزم نے حضرت کیف کے حلقۂ تلامذہ کی تنظیم کی۔ اور متعدد شعری نشستیں منعقد کیں۔

۲۶ مئی ۱۹۵۹ء کو اس بزم کی جانب سے شاندار طریقہ پر "یوم کیف" منایا گیا، اور اس ذیل میں ایک مجلس مقالات اور محفل مشاعرہ بھی منعقد کی گئی۔ یہ مشاعرہ اور مجلس مقالات ذہنی نوعیت اور افادی حیثیت سے یادگار مشاعرہ کہے جانے کے لائق ہے۔ اس کی صدارت شفاء الملک مولانا حکیم سید ظہیر احمد برکاتی معتمد دارالعلوم خلیلیہ نے فرمائی۔ صاحب صدر نے اپنے خطبہ صدارت میں کیف صاحب کی نعتیہ شاعری پر خصوصیت سے تبصرہ فرمایا تھا۔

"بزم ناز" منشی احمد رضا خاں رضاؔ نے اپنے استاد منشی عظمت اللہ خاں نازؔ کی یاد میں قائم کی اس بزم کے تحت بھی کئی مشاعرے ہوئے۔

"بزم چندن" سیٹھ اتم چند چندنؔ کی سرپرستی میں قائم ہوئی۔ اس بزم نے بھی کئی مشاعرے کئے اور باہر سے آنے والے مشاہیر شعرا کے اعزاز میں شعری و ادبی نشستیں منعقد کیں۔

"بزم اختر" ادیب الملک شاعر رومان اخترؔ شیرانی کی یاد میں صاحبزادہ حامد سعید خاں ساحلؔ اور ان کے فرزند صاحبزادہ حامد رشید خاں رشیدؔ، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکنڈری اسکول نے قائم کی۔ اور کئی سال تک اس کے تحت "یوم اختر" منایا۔

۱۹۶۰ء میں نوخیز، اور نوآموز مبتدی شعرا نے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے نام پر "آزاد ادبی سوسائٹی" کے نام سے اپنی تنظیم کی، اور گشتی مشاعروں کا سلسلہ شروع کیا بعض اہم مشاعروں میں پڑھی جانے والی غزلیں، ان مشاعروں کے خطبۂ صدارت، اور روداد کو اس بزم کے ارکان نے کتابچوں کی صورت میں شائع بھی کیا۔ حکیم احمد منظر الحق تبسم، حکیم نفس الرحمٰن خاں رحمانی، اس کے سرپرست و نگراں، اور حکیم سید منظم شاہ مسیحا، منشی عبداللہ خاں بازؔ، عزیز محمد خاں عزیزؔ اس کے روح رواں تھے۔ منشی عبدالبصیر آجرؔ، ورنشی

محمد صدیق صاحب کی سرپرستی اس بزم کو حاصل تھی ۔

۲۷ اگست ۱۹۶۱ء کو زیر سرپرستی عزیز الدولہ تاج، "تاج اکیڈیمی" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے اغراض و مقاصد ٹونک کے جلیل القدر و مایۂ ناز علما و شعرا کی علمی ادبی اور شعری کاوشوں، نیز ان کی تخلیقات کے ساتھ، والیانِ ٹونک کی ادب نوازی، اور علمی و ادبی قدر افزائیوں کی تاریخ کو منظر عام پر لانا ہے۔ نواب صاحب نے جن ارباب دانش کو اس ادارہ کے لیے نامزد فرمایا ان میں راقم الحروف کے علاوہ نواب صاحب کے مشیر سخن مولانا سید عبد القادر خنداں، مولانا سید محمود الحسن صولت، صاحبزادہ لیٰسین علی خاں نشاط، صاحبزادہ امداد علی خاں نظر، شمس الدین احمد پرائیویٹ سکریٹری، مرزا رفیع اللہ بیگ چیئرمین میونسپل بورڈ، مولانا سید قاضی الاسلام قاضی شہر، صاحبزادہ عبد القوی خاں قوی، منشی عماد الدین خاں، مراد سعیدی، فاخر اعجازی، مدان موہن سیٹھا، قمر چند جین، اور عبید الرحمن حامد شامل ہیں۔ سکریٹری کے فرائض صاحبزادہ شوکت علی خاں ایم اے کے سپرد فرمائے۔

"تاج اکیڈیمی" نے نذیر باغ کے ہفتہ واری مشاعرہ کے علاوہ ۱۹۶۲ء کو مولانا محمود الحسن صولت کی برسی کے موقعہ پر ایک عظیم الشان آل انڈیا مشاعرہ اور مجلس مقالات کا اہتمام کیا ۔ جس میں مقامی شعرا کے علاوہ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، بسمل سعیدی، عزیز وارثی، عالم فتحپوری، محمود سعیدی، صبا افغانی، جمیل افغانی، طلسم ڈکوڑوی، سالک لکھنوی، اور ہندوستان کے دوسرے اکابر شعرا نے شرکت کی تھی ۔

انجمن تعمیر اردو — ادب و شعر کے ذوق کو جلا دینے، سنوارنے اور تعمیر ادب کے منصوبوں کو بروئے کار لانے کے لیے اس انجمن کا قیام زیر صدارت مرزا رفیع اللہ بیگ چیئرمین میونسپل بورڈ عمل میں آیا — اس کے بانی فاخر اعجازی اور مرزا صفی اللہ بیگ برق ہیں۔ اور سکریٹری صاحبزادہ انور علی خاں انور — یہ انجمن بھی متعدد شعری نشستیں کر چکی ہے ۔

یکم مارچ ۱۹۶۴ء کو اس انجمن نے اپنے صدر مرزا رفیع اللہ بیگ کے صدر بلدیہ ٹونک منتخب ہونے پر جشن منایا ۔ اور اس جشن کے پروگراموں میں مجلس مقالات و بزم مشاعرہ بھی کر لیا۔ یہ جشن حضرت بسمل سعیدی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مجلس مقالات میں ڈاکٹر ابو الفیض عثمانی ،

سید منظور الحسن برکاتی ، صاحبزادہ شوکت علی خاں ایم اے۔ نے مقالات پڑھے۔ مراد سعید قوی ٹونکی فاخر اعجازی، انور اعجازی، شاد کیفی، عنون کیفی ، عابد کیفی اور دوسرے شعرا نظمیں و قطعات پڑھے۔

مارچ ۱۹۶۹ء کو ایک آل انڈیا مشاعرہ، ٹونک کے ماہر فن خوشنویس منشی عتیق اللہ خاں کی برسی کے موقعہ پر بھی منعقد ہوا تھا۔ جس کی صدارت حضرت بسمل سعیدی نے فرمائی تھی۔ جس کو ہندوستان کے مشہور ادبی شخصیت کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے کنڈکٹ کیا۔ اس مشاعرہ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ مشاعرہ کی مجلس استقبالیہ کے صدر مرزا رفیع اللہ بیگ نے اس مشاعرہ کا افتتاح اپنے فاضلانہ خطبہ سے کیا تھا۔ جس میں فن خطاطی کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ہی نہایت ایجاز کے ساتھ ٹونک کے خوشنویسوں کا تعارف کرایا اور اس کے پس منظر میں منشی عتیق اللہ خاں مرحوم کے فن کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ یہ خطبہ مطبوعہ حاضرین محفل تقسیم کیا گیا تھا۔ ٹونک کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا مشاعرہ تھا جس میں خطبۂ افتتاحیہ کتابی صورت میں (مطبوعہ) تقسیم کیا گیا ہو۔ اس مشاعرہ کا اہتمام و انصرام بڑے سلیقہ سے ٹونک کے پختہ مشق، جواں فکر، اور ادب پرور شاعر حضرت مراد سعیدی نے کیا تھا۔ اس تقریب کے روح رواں منشی عتیق اللہ خاں کے فرزند سیٹھ ثنا اللہ خاں تھے۔ جو بڑے علم دوست اور ادب پرور نوجوان ہیں۔ اور اس قسم کے ادبی و شعری پروگراموں کی خصوصیت کے ساتھ سرپرستی و تعاون ان کا شعار رہا ہے۔

گذشتہ بارہ پندرہ سال سے میونسپل بورڈ ٹونک آزادی اور جشن جمہوریت کی تقاریب کے سلسلہ میں آل انڈیا کوی سمیلن اور آل انڈیا مشاعرے منعقد کرتا ہے۔ ہر سال یہ مشاعرے بڑے اہتمام سے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مشاہیر شعراء ان میں شریک ہوتے ہیں۔ اب تک ان مشاعروں میں جن گرامی قدر شعرا نے شرکت کی ہے ان میں کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، بسمل سعیدی، محمود سعیدی، شعری بھوپالی، سالک عزیزی، راہی بلند شہری، ہلال سیوہاروی، کیف بھوپالی، امیر آغا قزلباش، مسعودہ حیات کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

"بزم ادب" منشی عبدالبصیر آحر کی صدارت اور صاحبزادہ عبدالقوی کی نظامت

شعروادب کی ترقی میں کوشاں ہیں۔ اور بہت سے مبتدی و نو آموز شعرا کی تربیت کی
دارہ اس کی شعری نشستیں گشتی طور پر اراکین بزم کے مکانوں پر ہوتی رہتی ہیں۔
"غالب صدی کمیٹی" - یہ انجمن مرزا غالب کے صد سالہ جشن کے موقعہ پر قائم ہوئی
ہے۔ اس کے سکریٹری صاحبزادہ شوکت علی خاں ایم۔اے۔ہیں۔ غالب صدی کے موقعہ پر
اس کے بعد اس انجمن نے متعدد مشاعرے کیے۔
ڈاکٹر ابوالفیض کامل عثمانی لیکچرار ہمہ وقت اردو کی ترقی و بقا کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔
ار، ۲،۲ مارچ ۱۹۷۲ء کو آپ کی سعی سے گورنمنٹ کالج ٹونک میں ایک شاندار ادبی سمینار اور
اعرہ منعقد ہوا جس میں راجستھان کے ادباء شعرا سالک جھنجھنوی، پروفیسر مظہر علی، ڈاکٹر
سید محمد علی زیدی، محترمہ مہر النسا رکے علاوہ دہلی سے ڈاکٹر شارب ردولوی، ڈاکٹر شہاب
عفری اور فرقت کاکوری جیسے ادیبوں نے شرکت کی تھی۔ اس کے علاوہ عثمانی صاحب کی
دوجہد سے کالج میں متعدد مشاعرے اور ادبی جلسے آئے دن منعقد ہوتے رہتے ہیں۔
۲۲ مئی ۱۹۷۱ء کو انجمن ترقی اردو ٹونک کے زیر اہتمام حضرت بسمل سعیدی کے
موعہ کلام "ارداق زندگی" کی رسم اجرا کی تقریب منائی گئی۔ یہ تقریب نواب صاحب
ے پیلس نذر باغ میں نواب صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کے بعد اس انجمن کی
انب سے "نذر رسالت" اور "رہگذر" دل ایوبی کے مجموعہائی کلام کی تقاریب منائی
ئیں۔ ان تقاریب کے ساتھ مشاعروں کے پروگرام بھی رکھے گئے تھے۔
ٹونک میں مشاعروں کی یہ خصوصیت اس دور جدید میں بھی ایک حد تک باقی ہے۔ کہ
ہاں شعروشعیب، تحسین فضول اور بزم کی بے ربطی سے مشاعرہ محفوظ رہتا ہے۔ قابل تحسین
شعار کی شعرا کو داد ملتی ہے۔ اور شاعر کی تضحیک میں سخن سنج وسخن شناس حضرات کی
دکا انداز ایسا ہوتا ہے کہ دل آزادی کے بغیر شعر کے حسن وقبح کا پہلو نمایاں ہو جائے۔
ٹونک کی ایسی شعری اور ادبی مجالس و محافل کی داستان، اور سرپرستان شعرو
دب کے تذکرہ میں حبیب الدین خاں ایڈوکیٹ کی شبانہ مجلسیں بھی قابل ذکر اہمیت و
صوصیت کی حامل ہیں۔ حبیب صاحب کا درجہ اور مرتبہ شہر کے سماجی، سیاسی اور ادبی د

شعری سب ہی حلقوں میں ایک خاص مقام وامتیاز کا مالک ہے۔ علم دوستی، ادب نوازی، تواضع، ملنساری، مہمان نوازی اور مروت وہمدردی، ان کے خلقی اوصاف ہیں۔ اس عہد میں جب کبھی کوئی اہم شخصیت، سیاسی علمی ادبی اور شعری کسی بھی حیثیت کی حامل ٹونک آئی ہے وکیل صاحب کی مہمان ضرور بنی ہے۔ شعر وسخن سے آپ کو فطری ذوق ہے۔ اور ذوق بھی بلند اقبال آپ کا پسندیدہ اور محبوب شاعر ہے۔ آپ اس کے رنگ شاعری کو بطور خاص پسند کرتے ہیں اور ٹونک کے نوجوان شعرا میں اس رنگ شاعری کی تبلیغ وتلقین کرتے رہتے ہیں۔ روزانہ بعد مغرب آپ کی مجلس شبینہ جمتی ہے جس میں سخن سنج وسخن فہم حضرات کا اجتماع رہتا ہے۔ ہندو پاک کے مشاہیر شعرا سے وکیل صاحب کے خصوصی تعلقات وروابط ہیں۔ اپنے ذوق شعری کے باعث منتخب روزگار شعرا وادبا کو وہ اپنا مہمان بناتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر امیر حسن عابدی، ڈاکٹر شارب ردولوی، کامل چاندپوری، عمران انصاری، عالم فتحپوری، مولانا ماہرالقادری اور کیف بھوپالی کو وکیل صاحب کی مہمانی کا شرف حاصل ہے۔ کیف صاحب سے وکیل صاحب کے بڑے مخلصانہ اور قریبی تعلقات ہیں۔ وکیل صاحب کا خلوص اور ان کی کشش کیف صاحب کو سال میں ایک دو بار ضرور کھینچ لاتی ہے۔ ٹونک میں ان کی آمد سے مجالس شعر وادب میں گرمی پیدا ہوجاتی ہے۔ روزانہ کہیں نہ کہیں شعری نشست ہوتی رہتی ہے۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں جب مولانا ماہرالقادری ہندوستان آئے تو حبیب الدین صاحب کی پرخلوص دعوت اور ٹونک سے قدیم وابستگی کی کشش انھیں ٹونک بھی لے آئی۔ حبیب صاحب نے ان کے اعزاز میں متعدد پارٹیاں اور نشستیں منعقد کیں ــــــ انجمن ترقی اردو ٹونک کے صدر حبیب الرحمن خاں ایڈوکیٹ نے بھی ان کے اعزاز میں پارٹی دی۔ اور ٹونک کے جدید شعرا وادبا سے ان کو متعارف کرایا۔ ایک عظیم الشان مشاعرہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کی رات میں دارالعلوم خلیلیہ کی وسیع عمارت میں رکھا، یہ مشاعرہ طرحی تھا۔ اور مصرعہ طرح ماہر صاحب کی غزل سے دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے ۱۹۶۰ء میں وکیل صاحب بڑے اعلیٰ پیمانہ پر "یوم جگر" منا چکے تھے۔

اس دورِ جدید میں "مشعل"، "سلام، جھلک، اور بنا س" و ندیم کے نام سے یکے بعد دیگرے چند روزنہ اردو اخبارات بھی جاری ہوئے اول الذکر تین اخبار، مولانا سید عبدالقادر خنداں مشیر سخن نواب صاحب نے نکالے۔ اور "بناس" ٹونک کے ایک نوجوان رحیم ادیب کی ادارت میں نکلتا تھا۔ "ندیم" کے ایڈیٹر، ہنومان سنگل تھے۔ ہنومان سنگل ماسٹر رام نواس ندیم کے فرزند ہیں۔ ماسٹر صاحب اردو فارسی کے اچھے ادیب اور شاعر تھے۔ ان اخبارات کی پندرہ بیس اشاعتیں پابندی سے نکلیں، جن میں مقامی سیاسی حالات پر تبصروں کے ساتھ ٹونک کی ادبی وشعری سرگرمیوں کا بھی ذکر ہوتا تھا۔ اور ٹونک کے ادبا وشعرا کا کلام بھی چھپتا تھا۔

"بزم تاریخ و تحقیق" ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ یہ ادیبوں کی انجمن ہے اور خالص ادبی و تحقیقی ——— ۱۵ر فروری ۱۹۷۲ء کو یوم غالب کی تقریب کے موقعہ پر اس کا قیام عمل میں آیا ہے۔ راقم الحروف کے علاوہ مولا سید قاضی الاسلام، مولانا حکیم محمد عمران خاں، ڈاکٹر ابوالفیض کامل عثمانی مولانا حکیم محمد احمد، صاحبزادہ شوکت علی خاں، اس تنظیم میں شامل ہیں۔ اس بزم کے قیام کا اہم مقصد، ٹونک اور راجستھان کے اربابِ کمال، اور اصحاب علم و فضل کی شخصیات اور اُن کی علمی ادبی اور تاریخی داستانوں کے اُن اوراق کی شیرازہ بندی کرنا ہے۔ اب تک اس بزم کے تین جلسے ہوئے ہیں۔ جن میں علامۃ الہند مولانا حکیم سید برکات احمدؒ اور پروفیسر حافظ محمود شیرانی پر مقالات و قطعات اور نظمیں پڑھی گئی ہیں۔

آخر میں اگر یہ عرض کر دیا جائے۔ تو نامناسب نہ ہوگا۔ کہ ٹونک کے شاعروں اور ادیبوں نے صرف مجالس شعر و ادب، اور شعر گوئی ہی کی حد تک نہیں، بلکہ تالیفی، تحقیقی، اور صحافتی سب ہی میدانوں میں اپنے دماغ و قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں۔ اگر ایک طرف یہاں کے انشا پردازوں و سخن طرازوں نے اپنی نظم و نثر کے ذریعہ اردو ادب کو باغ و بہار بنایا ہے تو دوسری طرف پروفیسر محمود شیرانی، مولوی سید اصغر علی آئینہ اور مولوی حکیم سید احمد علی سیماب جیسی فاضل روزگار شخصیتوں نے تحقیق و تنقید اور تاریخ و سیر کے خزانوں کو بھی انمول جواہر سے مالا مال کیا ہے۔

عبدالقوی دسنوی

احتشام حسین نظر نظر میں

اپریل ۱۹۱۲ء کو احتشام صاحب کی پیدائش ہوئی اور یکم دسمبر ۱۹۷۲ء کو انھوں نے وفات پائی، دوران تعلیم ہی انھوں نے افسانہ نگاری، شاعری اور مضمون نگاری کی ابتدا کی اور پھر ساری زندگی قلم آزمائی کا سلسلہ جاری رہا۔ انھوں نے اگرچہ کوئی مستقل کتاب کسی خاص موضوع پر نہیں لکھی۔ لیکن ان کے مضامین کے آٹھ مجموعے، افسانوں کا ایک مجموعہ، شاعری کا مجموعہ اور ایک سفرنامہ شائع ہو کر مقبول عام ہوئے ہیں، ان کے علاوہ انھوں نے متعدد کتابیں ترتیب دیں، کچھ ترجمے بھی شائع کئے، اپنی ان تحریروں کی روشنی میں پہلے وہ افسانہ نگار بنے اور پھر شاعر، ناقد، ڈرامہ نگار اور مترجم۔ اس کے ساتھ ہی انھیں لسانیات اور اردو تاریخ سے بھی دل چسپی رہی، چنانچہ ہندوستانی لسانیات کا خاکہ اور ساہتیہ کا اتہاس اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

حق بات یہ ہے کہ وہ اچھے انسان، بلند پایہ عالم، قدآور ناقد، مشفق استاد اور عالی مرتبت مقرر تھے۔ چنانچہ ان کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی بہت سارے مضامین ان سے متعلق لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں، جن میں انھیں "اچھے انسان"، "ہمدرد انسان"، "جامع اور متوازن انسان" "پاک دل، پاک باز، پاک صفات" یا پھر "تاجدار نقد و نظر"، "صاحب فکر نقاد" اور "عہد آفریں تنقید نگار" وغیرہ کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ ان مضامین میں ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے

اور ان کی ادبی خدمات پر تنقیدی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسے مضامین کی ایک طویل فہرست ہے۔ میں نے یہاں انھیں ترتیب دینے کی سعی کی ہے تاکہ احتشامیات سے دلچسپی رکھنے والوں اور ان پر کام کرنے والوں کی کسی حد تک رہنمائی ہو سکے۔

احتشام حسین بقلم خود		نقش کوکن بمبئی، احتشام نمبر جولائی ۱۹۷۲ء
احتشام حسین۔ ذہن و کردار کی ابتدائی نشو و نما	اعجاز حسین	آجکل دہلی اپریل ۱۹۷۳ء شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
سید احتشام حسین حسب و نسب اور دیگر حالات	اخلاق حسین عارف	ترنم لکھنؤ جلد ۲ شمارہ ۴، شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
آئینہ حیات	نیر مسعود	شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
احتشام حسین۔ حیات اور شخصیت	اکبر رحمانی جلگاؤں	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
قیام لکھنؤ کا پہلا سال	سید محمود الحسن	شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
بھیا کے دو سفر	سید اظہار حسین	شاہکار، وارانسی، احتشام حسین نمبر
والد صاحب گھر میں	جعفر حسین	آہنگ گیا احتشام نمبر
استاد پروفیسر احتشام حسین گھر سے قبرستان تک	علی احمد فاطمی	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
ایک شائستہ آدمی۔ مہذب نقاد	انتظار حسین	قند، مردان شمارہ ۶ ۱۹۷۳ء فروغ اردو لکھنؤ ۱۹۷۳ء
احتشام حسین، انسان اور نقاد	ہنس راج رہبر	آہنگ گیا۔ احتشام نمبر
نقاد احتشام حسین	ریاض صدیقی	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
دیدہ ور نقاد	محمود الہی	شاہکار وارانسی احتشام حسین نمبر
دیو قد ناقد	ظفر ادیب	شاہکار وارانسی احتشام حسین نمبر
احتشام حسین۔ ایک نقاد	تاج پیامی	آہنگ گیا، احتشام نمبر
ایک تاریخ ساز ناقد۔ احتشام حسین	نظام الدین صدیقی	آہنگ گیا۔ احتشام نمبر

معیار تنقید	رفیعہ کریم	انقلاب بمبئی ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۰ء
احتشام حسین	شارب ردولوی	جدید اردو تنقید اصول اور نظریات
احتشام حسین	کلیم الدین	اردو تنقید پر ایک نظر
احتشام حسین	عبدالشکور	اردو ادب کا تنقیدی سرمایہ
احتشام حسین	عبادت بریلوی	اردو تنقید کا ارتقا
اردو تنقید میں احتشام حسین کی قدر و قیمت	محمد مثنیٰ	آہنگ گیا، احتشام نمبر
احتشام حسین بحیثیت نقاد	محمود الٰہی زخمی	"بازیافت" قومی زبان کراچی مئی ۱۹۷۴ء نقش کوکن بمبئی احتشام حسین نمبر جولائی ۱۹۷۳ء
تاجدار نقد و نظر	اخلاق حسین عارف	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
صاحب فکر نقاد	امتیاز علی عرشی	نیا دور لکھنؤ، احتشام نمبر مئی جون ۷۳ء
احتشام حسین کی تنقید نگاری	محمد حسن	آج کل، دہلی اپریل ۱۹۷۳ء
احتشام حسین کی تنقید نگاری	عبدالمغنی	ادیب علی گڑھ اپریل ۱۹۶۱ء طلوع افکار، کراچی اپریل ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر نقش کوکن جولائی ۷۳ء نقطہ نظر
احتشام حسین کی تنقید نگاری	علیم اللہ حالی	صبح نو پٹنہ جنوری ۱۹۷۴ء
احتشام حسین اور تنقید	اختر اورینوی	آہنگ گیا، احتشام نمبر
عہد آفریں تنقید نگار	محمد حسن	شاہکار، دارالسنی احتشام حسین نمبر
احتشام حسین۔ پروفیسر نقاد	محمد احسن فاروقی	سیپ کراچی شمارہ ۲۵، ۱۹۷۳ فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین نقاد کی حیثیت سے	شہید صفی پوری	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
دور احتشامی کی اردو تنقید	انیس فاطمہ	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر

اردو تنقید، احتشام حسین اور ان کا عہد	ساحل مانکپوری	نیا دور لکھنؤ احتشام حسین نمبر مئی جون ۱۹۷۳ء
اردو تنقید کا ارتقا پروفیسر احتشام حسین کی زبانی	شجاعت علی سندیلوی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
سید احتشام حسین اور عصری تنقید کے مسائل	قمر رئیس	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
فن تنقید اور احتشام حسین	احمد ابراہیم علوی	فروغ اُردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کا نظریہ ادب و تنقید	احمد سجاد	مورچہ۔ گیا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۳ء
احتشام حسین۔ تنقید اور نظریات کے آئینہ میں	محمد عقیل	فروغ اُردو لکھنؤ احتشام نمبر
احتشام حسین کا تنقیدی نظریہ	سیدہ جعفر	صبا حیدرآباد نمبر ۳ ۱۹۵۸ء
احتشام حسین کے تنقیدی نظریات	محمد حسن	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کے تنقیدی تصورات	سیدہ جعفر	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کا تنقیدی رویہ	وہاب اشرفی	آہنگ گیا احتشام نمبر
اردو تنقید کا اقلیدی نقطہ نظر اور احتشام حسین کے تنقیدی نظریات	مناظر عاشق ہرگانوی	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کی سماجی تنقید نگاری	احتشام احمد ندوی	سب رس حیدرآباد۔ مارچ ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام حسین نقاد اور سماجی مورخ	محمد علی صدیقی	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
		بیادگار سجاد ظہیر و احتشام حسین بزم فکر و ادب الہ آباد ۲۰، ۲۱ جنوری ۷۳ء
احتشام صاحب کا تنقیدی ذہن	عتیق احمد	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین اور جدید اُردو تنقید	شارب ردولوی	نیا دور لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر
احتشام حسین اور جدید اردو تنقید	محمد مثنیٰ	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر

پروفیسر احتشام حسین کی تنقید میں عوام کی اہمیت	سلام سندیلوی	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کی تنقید اور عملی تنقید	احسن فاروقی	سیپ کراچی شمارہ ۲۵ - ۱۹۷۳ء
احتشامی تنقیدی نظام فکر	نظام صدیقی	یاد احتشام مرتب نصر قریشی
احتشام حسین کا تنقیدی رویہ	سلیمان اطہر جاوید	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر
مارکسی تنقید اور احتشام حسین	ظہیر صدیقی	آہنگ، گیا، احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین کا اسلوب تنقید	قمر اعظم ہاشمی	آہنگ، گیا، احتشام حسین نمبر
احتشام حسین اور عملی تنقید	عبدالمغنی	آہنگ، گیا۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین ایک مطالعہ	شرف الدین شرقی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
افسانہ نگار احتشام حسین	یونس اگاسکر	نقش کوکن بمبئی جولائی ۷۳ء احتشام نمبر
روشن دماغ افسانہ نگار	یونس اگاسکر	شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کے افسانے	احمد یوسف	آہنگ، گیا۔ احتشام نمبر
احتشام حسین کی افسانہ نگاری	اکبر رحمانی جلگانوی	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۷۳ء احتشام نمبر
احتشام حسین کی افسانہ نگاری	سید نثار مصطفیٰ	اشارہ پٹنہ۔ جنوری فروری ۱۹۷۴ء
پروفیسر احتشام حسین کا افسانہ بیزاری	ہارون ایوب	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین اور فن افسانہ	اخلاق اثر	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین اور اردو ڈراما	اخلاق اثر	سب رس حیدرآباد دسمبر ۱۹۷۳ء
ساحل اور سمندر ایک تنقیدی مطالعہ	محمد ایوب واقف	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین ساحل اور سمندر	سحر انصاری	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
		افکار، کراچی۔ جنوری ۱۹۷۳ء
احتشام حسین کے مختصر تبصرے	عبداللطیف اعظمی	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کے دیباچے	عبدالقوی دسنوی	فروغ اردو، لکھنؤ، احتشام حسین نمبر

احتشام حسین اور احتشامیات ایک جائزہ	سید اولاد اصغر	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کا مطالعہ غالب اور میری ذہنی کشمکش	صباح الدین عبدالرحمٰن	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین کی لسانی تحریریں ایک جائزہ	عبدالغفار شکیل	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین بحیثیت شاعر	سید محمود الحسن	فروغ اردو۔ لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کی غزلیہ شاعری	ساحل مانکپوری	فروغ اردو۔ لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کی تین نظمیں خود ان کی نظر میں	مناظر عاشق ہرگانوی	شاعر بمبئی۔ اپریل ۱۹۷۴ء
احتشام حسین کی غزلیں	ساحل مانکپوری	مورچہ گیا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۳ء
نظریہ جمالیات کی روشنی میں	محمد عقیل	شاہکار، وارانسی، احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین کی نظر میں ادب کا مادی تصور	سلام سندیلوی	ترنم، لکھنؤ۔ احتشام نمبر
احتشام حسین کا ادبی شعور	انور صدیقی	جامعہ دہلی۔ مئی ۱۹۷۴ء
احتشام حسین کی فکر کی فلسفیانہ بنیادیں	حنیف فوق	افکار، کراچی۔ جنوری ۱۹۷۴ء فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کا ذہنی تجزیہ	اعجاز حسین	آہنگ، گیا۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کے تہذیبی افکار	چودھری سبط محمد	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
سماجی نظریات کا ترجمان	احتشام احمد ندوی	شاہکار۔ وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
سید احتشام حسین	سرلقا اعجاز	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
عارف نفس سخن، مالک فن، سالک فن	احمد یوسف	آہنگ، گیا۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کا اسلوب	سلیمان اطہر جاوید	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
مشرقی آداب ومغربی آداب کا سنگم۔ احتشام	مرتضیٰ حسین فاضل	تیاگ گار سجاد ظہیر و احتشام حسین بزم فکر و ادب الہ آباد ۲۰، ۲۱ جنوری ۱۹۷۴ء

احتشام حسین کا نظریاتی انداز بیان	سید احتشام احمد ندوی	سب رس حیدرآباد نومبر ۱۹۷۳ء
دانشمند انقلابی۔ احتشام حسین	فرحت اللہ کیفی	احتشام نمبر نیا دور لکھنؤ مئی جون ۷۳ء
ترقی پسند تحریک کا معمار	سجاد ظہیر	شاہکار، دارالنسی، احتشام حسین نمبر
ترقی پسند ادب کے میر کارواں	خلیل اللہ خاں	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر صبح نو، پٹنہ اپریل ۱۹۷۳ء نقش کوکن۔ جولائی ۱۹۷۳ احتشام نمبر
احتشام حسین اور ترقی پسند تحریک	راجندر ناتھ شیدا	مطالعے اور جائزے
احتشام حسین اور ترقی پسند تحریک	سجاد ظہیر	آج کل دہلی۔ اپریل ۱۹۷۳ء
مارکسی نظریہ شعور اور احتشام حسین	ایم۔اے۔ ضیا	آہنگ، گیا۔ احتشام نمبر
جدید نسل کا رہنما	مظہر امام	شاہکار دارالنسی۔ احتشام حسین نمبر
احتشام کا رویہ جدید نسل کے ساتھ	مظہر امام	آہنگ گیا۔ احتشام نمبر
احتشام حسین اور نئی نسل	عبدالغنی	آہنگ، گیا، احتشام نمبر
تبصرہ احتشام بر غزل عزیز جاوید نئے تیشے نئے کوہکن		نقش کوکن، بمبئی احتشام نمبر جولائی ۷۳ء
(احتشام صاحب کے مضمون مطبوعہ شب خون، جون ۱۹۶۶ء کے جواب میں)	عمیق حنفی	شب خون الہ آباد اگست ۱۹۶۶ء
پروفیسر احتشام حسین ایک محقق ایک ادیب	سید مصباح الاسلام	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین کی علمی ادبی خدمات	سید کلب عابد	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام صاحب۔ انسان اور دانشور	سید شبیہ الحسن نونہروی	نیا دور لکھنؤ۔ مئی جون ۷۳۔ احتشام نمبر
دانائے راز	مسیح الزماں	شاہکار دارالنسی۔ احتشام حسین نمبر
احتشام صاحب ایک استاد، نقاد، اور انسان کی حیثیت سے	خلیق انجم	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
میرے استاد احتشام حسین	اعجاز نقوی	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر قومی زبان کراچی مارچ ۱۹۷۳ء

احتشام حسین ایک کامیاب استاد	فخر الکریم صدیقی	فروغ اردو لکھنؤ احتشام حسین نمبر
لکھنؤ یونیورسٹی میں احتشام صاحب کی ملازمت	سید محمود حسن زیدی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام صاحب بحیثیت معلم	جگت نرائن	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
میرے استاد سید احتشام حسین	مرلی موہن دیال	ترنم، لکھنؤ۔ احتشام نمبر
احتشام و سرور۔ ایک تقابلی مطالعہ	سید احتشام احمد ندوی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
تنقیدی جائزے (تبصرہ)	ادارہ	آج کل، دہلی یکم فروری ۱۹۴۵ء
تنقید اور عملی تنقید (تبصرہ)	ادارہ	برہان، دہلی ستمبر ۱۹۵۳ء ہماری زبان علی گڑھ مارچ ۱۹۵۴ء نوائے ادب بمبئی اپریل ۱۹۵۴ء
ذوق ادب اور شعور (تبصرہ)	ادارہ	ہماری زبان علی گڑھ یکم جولائی ۱۹۵۵ء
اردو کی کہانی (تبصرہ)	خلیل الرحمن اعظمی	ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ فروری ۱۹۵۵ء
ہندوستانی لسانیات کا خاکہ (تبصرہ)	ادارہ	نوائے ادب بمبئی۔ اپریل ۱۹۵۸ء
دو یکانتد۔ ترجمہ سید احتشام حسین (تبصرہ)	ادارہ	آج کل، دہلی۔ مئی ۱۹۶۲ء
اعتبار نظر (تبصرہ)	خلیل الرحمن اعظمی	ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۵ء
ہماری سڑک۔ مترجمہ سید احتشام حسین (تبصرہ)	فضل حق	عصری ادب بمبئی دہلی۔ اپریل ۱۹۷۰ء
آب حیات تلخیص و مقدمہ سید احتشام حسین (تبصرہ)	مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی	کتاب نما دہلی اگست ۱۹۷۳ء
ساحل اور سمندر۔ ایک مطالعہ	قیصر شمیم	احتشام نمبر آہنگ گیا۔
پیغام	نور الحسن وزیر تعلیم	احتشام نمبر نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء
〃	اندر کمار گجرال	〃 〃 〃
〃	اکبر علی خاں گورنر اتر پردیش	〃 〃 〃
〃	حامدہ حبیب اللہ	〃 〃 〃

اپا گوشہ یادداشت میں	جعفر عسکری	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
آبروئے زبان وادب پروفیسر احتشام حسین	کوثر چاندپوری	آہنگ گیا، احتشام حسین نمبر
اپنی بات	ادارہ	شاہکار، بنارس، احتشام حسین نمبر
احتشام، احتشام صاحب، احتشام مرحوم	رضی الدین حیدر	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام بھائی	لئیق اختر	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام بھائی	شکیلہ اختر	آہنگ گیا، احتشام حسین نمبر
احتشام ایک دوست ایک ساتھی	عیاذ انصاری	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین	گیان چند جین	ترنم لکھنؤ۔ احتشام نمبر
احتشام حسین	رئیس فروغی	طلوع افکار۔ کراچی جنوری ۱۹۷۳
احتشام حسین	سجاعت علی سندیلوی	نیا دور، لکھنؤ۔ مئی، جون ۱۹۷۳ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین	نیر مسعود	نیا دور لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام حسین	سجاد ظہیر	یاد احتشام مرتبہ نصر قریشی
احتشام حسین	منظر سلیم	〃 〃 〃 〃
احتشام حسین اچھے ادیب اچھے آدمی	عبدالغنی	ہماری زبان، علی گڑھ یکم اگست ۷۳
احتشام حسین اور ان کا مزاج	ساحل مانکپوری	برگ آوارہ حیدرآباد۔ یکم جنوری ۷۴
احتشام حسین ایک جگمگاتی شخصیت	محمد ایوب واقف	روزنامہ انقلاب بمبئی ۱۸ دسمبر ۱۹۷۲
احتشام حسین ایک تاثر	ظ، انصاری	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۷۳ء احتشام نمبر
احتشام حسین بحیثیت انسان	سید محمد محسن	مورچہ۔ گیا ۲ر فروری ۱۹۷۴ء
احتشام حسین بے ساحل سمندر	علی جواد زیدی	آج کل، دہلی۔ اپریل ۱۹۷۳ء
احتشام حسین تاثر	علی عباس امید	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
احتشام حسین سے ایک ملاقات	مشتاق احمد	مورچہ، گیا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۳ء

احتشام حسین — چند ادبی ملاقاتیں	احتشام احمد ندوی	سب رس حیدر آباد۔ احتشام نمبر مارچ ۱۹۷۳ء
احتشام صاحب	منظر سلیم	قومی آواز لکھنؤ ۲ر دسمبر ۱۹۷۲ء
احتشام صاحب	اسد حیدر	نقش کوکن بمبئی جولائی ۱۹۷۳ء
احتشام صاحب	محمد حسن	نقش کوکن بمبئی جولائی ۱۹۷۳ء
احتشام صاحب	رام لعل	ترنم لکھنؤ احتشام نمبر
احتشام صاحب	حامد اللہ ندوی	سب رس حیدر آباد۔ مارچ ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام صاحب	سید محمد عقیل	آہنگ گیا۔ احتشام نمبر
احتشام صاحب	شمیم حنفی	افکار جنوری ۱۹۶۵ء کتاب لکھنؤ فروری ۱۹۶۵ء صبح نو پٹنہ اکتوبر ۱۹۶۵ء
احتشام صاحب	سطوت رسول	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام نمبر
احتشام صاحب	اجمل اجملی	یاد احتشام مرتب نصر قریشی
احتشام صاحب	نور الحسن ہاشمی	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام صاحب	وحید اختر	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام صاحب۔ چند یادیں، چند باتیں، چند ملاقاتیں	عبد القوی دسنوی	آہنگ، گیا۔ احتشام نمبر
احتشام صاحب شخصیت کے چند نقوش	محمد مثنیٰ	آہنگ، گیا، دسمبر ۱۹۷۱ء
احتشام صاحب۔ کچھ منتشر یادیں	گیان چند جین	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام صاحب کچھ یادیں کچھ تاثرات	اقبال ماہر	ترنم لکھنؤ۔ احتشام نمبر

احتشام صاحب سے متعلق خود اپنے معلومات	سید علی نقی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام نمبر
تاثرات		
احتشام صاحب مرحوم کی تدفین کے مختصر حالات	ایڈیٹر سرفراز	یاد احتشام مرتب نصرت قریشی
احتشام صاحب منتشر یادیں	نیر مسعود	شب خون الہ آباد۔ جنوری ۱۹۷۳ء
احتشام صاحب میرے ابا	جعفر عباس	یاد احتشام مرتبہ نصرت قریشی
احتشام صاحب کی ہمہ گیر شخصیت	رحمٰن حمیدی	آہنگ، گیا، احتشام نمبر
احتشام حسین۔ کچھ بھولی بسری یادیں۔	گیان چند جین	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام نمبر
احتشام حسین۔ کچھ یادیں۔ کچھ باتیں	ساغر مہدی	نیا دور لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام حسین کچھ یادیں، کچھ تصویریں	آل احمد سرور	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
احتشام حسین کی ادبی تاریخ میں بہار	ادارہ	مورچہ، گیا۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء
احتشام حسین کی باتیں	مجاہد حسین حسینی	فروغ اردو، لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام حسین کی روشنی میں	رئیس فروغ	فروغ اردو، لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام صاحب کی عظمت میرے جذبات و احساسات	رفیق حسین	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام حسین مارکسی مسلمان تھے	بشارت شکوہ	فروغ اردو، لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام ماہی	مرزا جعفر حسین	فروغ اردو، لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
احتشام حسین: ہمدرد انسانیت	مسیح الزماں	یاد احتشام مرتب نصرت قریشی
اچھے ادیب، اچھے انسان	عبدالمغنی	شاہکار، دارالسنی، احتشام حسین نمبر
اداریہ	نسیم قریشی	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
آؤ آئینہ دل میں دیکھیں تمہیں	ابن فرید	آہنگ، گیا۔ احتشام نمبر
آہ احتشام حسین	محمد یونس خالدی	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
آہ احتشام حسین	صالحہ عابد حسین	ترنم لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
ایک تاثراتی خط	وامق جونپوری	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر

ایک جامع اور متوازن انسان	مرزا جعفر حسین	نیا دور، لکھنؤ، مئی جون احتشام نمبر
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا	ایس ایم عباس رضوی	نیا دور، لکھنؤ، مئی جون احتشام نمبر
ایک روشن دماغ تھا نہ رہا	ش۔ اختر	مورچہ، گیا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۳ء
ایک سیارہ فکر کی گمشدگی	حنیف فوق	افکار، کراچی جنوری ۱۹۷۳ء
با ہمہ اور بے ہمہ شخصیت	نور الحسن ہاشمی	شاہکار، وارانسی، احتشام حسین نمبر
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	رحمٰن حمیدی	ہفتہ وار، گیا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۳ء
بوئے بوستان مشرق	عبدالماجد دریابادی	شاہکار وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
بوئے خلوص	فکر تونسوی	شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
بھائی جان	سری نواس لاہوٹی	نیا دور لکھنؤ، مئی جون ۷۳ء احتشام نمبر
بھیا۔ احتشام حسین	انصار حسین	نیا دور لکھنؤ، مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
بھیا خدا حافظ و ناصر	سید اقتدار حسین	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
بھیا مرحوم کے رجحانات کے چند نمونے	سید وجاہت حسین	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
بے ساحل ہے سمندر	علی جواد زیدی	شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
پاک دل، پاک ذات، پاک صفات	امیر احمد علوی	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین	اداریہ	آج کل، دہلی۔ جنوری ۱۹۷۳ء
پروفیسر احتشام حسین	اکبر رحمانی جلگاؤں	روزنامہ انقلاب بمبئی ۸ دسمبر ۱۹۷۲ء
		آج کل دہلی۔ اپریل ۱۹۷۳ء
پروفیسر احتشام حسین	بشیشر پردیپ	ترنم، لکھنؤ۔ احتشام نمبر
پروفیسر احتشام حسین ایک یاد۔ ایک تجویز	شاہ محمد باقر	ترنم لکھنؤ۔ احتشام نمبر
پروفیسر احتشام حسین۔ چند تاثرات	سید محمود الحسن	"بیادگار سجاد ظہیر و احتشام حسین" الہ آباد۔ ۲۰-۲۱ جنوری ۱۹۷۴ء
پروفیسر احتشام حسین کی یاد میں	احمد جمال پاشا	قومی آواز لکھنؤ ۲ دسمبر ۱۹۷۲ء
پروفیسر احتشام حسین کی یاد میں	ظ۔ انصاری	شاعر بمبئی۔ جنوری فروری ۱۹۷۳ء

پروفیسر سید احتشام حسین مرحوم	عبدالماجد دریابادی	صدق جدید لکھنؤ۔ ۱۹ جنوری ۱۹۷۳ء
پروفیسر احتشام حسین مرحوم	سید حسن	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین مرحوم	محمد اسلام	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر "بیادگار سجاد ظہیر و احتشام حسین" الہ آباد
پروفیسر سید احتشام حسین چند یادیں	سید نجم الدین نقوی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
پیکر اخلاق مروت	برق آشیانوی	شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
تزک احتشام	محمد احتشام	نیا دور لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر
تمھاری خوبیاں باقی	محمد عقیل	"یاد احتشام" مرتب نصر قریشی
جب یاد تیری آئی ہر چوٹ ابھر آئی	اعجاز صدیقی	شاہکار وارانسی احتشام حسین نمبر
جبین روشن ہے اس ظلمات میں	شمس الرحمٰن فاروقی	شب خون جنوری ۱۹۷۳ء شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
جلتی بجھتی یادیں	جعفر عباس	شاہکار وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
چند یادیں بترا	تیشش بترا	شاہکار وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
چند یادیں اور چند ملاقاتیں	رضی الدین احمد	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
خلوص سراپا	فراق گورکھپوری	شاہکار وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
دانشے ساز	مسیح الزماں	نیا دور لکھنؤ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر
در بغل دارد کتاب	آغا سہیل	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر افکار کراچی۔ جنوری ۱۹۷۳ء
دور کا آئینہ	شمیم احمد	آہنگ، گیا۔ احتشام نمبر
رحلت فخر روزگار	عبدالماجد دریابادی مسعود حسین رضوی	نیا دور۔ لکھنؤ، احتشام حسین نمبر

فراق گورکھپوری
بابو رام سکسینہ
امرت لال ناگر
رام لعل صباح الدین عمر
امرت رائے مرلی منوہر جوشی
گھونتش ہردیو باہری
سر سری کرشن داس
کے تاثرات کے
اقتباسات جمع
کئے گئے ہیں۔

روشنی کہاں گم ہے	معین اعجاز	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
روشنی گھٹ گئی	آفاق احمد	شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
زندہ اور روشناس خلق	جعفر عباس	شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
ساحل بھی سمندر بھی	یوسف ناظم	نقش کوکن بمبئی۔ جولائی ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
سنجیدہ متین شخصیت	مہندرناتھ	شاہکار، وارانسی، احتشام حسین نمبر
سید احتشام حسین	محمد حسن	نقوش لاہور۔ شخصیات نمبر ۲
سید احتشام حسین	سید واصف رضا	انقلاب بمبئی۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۲ء
سید احتشام حسین	محمد ایوب	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
سید احتشام حسین ایک دیدہ ور	سید لعاب افسر	نیا دور لکھنؤ۔ مئی، جون ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر
سید احتشام حسین کے چند تاثرات	محمود الحسن	"یاد احتشام" مرتب نصر قریشی۔
سید احتشام حسین	شمیم حنفی	فروغ اردو لکھنؤ۔ جنوری ۱۹۷۱ء

سید احتشام حسین رضوی	مالک رام	تحریر دہلی۔ مارچ ۱۹۷۳
سید احتشام حسین صاحب کی فکری اور شعوری قدریں	نائب حسین نقوی	ترنم لکھنؤ احتشام نمبر
سید احتشام حسین مرحوم	عبدالماجد دریابادی	یاد احتشام الہ آباد
عکس احتشام حسین یادوں کے آئینہ میں	اقبال ماہر	فروغ اردو۔ لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
فرزانہ از دست رفتہ	شہریار نقوی	نیا دور۔ لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
کاروان خیال	محمد حسن	آج کل۔ دہلی اپریل ۱۹۷۱ء
کتابوں کے آنسو	ارشاد امروہوی	ترنم لکھنؤ۔ احتشام نمبر
کچھ منتشر یادیں	گیان چند جین	شاہکار، وارانسی، احتشام حسین نمبر
کچھ یادیں کچھ آنسو	ملک زادہ منظور احمد	نیا دور لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ احتشام نمبر
کچھ یادیں کچھ تصویریں	آل احمد سرور	شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
کھلی کتاب	یوسف ناظم	شاہکار وارانسی، احتشام حسین نمبر
گوش معنی شنو ہوا خاموش	خلیق انجم	سیکولر ڈیموکریسی۔ دہلی جنوری ۱۹۷۳ یاد احتشام۔ الہ آباد
لیلائے اردو کا عاشق صادق	محمد ایوب واقف	سب رس۔ حیدرآباد۔ مارچ ۱۹۷۳۔ احتشام نمبر
مشرقی آداب و مغربی افکار کا سنگم احتشام حسین	مرتضیٰ حسین	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
معنی لفظ شرافت۔ احتشام حسین	عادل جعفری	نیا دور۔ لکھنؤ۔ دسمبر ۱۹۷۳ء
موت العالِم موت العالَم۔ اپنی باتیں،	حکیم عبد القوی دریابادی	فروغ اردو، لکھنؤ ۱۹۷۳ء

میراصغر (احتشام صاحب کے انتقال پر تفصیلی تاثرات)	کرامت علی کرامت	شاخسار، کلک، مشترکہ شمارہ جنوری، فروری، مارچ ۱۹۷۳ء
نقوش احتشام	مرزا احسن بیگ	نیادور، لکھنو۔ مئی، جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
نگارشات احتشام	عبدالقوی دسنوی	آہنگ گیا احتشام حسین نمبر
یاد احتشام	عبدالماجد دریابادی	فروغ اردو، لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
یادوں کا آئینہ	احمد حسن	شاہکار، وارانسی، احتشام حسین نمبر
یادوں کے دریچے	ظ انصاری	شاہکار۔ وارانسی، احتشام حسین نمبر
یادوں کے چراغ	علی جواد زیدی	نیادور لکھنؤ۔ جنوری، فروری ۱۹۷۳ء احتشام حسین نمبر
یاد اس کی اتنی خوب نہیں میر باز آ	شمیم حنفی	نیادور، لکھنؤ۔ مئی جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
ایک غیر مطبوعہ کتاب کا پیش لفظ	محمد یونس خالدی	نیادور، لکھنؤ۔ مئی، جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر
روشنی کے نقطے (احتشام صاحب کی تحریریں غزلیں، نظمیں، خطوط)	״ ״	آہنگ۔ گیا۔ احتشام حسین نمبر
نقش لازوال (نئے تیشے نئے کوہکن خطبہ انجمن اساتذہ جامعات ہند نظمیں، غزلیں، سوانحی اشارے)	ادارہ	شاہکار، وارانسی۔ احتشام حسین نمبر
کلام واد کا احتشام حسین (مطبوعہ و غیر مطبوعہ کلام)	״	نیادور، لکھنؤ۔ احتشام نمبر مئی، جون ۱۹۷۳ء
آخری تحریر (آل انڈیا مشاعرہ کے لیے اپیل)	״	نیادور۔ لکھنؤ مئی، جون ۱۹۷۳ء احتشام نمبر

رند نصیحت مشرب سے	احتشام حسین	فروغ اردو، لکھنؤ احتشام حسین نمبر
پروفیسر احتشام حسین کے چند خطوط	نجم الدین نقوی	نیا دور، لکھنؤ، احتشام نمبر مئی، جون ۱۹۷۳ء
احتشام صاحب کا خط باقر مہدی کے نام		نقش کوکن بمبئی جولائی ۱۹۷۳ء
〃 〃 ڈاکٹر زور کے نام	—	فروغ اردو لکھنؤ، احتشام حسین نمبر
〃 〃 پروفیسر مسعود حسین ادیب	—	〃 〃 〃
کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 ڈاکٹر محمد حسن کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 عبدالقوی دسنوی کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 شمیم کرہانی کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 ڈاکٹر محمود الحسن کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 قاسم صدیقی کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 ابوذر عثمانی کے نام	—	〃 〃 〃
〃 〃 جعفر عباس کے نام	—	〃 〃 〃
احتشام حسین کے نام خط	اسمٰعیل وانیئل	فروغ اردو، لکھنؤ احتشام حسین نمبر
〃 〃 〃	چیلی شیف	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	پروفیسر یان مارک	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	وقار عظیم	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	احمد ندیم قاسمی	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	خواجہ احمد فاروقی	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	وزیر آغا	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	یگانہ چنگیزی	〃 〃 〃 〃
〃 〃	عبدالماجد دریابادی	〃 〃

احتشام حسین کے نام خط	عبدالماجد دریابادی	فروغ اردو لکھنؤ۔ احتشام حسین نمبر
〃 〃 〃	قاضی عبدالودود	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	رشید احمد صدیقی	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	محی الدین قادری زور	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	جوش ملیح آبادی	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	خواجہ غلام السیدین	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	آل احمد سرور	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	مالک رام	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	سجاد ظہیر	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	مسعود حسین خاں	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	فراق گورکھپوری	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	مجروح سلطانپوری	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	علی سردار جعفری	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	محمد حسن	〃 〃 〃 〃
〃 〃 〃	عبادت بریلوی	〃 〃 〃 〃
پروفیسر احتشام حسین سے ایک انٹرویو	امیر عارفی	صبا۔ حیدرآباد دکن فروری ۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	نثار احمد صدیقی	مورچہ، گیا ۲۶ جنوری ۱۹۷۴ء

مفتوں کوٹوی

راجستھان کا ایک پُر نور اردو ماہنامہ

رسالہ "آفتاب" جھالاواڑ

راجپوتانہ (راجستھان) کی ریاست جھالاواڑ کے فرماں روا مہاراج رانا بھوانی سنگھ کی اردو خدمات تعریف و ستائش کے لائق ہیں۔ اس رئیس نے نہایت کشادہ دلی اور بڑی بے تعصبی سے اردو کی طرف توجہ کی اور اسے اپنی التفات کا مرکز بنایا۔ اکثر ریاستوں میں بیسویں صدی کے آغاز تک اردو سرکاری و درباری زبان رہی ہے۔ اراکین حکومت نہ صرف اردو داں رہے ہیں بلکہ فارسی داں بھی۔ جن میں سے اکثر مکتبوں کے ساختہ و پرداختہ تھے۔ اور اردو سے متعلق تہذیب و اخلاق کے شیفتہ و دلدادہ بھی۔ جھالاواڑ میں بھی پنڈت شوکما رچترویدی۔ بابو مٹھن لال اسسٹنٹ انجینئر۔ بابو ٹل بہاری لال رکن خاص محکمہ عالیہ۔ پنڈت دھنی رام سول جج۔ بابو امبیکا چرن مائننگ انجینئر بابو جگ موہن لال الیکٹرک انجینئر۔ بابو چھیدالال ماتھر ریونیو منیجر۔ بابو اندرسین ہیڈ ماسٹر۔ لالہ شمبھو دیال دانش۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ ہوم منیجر۔ سید مصطفیٰ حسین رضوی، مولوی عبدالوحید نیرنگ وغیرہم کے اسمائے گرامی، اردو کے فروغ و ارتقا میں سرفہرست ہیں۔ کارکنان دفاتر میں بیشتر اردو شعر و ادب کے پرستار تھے۔ ہندی کی حمایت کا پروپیگنڈا مذہبی بنیادوں پر کیا گیا تھا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ کی تحریک نے دیسی ریاستوں میں اسی بنیاد پر توانائی حاصل کی۔ وہ اپنے برہمن ہونے کے ناتے ہندو راجاؤں سے یہی دکشنا لیتے تھے کہ اردو کے بجائے ریاست میں ہندی کو رواج دیا جائے۔ ان کا یہ عام مقولہ تھا کہ

"ایک ہندو راجہ کا یہی دھرم ہے کہ وہ اپنی مذہبی زبان کو فنا نہ ہونے دے۔" راجہ بھوانی سنگھ مذہب سے زیادہ شیفتگی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن حالات سے مجبور ہو کر ۱۹۰۲ء میں انھیں سرکاری زبان ہندی کو قرار دینا پڑا۔ تاہم اردو رسم الخط کے بجائے دیوناگری رسم الخط کے اجراء کے حکم کے ساتھ انھوں نے یہ ہدایت بھی کی کہ ہندی اور سنسکرت کے نامانوس اور دقیق الفاظ، سرکاری تحریروں میں نہ لائے جائیں۔ رئیس مذکور کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ ہندی کا چلن اگرچہ سرکاری طور پر کر دیا گیا لیکن اردو سے ان کی شیفتگی ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے بعد سے اردو کی طرف ان کی توجہات اور زیادہ بڑھ گئیں۔ اسی سال یعنی ۱۹۰۲ء ہی میں اردو ماہنامہ رسالہ "آفتاب" کا اجراء عمل میں لایا گیا۔

رئیسان جھالاواڑ "سورج بنسی" راجپوت تھے اور راجپوتوں کی شاخ "جھالا" سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ریاست کا نام۔ جھالاواڑ اسی مناسبت تھا۔ اور رسالہ کا نام "آفتاب" خاندانی روایات کی تابناکیوں کا حامل تھا۔ مہاراجہ رانا سر بھوانی سنگھ کے سی، ایس آئی۔ ایف، زیڈ۔ ایس۔ وغیرہ۔ ۲ر ستمبر ۱۸۷۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۸ر فروری ۱۸۹۹ء کو مسند نشینی ہوئی۔ ۱۳ر اپریل ۱۹۲۹ء کو ان کا انتقال ہوا۔ یہ رئیس بڑے علم دوست اور علم پرور گزرے ہیں۔ ان کے دربار میں انگریزی زبان کے فاضل، ہندی اور سنسکرت کے ودوان، عربی و فارسی کے عالم اور زبان اردو کے ادیب و شاعر روزانہ صبح سے دس بجے تک حاضر رہا کرتے تھے۔ اور راجہ بھوج، ہارون الرشید اور مامون الرشید کی مجالس علمیہ کی طرح ہر علم و فن پر دلچسپ مباحثے ہوتے تھے۔ ہز ہائی نس خود ہر علم و فن میں دلچسپی لیتے۔ اور باموقع داد دیتے۔ نیز حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اردو ــ اور اردو شاعری کو درجۂ امتیاز حاصل تھا۔ ۱۹۰۶ء میں انھیں رئیس بھوانی سنگھ کے ایما سے ایک پندرہ روزہ بزم مشاعرہ کی بنیاد پڑی۔ ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ میں عوام کی واقفیت و آگاہی کے اضافہ کے لیے متعدد لیکچروں کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ جو ۱۹۱۹ء تک قائم رہا۔ جائزہ زبان اردو (مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۴۸ء) میں درج ہے کہ رئیس مذکور کے حکم سے مختلف افسران ریاست، مختلف موضوعات جنگ پر

تیار ہو کر لیکچر دیا کرتے تھے۔ خود رئیس مذکور نے کئی لیکچر دیئے۔ رسالہ "جنگ یورپ" انھیں لیکچروں سے مرتب ہوتا تھا۔ ان میں سے کچھ لیکچروں کے عنوانات درج کر رہا ہوں۔ جن سے "جنگ یورپ" کا سرسری تعارف اور مہاراجہ کی ذہنی کیفیت کا قدرے اندازہ ہو جائے گا "جنگ یورپ کے مفصل حالات" از پنڈت دھنی رام شرما سول جج۔ جرمنی کے مختصر حالات۔ از بابو جگ موہن لال، الیکٹرک انجینئر۔ میدان جنگ میں انتظام ڈاک۔ از پنڈت دھنی رام شرما، جرمنی ورلڈ پالیسی از بابو چھیدا لال ماتھر ریونیو، جرمن جاسوس، از پنڈت شوکمار سکریٹری کونسل دغیرہ وغیرہ۔ ہز ہائی نیس کے لیکچروں کی تفصیل یہ ہے ۱۔ جنگ یورپ کے اسباب اور ہمارے فرائض۔ ۲۔ جرمن مظالم، ۳۔ سرو یہ کی تاریخ، ۴۔ ہیضہ اور اس کے اسباب۔ ۵۔ سب مہربان۔ یہ سب لیکچر اردو میں چھپے ہیں جیل پریس جھالا واڑ نے انھیں چھاپا ہے، میں نے جیل پریس جھالا واڑ کی مطبوعات دیکھی ہیں، کتابت وطباعت گوارا۔ روشنائی عمدہ؛ صحت کتابت کا تا حد ممکن لحاظ، یہ سب کچھ رئیس مذکور کی اردو شناسی کے تحت تھا۔

رئیس کی طبیعت کی ندرت، جدت اور ترقی پسندی کا ہر شعبہ سے اظہار ہوتا ہے۔ ریاست جھالا واڑ کی لائبریری کئی ریاستوں میں مشہور تھی۔ جس میں مختلف زبانوں اور مختلف موضوعات ومضامین کی کتابیں موجود تھیں۔ اردو فارسی اور عربی کی کتابیں اب بھی محفوظ ہیں۔ جن میں طب وتاریخ، معاشرت وسیاست مذہب وفقہ اور شعر وادب ہر قسم کی کتاب مہیا ہو سکتی ہے۔ پبلک لائبریری، کالج لائبریری اور ضلع لائبریری کے علاوہ کوٹھی (اربجھوی ولاس) کی لائبریری اب بھی مختلف علوم وفنون کے جواہر پاروں سے لبریز ہے، انگریزی، سنسکرت اور ہندی کی کتابیں بھی اعلیٰ موضوعات پر مشتمل ہیں، راجہ کے اوقات کا بیشتر حصہ، مطالعہ اور کتب بینی میں صرف ہوتا تھا۔ رات کا زیادہ تر وقت اسی میں کٹتا تھا۔

راجہ بھوانی سنگھ خود شاعر نہیں تھے لیکن شعر وادب کے قدرداں تھے۔ مولوی عبدالوحید نیرنگ تلمذ جناب حسان الہند حضرت محسن کاکوروی ان کے یہاں درباری شاعر تھے۔ دربار میں ان کی نشست مقرر تھی۔ ۲ر دسمبر ۱۹۲۶ء کی تقریب سال گرہ میں رئیس نے انھیں افتخار الشعرا کا خطاب دیا۔ ۲۸ر اپریل ۱۹۲۷ء کو انھیں تمغہ عنایت ہوا۔ دیوان نیرنگ ۱۹۲۹ء میں

شائع ہوا ۔ اس کا مسودہ راجہ نے پریس میں بھیج دیا تھا۔ ۱۹۲۸ء ہی میں ۔ دیوان ابھی پریس ہی میں تھا کہ راجہ بھوانی سنگھ نے رحلت کی، اور پھران کے ولی عہد مہا راجہ رانا راجندر سنگھ نے اسے ۱۹۲۹ء میں چھپوایا۔ جس پر ۔ اگر پدر نتواند پسر تمام کند کا مقولہ صادق آتا ہے، راجہ بھوانی سنگھ کی اردو نوازی اور ادب پرستی کو نیرنگ مرحوم نے اپنے دیوان میں بہ ایں الفاظ بیان کیا ہے :

"یہ میرے لیے باعث مسرت ہے اور سزاوار گونہ افتخار ہے کہ میرے آقائے نعمت سر بھوانی سنگھ بہادر انجہانی نے اس مجموعہ کی ہر غزل کو مطلع سے مقطع تک ملاحظہ وسماعت فرما کر جا بجا قیمتی مشوروں سے عزت بخشی۔ غالباً یہ پہلا دیوان ہے جسے ایک والیِ ملک نے خاص وقت مقرر کر کے حرف بہ حرف سماعت فرمایا "

رئیس مذکور کے ادبی شعور اور شاعرانہ درک کا حال اس واقعہ سے ظاہر ہو سکے گا۔ جو دیوان نیرنگ میں نیرنگ مرحوم نے اپنے ایک شعر کے ضمن میں درج فرمایا ہے۔ نیرنگ مرحوم کی غزل کا شعر یہ تھا ؎

بائے ہلال چرخ نے کیا نان بے طلب   رتبہ یہ ہے بلند لب بے سوال کا

زیریں حاشیہ جناب نیرنگ نے تحریر فرمایا ہے ؛

شری حضور دام اقبالہٗ نے جب یہ شعر سنا تو فرمایا کہ شعر بہت اچھا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ نان کی تشبیہہ بدر سے دی جائے ۔ اس مشورہ کے تحت نیرنگ مرحوم نے شعر یوں بدل دیا ؎

ہالے میں بدر چرخ ہے اک نانِ بے طلب   رتبہ بلند ہے دہنِ بے سوال کا

راجہ کی سخن فہمی اور قدر شناسی کے متعلق نیرنگ مرحوم کے کئی اشعار موجود ہیں ؎

کیا سخن فہم ہے بھوانی سنگھ   نقد معنی کا وہ عیار ہے خاص

قدر دانی سے مہاراج کی بے شک نیرنگ
ہے شب و روز ہمیں لطف سخن غربت میں

نیرنگ سلطنت بھی اگر ہو تو میں نہ لوں ۔۔۔ راجہ بھوانی سنگھ کی سرکار کے عوض

حافظ عالمگیر خان، کیف ٹونکی کا یہ مقطع بھی رئیس موصوف کی قدر دانی کا ترجمان ہے ؎

راجہ بھوانی سنگھ نے کی قدر کیف کی ۔۔۔ اچھا ہوا غریب کی بگڑی سنبھل گئی

طلوع "آفتاب" کے قبل کے مناظر میں اس لیے قلمبند کر رہا ہوں کہ قارئین محسوس کر سکیں، کہ "آفتاب" جن شعاعوں اور ضیاؤں کو لے کر طلوع ہوا تھا وہ کن جلووں سے مستعار تھیں۔ اور "آفتاب" رئیس مذکور کی کتنی دلچسپیوں کا محور تھا، ایسا نہیں تھا، جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے کہ رئیس اپنی شان اور ریاست کی شوکت و حشمت کے اظہار کے بطور کوئی اردو، ہندی پرچہ نکال دیں اور اسے اپنی تعریف و توصیف کا آرگن بنالیں۔ راجہ بھوانی سنگھ نے "آفتاب" کو اپنے محسوسات و مرغوبات کا پرتو بنایا۔ اور اسے شعر و ادب، اور زبان و بیان کی صحیح شکل و صورت کی تبلیغ و توسیع کا ذریعہ بنا کر پیش کیا۔ رئیس مذکور قدیم رنگ سخن اور روایتی شاعری سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ شعر و ادب کو زندگی و فطرت کے قریب تر لایا جائے۔

ا[1] منشی جھبو دیال دانش رئیس کے بڑے چہیتے شاعر تھے۔ انھیں ملک الشعراء کا خطاب رئیس مذکور نے دیا تھا۔ سرکار و دربار میں اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ قربت قریبیہ رکھتے تھے۔ وہ سب کچھ اس لیے کہ دانش نے خود کو راجہ کی ہدایات کے سانچہ میں ڈھال لیا تھا۔ دانش اس سے قبل شعر و ادب کی پرانی روایات و اقدار کے حامل تھے۔ اور قدیم غزل کے دلدادہ، زلف و گیسو کے اسیر، رخ تاباں کے شیفتہ، خراماں ناز پر فریفتہ۔ راجہ کی تلقین و فہمائش پر انھوں نے اپنا رنگ سخن بدلا۔ اور ایسا بدلا کہ جب کلیات دانش چھپنے لگا تو دیباچہ نگار مولوی عبدالوحید نیرنگ کے بقول غزلیات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ لیکن نیرنگ صاحب کے اصرار پر کچھ غزلیں جو دستیاب ہو گئیں وہ شامل کر دی گئیں۔ سر سید مرحوم کی ہدایات نے جس طرح حالی کے رنگ سخن کو بدلا تھا اسی طرح راجہ کی ۔۔۔ و تلقین نے دانش کو نئی شاعری کی ڈگر پر ڈال دیا۔ وہ پھر نظموں پر چل پڑے اور ملکی، سماجی، اصلاحی، تعمیری، مذہبی اور مقصدی متعدد نظمیں لکھ ڈالیں۔ مہاراجہ نے کلیات دانش (۱۹۲۶ء) کو

ان کی خدمت میں پیش کیے جانے اور اس کتاب کو ان کے نام سے معنون کیے جانے کے موقع پر ایک جلسے کو خطاب کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا:

"جھالاواڑ میں اردو شاعری کے متعلق، عرصہ سے خیالات ویسے ہی تنگ چلے آتے تھے۔ عاشق کی شکایت، معشوق کا ظلم، پیر مغاں کے ساتھ طعنہ زنیاں، بس انھیں چند مضامین کو طرح طرح سے باندھنا ــــ شاعری خیال کیا جاتا تھا۔ اردو شاعری کے محدود دائرہ میں ہونے کا خیال آکر مجھے اکثر افسوس ہوا کرتا تھا اور میری خواہش تھی کہ کوئی شخص اپنی ہی ریاست کے آدمیوں میں سے کھڑا ہو کر دکھلائے کہ شاعری ایک بڑا وسیع میدان ہے اور اس میں چلنے کے دو چار نہیں۔ لاکھوں راستے موجود ہیں۔ شاعر کا فرض ہے کہ وہ وہی راستے اختیار کرے جو موجودہ تہذیب اور ضرورت زمانہ کے موافق ہوں۔ اس کو سمجھنا چاہیے کہ سوسائٹی کی حالت بدل گئی ہے۔ زمانہ کسی دوسرے رنگ پر چل رہا ہے۔ جو مذاق سوسائٹی نے کسی زمانہ میں جائز رکھا تھا اب وہ اچھی سوسائٹی میں جائز نہیں..... (کلیات دانش ۱۹۲۶ء)

اس کے لیے انھوں نے لالہ منشی شمبھو دیال دانش کو تاکا جیسا کہ مولوی عبدالوحید نیرنگ کلیات دانش کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت دانش ایک معزز خاندان کے جوہر فرد ہیں۔ لہٰذا دربار میں بھی آپ کا رسوخ تھا اور یہ موقع شاعری کے پھلنے پھولنے کا قدرتی تھا۔ حضور عالی جاہ سری دربار بہادر والیِ جھالاواڑ آپ کا کلام اشتیاق سے سماعت فرماتے اور بے انتہا تعریف کرتے تھے۔ جب حضور ممدوح نے اچھی طرح جانچ لیا۔ کہ انھیں شاعری سے نہایت مناسبت اور طبیعت میں بے حد جودت اور قدرتی ذکاوت موجود ہے۔ لیکن اس شاعری سے بجز تضیع اوقات کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور شوق شعر گوئی دانش پر اس قدر غالب ہے کہ اگر مخالفت کی جائے تو افسردہ دلی کا احتمال ہے۔ اور اگر رنگ طبیعت

بدلنے میں عجلت کی جائے تو تغیر بحالات موجودہ شاعری یہ نصیحت وفہمائش اس وقت خاطر خواہ کارگر و ذہن نشین نہ ہوگی۔ لہذا وقت کا انتظار لازم ہے، غرضیکہ جب اس عالی دماغ، موقع شناس رئیس نے بخوبی محسوس کر لیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جو مشورہ دیا جائے وہ تیر بہ ہدف ہوگا تو ایک دن ارشاد فرمایا کہ شمبھو دیال (دانش) میں تمھارے خیالات کی بلندی اور شستگی زبان کو بہت پسند کرتا ہوں لیکن جس شاعری میں تم اپنی جودت طبیعت اور ذہانت کو صرف کرتے ہو وہ محض بے کار اور بے فائدہ ہے۔ گل و بلبل کیا چیز ہے؟ زلفوں کو ادھر اُدھر کھینچنے کا کیا نتیجہ؟ ہاں اگر یہ دماغ سوزی ایسی شاعری میں کرو جس میں سچی باتیں ہوں تو ملک کو فائدہ پہنچے، سننے والا مستفید ہو اور تم بھی خوش ہو۔ غرضیکہ سرکار عالی جاہ نے شاعری سے متعلق ایسا پُر اثر لیکچر دیا کہ اسی وقت حضرت دانش کا رنگ طبیعت بدل گیا۔ پھر تو لالہ زار سخن میں ایسے ایسے اچھوتے گل کھلائے کہ جن کی نکہت دل کشا سے اہل سخن کے دل و دماغ معطر ہو گئے۔"

رئیس ممدوح نے خود اس کا اعتراف کیا ہے:

"ایک عرصہ ہوا، میں نے اپنے خیالات مصنف پر ظاہر کیے تھے۔ انکی چلتی پھرتی طبیعت اور شاعرانہ قابلیت نے فوراً اس نقص کو محسوس کر لیا اور پہلی نظم جو انھوں نے اس رنگ میں لکھی ہے وہ — وہ ہے جس کو کلیات دانش" میں "پرانی شاعری" کے نام سے منسوب کیا ہے۔۔۔۔۔۔ مجھ کو حقیقت میں اس بات کا فخر ہے کہ میری ریاست میں یہیں کا تعلیم و تلقین یافتہ ایک ایسے اوصاف کا شاعر موجود ہے۔ انھیں اوصاف پر نظر ڈالتے ہوئے میں نے اپنی سال گرہ کے موقع پر مصنف کو ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ اور آج اس پُراز مضمون کلیات کو پیش کرنے کے صلہ میں ان کو ایک خلعت عطا کیا جاتا ہے۔"

آفتاب کا پہلا دور ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۹ء تک کا ہے۔ یہ سلسلہ چار سال برقرار رہ کر سید محمد حسین رضوی (مدیر آفتاب) کی موت کے ساتھ ہی بند ہو گیا۔ ۱۹۲۰ء میں اس کا پھر احیاء و اجرا ہوا اور اس کے مدیر اس مرتبہ آغا شاہ عمر قزلباش ہوئے۔ "آفتاب" کا ڈوب کر اتنی مدت کے بعد پھر ابھرنا، رئیس مذکور کی مسلسل اردو پروری، سخن شناسی اور ادب نوازی کا ثبوت ہے۔ "کلیات دانش" پر نہ صرف صاحب کلیات کو نوازا گیا بلکہ اس کی کتابت و طباعت اور بعد میں اس کی جلد بندی کا اس قدر اہتمام کیا گیا کہ برسوں کے بعد آج بھی کلیات ظاہری و باطنی حیثیت سے دیدہ زیب، دلنظر فریب ہے، میرے کتب خانہ میں ہے اور میں اس سے کبھی کبھار بہ وقت فرصت محظوظ ہوتا رہتا ہوں۔ رسالہ "آفتاب" کے مکرر اجراء ۱۹۲۰ء کے قریب یا اس کے کچھ دنوں پہلے رئیس ممدوح کے ایماء سے ایک سہ ماہی رسالہ "شاعری کی کایا پلٹ" تلعہ معلی جھالرا پاٹن راجپوتانہ (یعنی جھالاواڑ) سے جاری ہوا تھا جس میں اس قسم کی نئے انداز کی شاعری چھپا کرتی تھی۔ جو مہاراجہ کو مرغوب تھی۔ مجھے اس رسالہ "شاعری کی کایا پلٹ" کا ایک ہی شمارہ دستیاب ہو سکا ہے۔ جس کا سرورق اور شروع کے اوراق پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کے مندرجات کا سرسری جائزہ اس موقع پر کافی ہوگا جس سے ظاہر ہو سکے گا کہ رئیس مذکور نے اپنی ریاست جھالاواڑ کی ادبی سرگرمیوں کو کس رنگ میں ڈھالا تھا:-

(۱) کتاب: از منشی شمبھو دیال دانش۔ (۲) فدا: از افسر الشعراء آغا شاعر قزلباش (۳) نقص عدم تعلیم نسواں، از صاحب زادہ محمد فیاض علی خاں فیاض (۴) اتحاد: از منشی پیارے لال رونق۔ (۵) ہماری حالت: از منشی وجیہہ الدین۔ (۶) علم: از مولوی محفوظ الرحمٰن یک رنگ۔ (۷) آپ اچھا تو جگ بھی اچھا: از مرزا رفیق بیگ تسلیم۔ (۸) دوست نادان دیال جان ہوتا ہے: از بابو طالب حسین طالب۔ (۹) علم: از حافظ محمد یسین شرر ___ وغیرہ وغیرہ۔

رئیس کی یہ دماغی کیفیت، اور ریاست کا یہ ادبی ماحول تھا جس کے پس منظر میں ہمیں "آفتاب" سے تعارف حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ اس میں طوالت سے کام لینا

پڑا۔ لیکن آفتاب کی اہمیت وخصوصیت اور کیفیت وکمیت کو سمجھنے کے لیے یہ سب کچھ بیان کرنا ضروری تھا۔ مجھے "آفتاب" کے پورے شمارے نہیں مل سکے۔ شاید اس وجہ سے بھی کہ اس واقعہ کو ساٹھ پینسٹھ سال کی مدت گزر گئی۔ اگرچہ یہ کوئی زیادہ طویل مدت نہیں ہے لیکن شاید دوسری وجہ زیادہ موثر ہے کہ اس دور کے اکثر و بیشتر انسان لقمۂ اجل ہو گئے پھر بیشتر آبادی پاکستان منتقل ہو گئی۔ سرکاری لائبریری اس رسالہ سے خالی ہے۔ بڑی تگ و دو کے بعد چند شمارے میرے کرمفرمائے خصوصی جناب عزیز الرحمٰن عزیز جہالاواڑی سے دستیاب ہوئے۔ اور وہی اس مضمون کا ماخذ ہیں۔

"آفتاب" کا اجرا ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ اور اس آب وتاب سے ہوا کہ ملک کے مشاہیر ادبا نے اس کی تعریف کی۔ جائزہ زبان اردو (مرتبہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ ۱۹۴۰ء) سے اس موقع پر دو خطوط پیش کرتا ہوں۔ جن سے "آفتاب" پر بخوبی روشنی پڑ سکے گی

ع ایں قصہ از زبان عزیزاں شنیدہ باد

(۱) شمس العلما مولوی الطاف حسین حالی:

مکرمی۔ رسالہ "آفتاب" کے دو نمبر پہنچے، ان کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ ان کو پڑھ کر بے انتہا مسرت حاصل ہوئی۔ کیوں کہ ہمارے رئیسوں کا اس طرف متوجہ ہونا اور ایسی لیاقت سے علمی مضامین لکھنا ہندوستان کے بھلے دن آنے کی دلیل ہے۔ بابو امبالال صاحب کا مضمون تعلیم پر اور آپ کا مضمون تعصب پر بہت عمدہ مضمون ہیں۔ خدا سے امید ہے کہ آفتاب ملک میں چمکے گا۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کامیاب ہوں۔ اور "آفتاب" کی روشنی تمام راجپوتانہ میں پھیلے

۱۸ اپریل ۱۹۰۶ء

(۲) شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی:

میں آپ کے محبت نامہ اور دو رسالوں کے عنایت ہونے کا شکریہ

ادا کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اگر "آفتاب" پر والیِ ریاست جھالاواڑ کی نظر التفات رہی تو وہ اقلیم سخن میں ویسا ہی درخشاں ہوگا جیسا کہ ہندستان میں سورج بنسیوں کا خاندان ہوا تھا۔ ۲۶ر اپریل سنہ ۱۹۰۶ء

(۳) ایک خط اور ---- چودھری خوشی محمد خاں صاحب بہادر ناظم مہتمم بندوبست کشمیر و وزیر لدّاخ:

"آفتاب" کا مسلک مجھے پسند ہے۔ اس میں بہت سے بیش قیمت اور مفید عام مضامین شائع ہوئے ہیں جو صرف لٹریری طراری نہیں۔ بلکہ معلومات مفید کے لحاظ سے بھی بہت قابل قدر ہیں ....

.... اور طلبا کے لیے بھی نہایت مفید ہیں۔ غزلیات کی نسبت جو سادہ نیچرل نظموں کا سلسلہ آپ نے ایجاد کیا ہے نہایت مفید ہے۔ غزلیات کے طوفان بدتمیزی سے لٹریچر کی کوئی خدمت نہیں ہوتی --- "

مفید معلومات، سائنس کے انکشافات۔ فطرت کے اسرار، اور مسائل حیات یہی سب کچھ "آفتاب" کی ترتیب و تزئین میں شامل ہیں۔ "آفتاب" کی "جلد اوّل ماہ فروری سنہ ۱۹۰۶ء نمبر اوّل" پیش نظر ہے۔ سائز ۲۲×۱۸/۸ ہے۔ مطبع مفید عام آگرہ میں بہ اہتمام محمد قادر علی صوفی چھپا ہے۔ سرورق کے چاروں طرف کا حاشیہ ایک خوبصورت بیل سے آراستہ ہے۔ اوپر کے حصہ میں چند پہاڑیوں اور درختوں کا منظر ہے جن میں سے طلوع ہوتا ہوا آفتاب اور پھیلتی ہوئی کرنیں بنائی گئی ہیں۔ اس حصہ کے تحت، بیل کے حاشیے اور دو محرابوں کے درمیان یہ خط نستعلیق "آفتاب" لکھا ہوا ہے۔ آفتاب کے ٹھیک نیچے جلد اوّل ماہ فروری سنہ ۱۹۰۶ء مرقوم ہے۔ اس کے نیچے کے حصے کو بھی حاشیے کی ایک خوبصورت بیل سے مزین کیا گیا ہے۔ "مضمون" اور اس کے لیے "صفحہ" درج ہے۔ اور نمبر مضمون اور صاحب مضمون کی تفصیل ہے اس طرح:

مضمون		صفحہ
مقاصد آفتاب	ایڈیٹر	۱

تعلیم نسواں	ٹھاکر امراؤ سنگھ صاحب ایڈیکانگ سری دربار	۵
سمندر	بابو مٹھن لال صاحب اکاؤنٹنٹ جنرل ریاست جھالاوار	۱۳
حصۂ نظم	....	۱۷
ناول	سب ایڈیٹر	۱

پھر دو لائینوں کا حاشیہ ڈال کر خوب صورت بیل سے مزین کرکے درمیانی حصہ میں لکھا ہوا ہے۔

ایڈیٹر و پرائیٹر سید محمد حسین رضوی
سب ایڈیٹر پنڈت پرشوتم لال شرما

اس کے نیچے ایک سطر کی جگہ خالی ہے۔ اور اس میں مطبع کا نام لکھا ہے جس کا ذکر میں نے اوپر کر دیا ہے۔ سر ورق کا کاغذ معمولی ہے لیکن رنگین ہے اس کا دوسرا صفحہ خالی ہے اور تیسرا یعنی چوتھے صفحہ پر جو رسالہ کا آخری اور پچھلا اوپر کا حصہ ہے دستور العمل لکھا ہوا اور وہ یہ ہے

۷۸۶
دستور العمل

۱۔ یہ انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں جھالرا پاٹن (راجپوتانہ) سے شائع ہوا کرے گا۔

۲۔ اس کی قیمت عام شائقین سے عہ رسالانہ طلبا سے عہ سالانہ ہوگی۔

۳۔ خریداران کی خدمت میں پہلا پرچہ وی۔پی۔ سے روانہ کیا جائے گا۔

۴۔ اس کے مضامین اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور تاریخی ہوا کریں گے۔ پالیٹکس سے اس میں قطعاً بحث نہ ہوگی۔ اس میں کسی معقول انگریزی ناول کا ترجمہ ہوگا اور ایک حصہ نظم کے لیے وقف ہوگا۔

۵۔ جن حضرات کی خدمت میں یہ پرچہ بلاقیمت روانہ کیا جائے گا ان کو قیمت کا کبھی تقاضہ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ بطور امداد کچھ عطا فرمانا چاہیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

۶۔ جو صاحب پانچ یا اس سے زیادہ خریدار بہم پہنچائیں گے ان کی خدمت میں یہ پرچہ ایک سال تک مفت روانہ کیا جائے گا۔

۷۔ جملہ خط و کتابت، منیجر پرچہ ہذا کے نام سے ہونا چاہیے۔ جواب کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کی ضرورت نہیں ہے

(دستخط) سید محمد حسین رضوی
ایڈیٹر۔ پروپرائٹر

"مقاصد آفتاب" کے عنوان سے مدیر سید محمد حسین رضوی نے چار صفحات کا ایک مضمون قلمبند کیا ہے۔ جس میں "آفتاب" کے اجرا کا محرک "حضور پُر نور خداوند نعمت راج رانا سری بھوانی سنگھ جی صاحب والی ریاست جھالاواڑ ایدقرار" کو بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ "اگر چند اور ایسی ذات قدسیہ موجود ہوں تو پھر اس ملک کے بھلے دن آنے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے"۔ اگلے پیرے گراف میں درج ہے کہ "زبان اردو ایک ایسی زبان ہے کہ وہ کشمیر سے راس کماری اور کراچی سے رنگون تک سمجھی جا سکتی ہے۔ اور اس کا بولنے والا ہر حصہ ہندوستان میں اچھی طرح سے اپنا اظہار مطلب کر سکتا ہے.... اگر زبان اردو ہندوستان سے جاتی رہی، تو ہندوستانیوں کے ہاتھ سے یگانگت اور شیر و شکر ہونے کا بڑا ذریعہ جاتا رہے گا..... ہم کو یعنی ہندو اور مسلمان دونوں کو متفقہ کوشش سے اس زبان کی خدمت کرنی چاہیے۔ اس زبان کی اشاعت سے غفلت کرنا اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہی نہیں ہے بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی ہلاکت میں ڈالنا ہے ــــ اس کے علم و ادب کو جو درجہ کمال پہنچ چکا ہے۔ اعلیٰ درجہ، کمال تک پہنچ جانا چاہیے۔ اور اس میں علوم جدیدہ کے خزائن منتقل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ تاکہ یہ زبان بہمہ وجوہ مکمل ہو جائے۔ مندرجہ بالا وجوہات پر غور کر کے حسب ایما رخداوند نعمت سری مہاراج رانا صاحب بہادر والی جھالاواڑ یہ ماہوای

رسالہ "آفتاب" نکلنے کا قصد کیا گیا ہے۔ اس کے مقاصد یہ ہیں کہ زبان اردو کی ترقی و اشاعت میں کوشش کی جائے۔ اس میں علوم جدیدہ کے خزائن منتقل کیے جائیں تاکہ اس کو ایک علمی زبان کہہ سکیں۔ اور اردو داں پبلک کے اخلاقی، تمدنی، معاشرتی حالتوں سے بھی بحث کی جائے تاکہ جو نقائص سوسائٹی میں موجود ہوں اس کی کچھ اصلاح ہو سکے۔ پالٹیکس سے اس رسالہ میں قطعاً بحث نہ ہوگی ——— آخیر میں مدیر نے التجا کی ہے کہ ملک کے روشن دماغ اہل قلم ہمارا ہاتھ بٹائیں اور اپنے پرزور قلم سے ہماری مدد کریں۔ کیوں کہ ایسا کرنا حقیقت میں اپنی مدد آپ کرنا ہے۔ اور پھر یہ دعا کی ہے کہ یہ رسالہ حقیقت میں آفتاب علم بن کر جہالت کی تاریکی کا دور کرنے والا ثابت ہو اور جس سورج بنسی ذات مقدس کی نسبت سے اس پرچہ کا تسمیہ کیا گیا ہے۔ اس کے سر پر دولت و اقبال کا آفتاب ہمیشہ تاباں رہے۔

اس میں دوسرا مضمون "تعلیم نسواں" ٹھاکر امراؤ سنگھ ایڈیکانگ سری دربار کا شامل ہے۔ "سمندر" اس سے اگلا مضمون ہے۔ جو بابو مٹھن لال صاحب ایکاؤنٹنٹ جنرل ریاست جھالاواڑ کا ہے اور اس میں شک نہیں کہ بڑا مفید اور معلوماتی مضمون ہے "کونفیڈنشل کا غذات کی چوری" کے عنوان سے ناول کا ترجمہ شروع ہوا ہے جو پنڈت پرشوتم لال شرما سب ایڈیٹر کا مترجمہ ہے، یہ صفحہ ۲۴ کے بعد صفحہ ۲۵ سے شروع ہونا چاہیے۔ لیکن صفحہ ۱ سے شروع کرنے کا مقصد غالباً یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی حیثیت جداگانہ ہی رہے۔ اسے شروع کرنے سے پہلے یہ شعر لکھا گیا ہے ؎

اور سب قصّوں کو سن کر آدمی سو جائے ہے
پر میری وہ داستاں ہے، خواب، خواب ہو جائے ہے

حصۂ نظم میں مبارک باد کا ایک طرحی مشاعرہ ہے۔ جو رئیس ممدوح کی سال گرہ کے موقع پر منعقد ہوا تھا۔ جس کا مصرع تھا:

ع "آسماں تک غلغلہ پہنچا مبارکباد کا"

مہاراج نے اس مشاعرہ میں ایسی دل چسپی لی کہ پھر یہ سلسلہ سرکاری طور پر شروع ہو گیا۔ اس میں شامل ہونے والے متعلقین و متوسلین ریاست ہیں۔ یہاں صرف ان کے نام اور

تخلص درج کر رہا ہوں اس خیال سے کہ خود اردو کے دربار میں اس کی آرائش و زیبائش کرنے کے لیے ہندو مسلمان سبھی زانو بہ زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کسی ایک فرقے یا طبقے کی زبان نہیں بلکہ اس کی آبیاری سبھی نے کی ہے:

۱۔منشی محمد امیر خاں امیر، ۲۔اصغر علی اصغر، ۳۔منشی نظام الدین اودیا، ۴۔منشی گنیش رام برہمن، ۵۔منشی عمر حیات حیات، ۶۔منشی شمبھو دیال دانش، ۷۔سید محمد حسین رضوی رسالہ (مدیر رسالہ)، ۸۔سراج الرحمن سراج، ۹۔حکیم عبدالصمد شوق، ۱۰۔منشی جگن ناتھ شاد، ۱۱۔حافظ محمد لیسین شرر، ۱۲۔منشی شرف الرحمن شرف، ۱۳۔عابد حسین عابد، ۱۴۔منشی عزیز الرحمن عزیز، ۱۵۔عبدالغفور غفور، ۱۶۔منشی مشرف علی فطرت، ۱۷۔منشی رام سروپ گویا، ۱۸۔گیندا خاں گیندا، ۱۹۔منشی مقبول احمد مقبول، ۲۰۔منشی اجلال احمد نوید، ۲۱۔ مولوی عبدالوحید نیرنگ، ۲۲۔محمد لٹور خاں نیم، ۲۳۔سید واجد حسین واحد، ۲۴۔ ہاشم علی ہاشم۔ کچھ شعراء کے اشعار خیال آفریں اور معنی انگیز ہیں ؎

مست وبے خود ہوگئے قرطاس پر حرف و نقاط
ہے صریر کلک بھی نغمہ مبارک باد کا (امیر)

کشت امید و مسرت ہوگئی دم بھر میں سبز
مینھ جب آفاق میں برسا مبارک باد کا (اصغر)

چرخ اخضر آستانہ پر جھکا تسلیم کو
شاہ خاور نے کیا مجرا مبارک باد کا (حیات)

آج بوڑھوں کے بھی دل میں جوش پیدا ہوگیا
چرخ بھی گانے لگا، نغمہ مبارک باد کا (دانش)

لائے غنچے مٹھیاں بھر بھر کے زر بہر نثار
بلبلوں نے راگ جب چھیڑا مبارک باد کا (رسا)

ہر گرہ سے یا خدا رشتہ مسرت کا رہے
ہر برس ہوتا رہے جلسا مبارک باد کا (سراج)

ہے گمانِ مہرومہ، ہر دائرہ پر حرف کے
نور کا بقعہ ہے ہر نقشہ مبارک باد کا (شوق)

غنچے گھنگرو بن گئے، رقاص ہیں طاؤس کبک
کوکنا کوئل کا ہے، نغمہ مبارک باد کا (غفور)

کردیا معمار قدرت نے ہر اک راہ غم کا بند
اور کھلا رکھا ہے دروازا مبارک باد کا (فطرت)

بن گیا چشم تماشا دیکھ کر سامان عیش
دائرہ بھی نوک خامہ سے جو نکلا صاد کا (مقبول)

نقش تھا دل پر خیال ایسا مبارک باد کا
خواب ہم نے رات بھر دیکھا مبارک باد کا | مولوی
ہم نمک خواروں پہ اے نیرنگ دونوں فرض ہیں | عبدالوحید
حاضری دربار کی — دینا مبارک باد کا | نیرنگ

ماہ مئی ۱۹۱۰ء کے شمارہ کے سرورق کا شروع صفحہ اسی انداز کا ہے۔ دستور العمل اب صفحہ ۲ پر ہے۔ سرورق کے صفحہ ۳ پر استقرار حمل کا ایک اشتہار نہایت سنجیدہ الفاظ میں دوا کے مفت تقسیم کرنے کے بابت ہے، صرف ایک آنے کا ٹکٹ بھیجنے پر دوا مع طریقۂ استعمال مفت بھیجی جاسکتی تھی۔ یہ آدھے صفحہ پر ہے۔ باقی آدھے صفحہ پر "نوٹس" ہے اس کے تحت چار سطری عبارت پھر شرح چھپائی اشتہارات ہے۔ سرورق کے چوتھے صفحہ پر جو اس شمارہ کا پچھلا اور بیرونی صفحہ ہے۔ دو کتابوں کے اشتہارات ہیں "ڈراما پر ایک دقیق نظر" از فاضل ہیڈ ماسٹر اور لائق ایڈیٹر سید محمد حسین رضوی قیمت ۸ر)۔ دوسری کتاب "اقبال ٹھگ" کا اشتہار ہے۔ جو فاضل کرنل میڈوز ٹیلر کے مشہور ناول "کنفیشن آف اے ٹھگ" کا بامحاورہ اور دلچسپ اردو ترجمہ ہے۔ مترجم ہیں قابلِ تعظیم سب ایڈیٹر پنڈت پرشوتم لال۔ قیمت ۳ روپے

اس شمارہ کے مضامین کی فہرست یہ ہے:

۱۔ معدنیات میں جان، ۲۔ اہرام مصری، ۳۔ ورزش، ۴۔ ناول ۔۔۔ معدنیات میں جان" شروع کرنے سے پہلے مدیر کا یہ نوٹ درج ہے، " بندگان حضور سری دربار مہاراج رانا بھوانی سنگھ جی بہادر والیٔ ریاست جھالاواڑ نے مضمون مندرجہ ذیل زبان انگریزی میں راجپوتانہ لٹریری انسٹی ٹیوٹ کے واسطے تحریر فرمایا تھا۔ ہمیں یہ مضمون ٹھاکر امراؤ سنگھ صاحب اڈیکانگ کی توجہ سے میسر آگیا۔ ناظرین "آفتاب" کے لیے مضمون مذکور کا ترجمہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔ یقین ہے کہ یہ علمی مضمون بہ نظر استحسان دیکھا جائے گا ۔۔۔ یہ بڑا معلوماتی اور علمی مضمون ہے۔ چند ذیلی عنوانات ملاحظہ ہوں۔ حیوانات اور معدنیات پر تکان کا اثر ۔۔۔ معدنیات کو نیند بھی آسکتی ہے ۔۔۔ سردی اور گرمی کا اثر ۔۔۔ معدنیات پر محرک اور مخدر اشیا کا عجیب اثر ۔۔۔ معدنیات پر زہر کا اثر ہوتا ہے ۔۔۔ "اہرام مصری" منشی محمد نبی خاں کا بہترین تاریخی مضمون ہے، " ورزش" ٹھاکر امراؤ سنگھ کا مضمون ہے۔ جو خود بھی ورزشی انسان تھے اور کئی پہلوانوں کو بھی ان کی سرپرستی حاصل تھی۔ حسب ذیل ورزشوں پر اس مضمون میں معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں :

بیٹھک۔ ڈنڈ۔ مگدر۔ ملکھم۔ لیزم۔ ہنلا کشتی۔ بیلی صاحب اور سینڈو صاحب کا ضمنی ذکر موجود ہے۔ پٹہ۔ لکڑی۔ بنہیٹی۔ بنوٹ وغیرہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

ماہ جون ۱۹۰۶ء کے شمارۂ آفتاب کے مضامین حسب ذیل ہیں۔

آفتاب اور اس کی کرنیں ۔۔۔ خان بہادر شمس العلما مولانا مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی

حرارت آفتاب	نظام آن آگرہ
سیتا جی	مولوی محمد نبی خاں صاحب منشی فاضل مدرس مڈل اسکول رامپور
تنقید	اڈیٹر
حصہ نظم	
ناول	

ناول " اچھے پھنسے" جڑاؤ تاج کی چوری کا مقدمہ شروع ہوا ہے۔ اس شمارہ

ے صفحات کے سلسلے کو ترک کرکے ناول کو صفحہ ۱ سے شروع کیا ہے۔ حصۂ نظم شروع کرنے سے پہلے یہ نوٹ درج ہے ——— "بعض احباب اور بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ بجائے عشقیہ غزلیں لکھنے کے چھوٹی چھوٹی نصیحت آمیز حکایات کا نظم کرنا، انجام کار زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اور ملک کو اس قسم کی نظموں کی زیادہ ضرورت ہے۔ ان کے خیال میں ایسپ فیبل (حکایات لقمانی) سب سے بہتر کتاب ہے، لہٰذا اس کی ایک حکایت کا ترجمہ کرکے ناظرین آفتاب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایشیائی شاعری کی خوبیوں سے عاری ہے مگر کیا عجب کہ اس کا مفید ہونا اس کمی کی تلافی کردے۔ اس کی مثال اس غذا کی سی ہے جو محض زبان کا ذائقہ درست کرنے کے لیے چٹپٹی نہیں بنائی گئی

مقصد یہ ہے کہ نثر و نظم دونوں میں "آفتاب" کی افادیت و مقصدیت کو اور زیادہ موثر کیا جارہا ہے۔ تاہم اس میں کچھ غزلیں بھی شامل ہیں۔ ان کے چند دل کش اشعار ؎

ہر جرم کی وہ ہاتھ سے خود دیتے ہیں تعویذ — اللہ رے مقدر میری تقصیر و خطا کا
(دانش)

سورج نکل آنے کا مجھے ہوتا ہے دھوکا — چمکا تو شب وصل نہ مو باف زری کا
(شوق)

لہو کے ساتھ ٹکڑے ہیں جگر کے — یہ چشم خوں فشاں اب گل فشاں ہے
(عمر حیات حیات)

مسّی سے رتبۂ دنداں ہوا کم — کہ اب میرے یہ نیلم کا گماں ہوتا ہے
(منشی جگن ناتھ شاد)

وہ خود ہیں اضطراب دل سے آگاہ — کہ ان کا دل ہمارا راز داں ہے
(حافظ محمد یٰسین ثمر)

وہ بہر فاتحہ اس وقت آئے — نہ جب تربت، نہ تربت کا نشاں ہے
(واجد)

تمنائیں تڑپتی ہیں ہمــا ری   مسیحائی تمھاری اب کہاں ہے؟

(منشی محمد حیات درد)

دسمبر ۱۹۰۹ء کے شمارہ کے مضامین ہیں ـــــ بقیہ مضمون جنوں ـ انا یڈیٹر روشنی ـ از نظام آف آگرہ ـ حصہ نظم ـ ناول ـ حصہ نظم میں دو حکایات نقمان ہیں ـ ایک فطرت جھالا واڑی نے نظم کی ہے، دوسری دانش جھالا واڑی نے ـــ دو غزلیں ہیں ـ ان کا ایک ایک شعر ملاحظہ کیجئے ؎

ذرا دیکھیں تو ہم بھی حد جفاؤں کی کہاں تک ہے

ہماری زندگی تو بس تمہارے امتحاں تک ہے

(محمد عبد اللہ خاں فضا حیدر آبادی تلمیذ داغ دہلوی)

آنکھوں سے بہہ رہے ہیں آنسو نکل نکل کر   یہ طفل کر رہے رسوا مچل مچل کر

(حکیم عبد الصمد شوق)

جنوری ۱۹۱۰ء سے جلد دوئم شروع ہوتی ہے، سر ورق کے صفحہ ۲ پر اشتہار درج ہے اس کی کچھ سطریں ملاحظہ ہوں ـــــ پرچہ کی رعنائی اور دلفریبی بڑھانے کے لیے سال آیندہ سے ہم نے خاص اہتمام کیا ہے ـ سر ورق نہایت آب و تاب کے ساتھ زر کثیر صرف کرکے سکاٹ لینڈ سے تیار کرایا ہے ـ پرچہ کا کاغذ بھی آیندہ سے آئیوری فینیشن ہوگا ـ اعلیٰ مضامین بہم پہنچانے کے لیے ملک کے زبردست اہل قلم سے خاص طور پر استدعا کی گئی ہے ـــ چونکہ سرورق دوسری ولایت میں تیار کرایا گیا ہے اس وجہ سے ہم کو اندیشہ ہے کہ پہلا پرچہ وقت پر شائع نہ ہو سکے گا ـ آخر فروری یا وسط مارچ تک پہلا پرچہ روانہ ہو سکے گا ـ دوسرا نمبر آخر مارچ میں شائع ہوگا ـ اس کے بعد غالباً ہر پرچہ وقت پر نکل سکے گا ـ

اس شمارہ کے مضامین ہیں ـــ "سمندر کے سفر کے خطرات" بڑا معلوماتی مضمون ہے ـ جو ـــــ حضور فیض گنجور ہز ہائی نس مہاراج رانا صاحب بہادر والیٔ ریاست جھالا واڑ" کا لکھا ہوا ہے ـ دوسرا مضمون "خود اک" ہے ـ جو ایڈیٹر کا لکھا ہوا ہے ـ بڑا ٹھوس اور مفید مضمون ہے ـ حصہ نظم میں دانش جھالا واڑی اور فطرت جھالا واڑی کی ایک ایک منظوم

حکایت لقمان ہے۔ سب ایڈیٹر پنڈت پرشوتم لال شرما کا مترجمہ ناول اس شمارے میں سلسلہ سے چل رہا ہے ـــــ اس کے بعد اگست ۱۹۰۷ء تک کے شمارے عدم دستیاب ہیں۔ ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء کا شمارہ کئی جگہ سے پھٹا ہوا ہے۔ شروع کے دو تین اوراق غائب ہیں۔ اس کا پہلا مضمون غالباً ـــ فرض ـــ فرض شناسی یا پابندی فرائض قسم کے کسی عنوان کے تحت لکھا گیا ہے کیونکہ صفحہ ۱۸ تک یہی مضمون انھیں خیالات پر پھیلا ہوا ہے۔ صاحب مضمون ہیں سلطان احمد میاں والی پنجاب " عرب کے ایام جاہلیت کی شاعری " الشہدی کا دوسرا مضمون ہے" آفتاب علم کا عدم " ایک نامکمل مضمون ہے۔ جس کا بقیہ آیندہ شمارہ میں چھاپے جانے کا حوالہ ہے نظام آف آگرہ نے یہ مضمون لکھا ہے۔ آخیر میں ایک ترکیب بند ہے جو ولیم کوپر کی مشہور نظم" ماں کی تصویر پہنچنے پر شاعر کے خیالات " کا ترجمہ ہے۔

اگلا شمارہ جلد دویم ماہ اکتوبر ۱۹۰۷ء نمبر ۹ پیش نظر ہے ، ستمبر کا شمارہ بلکہ اس سے قبل کے کئی مہینے سے" آفتاب "اب مطبع احمدی علی گڑھ میں چھپنے لگ گیا ہے۔ سرورق اب سادہ ہو گیا ہے۔ نہ حاشیہ رہا ہے نہ حاشیہ کی بیل۔ اندر کے صفحہ ۲ پر وہی "ڈراما پر ایک دقیق نظر" اور" اقبال ٹھمک " کے اشتہارات ہیں۔ سرورق کے صفحہ ۳ پر دستورالعمل ہے۔ وہی سات امور جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ صفحہ ۴ پر جو شمارہ کا پچھلا اوپری صفحہ ہے" نوٹس " کے تحت شرح چھپائی اشتہارات درج ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سرورق کے چاروں صفحات کے نمبر، شمارہ کے نمبر صفحات سے جدا گانہ دیئے جاتے ہیں۔ اکتوبر کے شمارہ میں پروپرائٹر اور ایڈیٹر سید محمد حسین رضوی درج ہیں۔ سب ایڈیٹر کا نام غائب ہے مندرجات یہ ہیں ـــــ مسئلہ ارتقا (ایڈیٹر) گوشت خوری (مولوی محمد نبی خاں ـــــ راج رانا ظالم سنگھ۔ (ایڈیٹر)۔ غزلیات فارسی (حضرت فاروق نعمانی مدظلہٗ) خدا اور اس کے نور کی مثال (آغا شاعر قزلباش دہلوی) لارڈ بیلے (ایڈیٹر)

سب ایڈیٹر پنڈت پرشوتم لال کا نام اس شمارہ بلکہ اس سے قبل کے نہ جانے کس شمارہ سے غائب ہے۔ چنانچہ ناول کا سلسلہ اس شمارہ میں نہیں ہے۔ اس سے پہلے خدا جانے کب ختم ہو گیا ـــ" جائزہ زبان اردو " کے بقول۔ بیسوی صدی کے عشرۂ اول میں

آفتاب کی زندگی چار سال تک رہی۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۰۹ء تک۔ مجھے ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۹ء کا کوئی بھی شمارہ دستیاب نہ ہو سکا۔ تاہم جو کچھ شمارے میسر آئے اور جن کا تعارف اوپر کر دیا گیا۔ ان سے واضح ہے کہ آفتاب زندگی کی حرارتوں، ذہن کی تابناکیوں اور علم کی تابناکیوں کا حامل تھا۔ ٹھوس مضامین۔ وقیع معلومات، تعمیری نظمیں اور مقصدی تحریریں۔ میں نے ابتدائی مضمون میں رئیس کے دماغی ماحول کا جو جائزہ پیش کیا ہے، "آفتاب" عین اس کے مطابق تھا۔ رئیس مذکور کے جو مضامین آفتاب کے شماروں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے وہ خود بڑے تحقیقی، علمی، سائنسی، مفید اور موثر ہیں۔ اپنے یہاں کے اہل قلم سے بھی وہ اسی قسم کے عنوانات و موضوعات پر اظہار خیالات چاہتے تھے۔ ملک کے دیگر معتقد حضرات نے بھی، وقیع مضامین کے ساتھ ہی "آفتاب" میں شمولیت کی ہے۔ شعر و نظم میں بھی یہی جھلک ہے۔ آفتاب کے حصۂ نظم کی بیشتر نظمیں افادیت و مقصدیت سے معمور ہیں۔ "آفتاب" کو مکمل طور پر اور بہترین طریقے سے سمجھانے کے لیے ہی میں نے آغاز مضمون میں جھالاواڑ کے رئیس اور ریاست کے ماحول کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ کوئی شمارہ ۳۲ صفحات سے زاید نہ تھا۔ لیکن مندرجات و مشتملات کے لحاظ سے یہ رسالہ اپنی مثال آپ تھا۔ آج سے ستر سال قبل کا یہ ماحول، اردو ادب کے لیے یقیناً باعث افتخار ہے، اس زمانہ میں ایسے معلوماتی اور تحقیقی مضامین کے رسالے اردو میں بہت کم ہیں۔

آفتاب کا مکرر اجرا | جنوری ۱۹۲۰ء سے "آفتاب" پھر جاری کیا گیا۔ اس مرتبہ اس کے مدیر ملک کے مشہور ادیب و شاعر افسر الشعرا آغا شاعر قزلباش دہلوی مقرر کیے گئے ہیں۔ میرے پاس اس دفعہ کے صرف دو شمارے ہیں ایک فروری ۱۹۲۰ء کا۔ دوسرا مارچ ۱۹۲۰ء کا۔ یعنی اس مرتبہ "آفتاب" زیادہ مدت تک ضو پاش رہا۔ تاہم آپ انھیں دو شماروں سے روشنی حاصل کیجیے۔

سائز وہی پرانا۔ فروری ۱۹۲۱ء کا شمارہ سنٹرل پریس جھالاواڑ میں چھپا ہے۔ کتابت طباعت عمدہ۔ کاغذ اور روشنائی دیدہ زیب۔ شاعر صاحب کی ادارت میں اس پر شاعرانہ و ادیبانہ رنگ چڑھ گیا ہے۔ مثلاً سرورق پر "آفتاب" کے تحت لکھا ہوا ہے "ادبی شعاعوں کا

دل کش منظر" ملک کے سربرآوردہ اہل قلم کا ماہوار دماغی ذخیرہ" "بہ سرپرستی مجسم ابثار، معاون علم و فضل ہنر پائی نیس سری مہاراج راناجوانی سنگھ بہادر والی جھالاواڑ دام اقبالہ" ____ مقام اشاعت کے تحت پہلے دور کے آفتاب میں سیدھی سادی بات لکھی رہتی تھی ____ یعنی مقام اشاعت دفتر جھالاواڑ (راجپوتانہ) اب اور ہی آب و تاب ہے۔ لکھا ہوا ہے۔ مقام اشاعت، دفتر آفتاب قلعہ متلی جھالرا پاٹن ــ (جھالاواڑ) شاعر صاحب کی ادارت میں یہ ضیا افروز اضافہ ہوا ہے کہ انھوں نے "پہلی کرن" کے مستقل عنوان سے اداریہ سپرد قلم کرنا شروع کر دیا ہے۔ مندرجات کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) پہلی کرن	ڈیرہ دون یا باغ جنت از ــ ایڈیٹر
(۲) جوتی اور بارش کا خطرہ	بنکم چیٹر جی کا خیال اردو زبان میں
(۳) ماں	ابوعزیز مولوی حکیم غلام غوث صاحب بھاولپوری
(۴) ماتا ہری	ماخوذ از لندن۔ سید منیر حسن صاحب مالک مطبع یوسفی دلی
(۵) سب میرین	سری حضور دام اقبالہ
(۶) دھوپ چھاؤں	سید وزارت علی کیمپ گڑگانوہ)
(۷) قند پارسی	قطعہ نظامی

حصۂ نظم

(۸) مغربی پھول	نواب شمشیر بہادر اخگر
(۹) نکات شیکسپیر	تلوک چند محروم
(۱۰) مشرقی گل بوٹے	سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد
(۱۱) نقد مستحق	منیر حسن صاحب۔ مالک مطبع یوسفی دلی
(۱۲) غزل	حضرات رونق دہلوی، مولوی عبدالقیوم شفق امروہہ، جناب افسر امروہی، سید قادر محی الدین، سلیم حیدرآبادی، جناب ایاتم جبروتی میرٹھی، ، نلانہ دہلوی۔

(۱۳) رباعیات　　　　سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد

(۱۴) نوروز عالم افروز　　　　منشی چند دلال ناظر

بہ الفاظ دیگر اس دور ثانی میں ــــ دس سال بعد مدیر بھی بدل گیا اور ساتھ ہی معاون اہل قلم بھی بدل گئے۔ قطعاً نئی بساط بچھ گئی۔

مارچ ۱۹۲۷ء کے شمارہ کا سرورق غائب ہے، معلوم نہیں کس پریس میں چھپا ہے "آفتاب" روشن اور واضح انداز میں بڑے موٹے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اور اس کے بائیں گوشے میں آفتاب کی تصویر ہے (انسانی چہرہ نکلتی ہوئی کرنیں) نیچے جلد آٹھ نمبر ا بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء لکھا ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سلسلہ اشاعت برابر چلا آرہا ہے۔ "عید نوروز اور میٹھی عید" پہلا مضمون ہے، اس کے دوسرے پیراگراف میں یہ درج ہے ــــ "حسن اتفاق سے برسوں کے بچھڑے ہوئے ناظرین "آفتاب" سے بھی میں انھیں دنوں میں مصافحہ کرتا ہوں۔ عید مبارک، مبارکباد۔ یہ آواز بن صفحہ زمین سے بلند ہو ہو کر بالائے اعلیٰ تک جارہی ہیں شکر اللہ تعالیٰ ــــ ان سطروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدیر "آفتاب" ناظرین سے بچھڑ گئے تھے لیکن کب اور کیوں؟ یہ معلوم نہ ہوسکا۔ "عید مسلمین کی نوعیت" پر اظہار خیال کرتے ہوئے جناب شاعر نے ایک نظم لکھی ہے، کچھ اشعار قابل توجہ ہیں ؎

جب لباس اچھے سے اچھا تجھے قدرت بخشے　　　اک نظر دیکھ انھیں جو ہیں لگائے چیتھڑے
تجھ کو جس وقت میسر ہو سکوں و آرام　　　اپنے ہمسائے کی تکلیف کا احساس کرے
نرم بستر پہ جب آرام سے نیند آتی ہو　　　رو بہ رہ خاک نشینوں کا بھی کچھ دھیان کرے
یہ مساوات ہے اور اس کی ہی تاکید ہے یہ　　　دو سرا دل ہو اگر شاد ــ بڑی عید ہے یہ

"میخانہ درد" صفحہ ۳ کے نچلے حصے کا اشتہار ہے جو خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کے متعلق ہے، اشتہار کے شروع میں یہ شعر درج ہے ؎

بادہ در جوش است و رندان منتظر　　　ساقیا، خذ ما صفا، دع ما کدر

صفحہ ۸ پر موازنہ ہے، رباعیات عمر خیام مترجمہ آفاقی شورش سے خود آغا شاعر نے اپنی مترجمہ رباعیات کا موازنہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے لکھا ہے ــــ "صاحبان

ذوق پر فرض ہے کہ اصل آفاقی شورش اور آغائی ترجمہ ایک سے ایک کا نظر غائر سے مقابلہ کریں۔ اور انصاف دیں"۔۔۔ آٹھ رباعیات کا موازنہ کیا گیا ہے۔ یہاں صرف ایک رباعی درج کی جاتی ہے ؎

گر مے نہ خوری طعنہ مزن مستاں را — گر دست دہد، توبہ کنم یزداں را
تو فخر بدیں کنی کہ من مے نہ خورم — صد کار کنی کہ مے غلام است آں را

حکیم خیام

میکش تو نہیں تو طعن، مستوں پہ نہ کر — ممکن ہے کھلا ہوا ہو تو یہ کا بھی در
کیا فخر ہے اس پر کہ نہیں تو مے خوار — سو عیب ہیں مے کشی سے تجھ میں بدتر

آفاقی ترجمہ

طعنہ نہ دے مستوں کو جو ہے مے سے حذر — ہم تو یہ بھی کرلیں گے مشیت ہے اگر
ہے فخر یہی نا کہ تو مے خوار نہیں — سو عیب ہیں اور مے سے بھی بدتر بدتر

آغائی ترجمہ

"ہم ہندوستانیوں کا کوئی لباس نہیں" نواب سید نصیر حسین صاحب خیال معتمد سرکار نظام کا مضمون ہے۔ جو ہندوستانیوں کے لباس کے متعلق بڑا معلوماتی، تحقیقی اور تاریخی مضمون ہے۔ "غیر آریہ" زمانہ سے مضمون شروع کر کے موجودہ زمانہ تک کے لباس سے بحث کی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ موضوع کا حق ادا کر دیا ہے ۔۔۔ مدیر نے "پہلی کرن" میں حضرات گرامی، اقبال اور حسرت کا تعارف کرتے ہوئے جناب گرامی کی اس غزل کی تشریح بڑی تعریف و توصیف سے کی ہے ؎

بکوشش غیر را پنہاں نگہ بے برمن است

بلا را مرحبا گفتم کہ دشمن، دشمن است

حیا نگذاشت کز وصل خودم مے در قدح ریزد

فریب شرم را، خونِ وفا، در گردن است

نمیدانم کہ دامن را بست آں بند قبا یا رب!

کہ چاک جیبِ صبرم خود بخود تا دامن است

ز حیرت جوششِ شوق جنوں فرما، ندانستم
کہ دامانم گریباں یا گریباں دامن است
گرامی رشکِ گل در صحن گلشن جلوہ ریز آمد
کہ بلبل از رگِ گل خار در پیراہن است

بہ سلسلۂ مضمون اہل زبان کے اس شعر کا ؎
محبّت ایں چنیں، عاشق نوازی ایں چنیں باید   زری کشتی، شکستی، سوختی، انداختی، رفتی
اور گرامی کے اس شعر کا، مخلصانہ ذکر کیا ہے ؎
ہر ذراں در ہزاراں جان و دل افتادہ در روایت
بسے اندر رختی رفتی، بسے اندر ختی، رفتی

"گلبن" عنوان کے تحت، مندرجہ غزلوں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎
کسی کی مشقِ تغافل کا جب کمال ہوا   لب خموش بھی آمادۂ سوال ہوا
(حضرت وحشت کلکتوی)

دم آنکھوں میں اٹکا ہے خدا کے لیے آؤ   پھر نہ یہ گلہ ہو، مرا رستا نہیں دیکھا
(حضرت آغا شاعر)

درد دل سامنے ان کے نہ ہوا مجھ سے بیاں   حرف جو منھ سے نکلتے ہیں وہ کٹ جاتے ہیں
(حضرت سائل دہلوی)

ابرو کی بیت بول اٹھی رو کے یار سے   مصرع پہ اور مصرع برجستہ ضم ہوا
(حضرت پیکاں دہلوی)

ماجہ بھوانی سنگھ، جو علم و فن کے قدر داں، اور ہمہ جہت و ہمہ رنگ رئیس تھے۔،
"آفتاب" کے پیکر میں برابر نور پاش رہے، ان کی اپنی ریاست و سیاست کی کامیابی اس حیثیت سے سمجھیے کہ اب تک راجگان جھالاواڑ۔ راج رانا خطاب سے مشرف تھے، انھیں "مہاراج رانا" کا خطاب سرکار انگلشیہ سے عطا ہوا، خود انھوں نے بھی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، اپنی ریاست کے چمکدار ستاروں کو، خلعت و خطاب سے نوازا —

ان کے بعد ان کے ولی عہد (فرزند ارجمند) (مہاراج رانا) راجیندر سنگھ محمور، مسند آرائے ریاست ہوئے۔ انھوں نے بھی اردو کی طرف التفات قائم رکھا، راجہ بھوانی سنگھ سخن فہم تھے، سخنور نہ تھے، رجیندر سنگھ، محمور، اردو میں۔ اور سدھاکر ہندی میں تخلص کرتے تھے۔ مولوی عبدالوحید نیرنگ مرحوم کا دیوان، سرمایۂ انتخاب نیرنگ" جو راجہ بھوانی سنگھ نے پریس میں بھیج دیا تھا، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ انھوں نے اشاعت کی منزلوں تک پہنچایا اور اپنے نام ڈیڈیکیشن بھی منظور فرمایا۔" انجمن راجیندر" انھیں کے نام سے موسوم ہو کر قائم ہوئی۔ اور بہت دنوں تک مشاعروں کی شکل میں ادبی خدمت انجام دیتی رہی، یہ شعر کہتے، شعر سنتے، اور مشاعروں میں بہ نفس نفیس شامل بھی ہوتے۔ ذوق و شوق کی یہ فراوانی تھی کہ اپنی مہارانی کا علاج کرانے کے سلسلہ میں یورپ گئے تو وہیں سے طرحی مصرعے بھیجتے رہے اور مشاعرہ جاری رکھنے کی ترغیب دیتے رہے "تذکرۂ شعرائے جھالاواڑ" انھیں کے زمانہ میں مرتب ہوا۔ شائع ہو سکا یا نہیں، اس کا علم نہیں، تاہم گمان غالب ہے کہ مسودہ مکمل مرتب ہو چکا تھا کسی سبب سے چھپ نہیں سکا۔ جناب محمور سے ہو سکا تو پھر کبھی ان کی اردو پرستی کے تذکرہ کے ساتھ شائقین کو متعارف کرایا جا سکے گا۔ یہاں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے تحت یہ ذکر کرنا مقصود ہے کہ راجہ بھوانی سنگھ کی اردو پرستی، جناب محمور کے پیکر میں بھی، جلوہ نما ہوئی۔ وہ کوئی " آفتاب " نہیں چمکا سکے۔ لیکن آسمان ادب پر کئی ستاروں کی چمک دمک ان کی رہین منت رہی ہے،

انگریزی سامراج کے دور میں ریاست کی حیثیت، غلام در غلام، اندازکی تھی، ہماری آزادی، چوتھائی صدی سے آگے بڑھ چکی ہے، لیکن دورِ غلامی کی وہ فضائیں آج ناپید ہیں۔ جب اپنوں اور بیگانوں میں تنگ دلی و تنگ ظرفی کا برتاؤ نہ تھا۔ اپنی زبان کی قدر کی جاتی تھی۔ یگانگی و یک جہتی کا ماحول تھا۔ یک رنگی و یک جہانی عام تھی ـــــ ہمسائیگی میں مختلف عقائد کے افراد قربت و وابستگی کے ساتھ رہتے بستے تھے۔ کسی کو کسی کو خوف و خطر نہ تھا، بلکہ اتحاد و امن اور دوستی و سلامتی کی فضا چھائی ہوئی تھی۔ کیا اچھا ہو کہ ہم اپنی بھولی قدروں کو پہچانیں۔ اپنی فراموش کردہ تہذیب کو گلے لگائیں۔ اپنی

ادبی صلاحیتوں کو نوازیں، ادر پنپائیں۔ اور اس طرح اسے بزرگوں کے تہذیبی سرمایہ کے صحیح وارث بنیں۔

اس مضمون سے یہ بھی واضح ہوسکے گا۔ کہ راجستھان ـــــ اردو کی پرستاری و خدمت گذاری میں کس حد تک وفا شعار رہا ہے، تاریخ ادب اردو میں مزید ابواب کا اضافہ ہونا چاہیے۔ اور راجستھان کا ذکر شایان شان الفاظ میں آنا چاہیے۔ ہمارے بزرگوں۔ پیشرووں، اور اردو پرستوں کے کارنامے ہمیں بھلانے نہیں چاہئیں۔ ان پر ہمیں فخر ہونا چاہیے۔ اردو کی پذیرائی و گہرائی محدود علاقوں اور مخصوص طبقوں تک نہیں رہی ہے۔ نہ اس میں صرف ایک ہی عقیدہ و مسلک کے پرستار رہے ہیں۔ بلکہ یہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچی ہے، کشادہ دلی سے کچھ اس کے خزانوں میں اضافہ کیا گیا ہے کچھ اس کے سرمایہ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، اور یہ اخذ و قبول اس بے تعصبی اور عالی حوصلگی سے ہوا ہے جس سے ہم آج محروم ہو چکے ہیں۔ "آفتاب" ہماری آنکھوں میں وہ نور پیدا کرے گا جس سے امتیاز ہوسکے گا کہ اردو پرستی اور بے تعصبی کے لحاظ سے زمانہ ماضی ـــــ وہ دور غلامی ـــــ اچھا تھا، یا یہ زمانۂ حال ـــــ جو آزادی ملک کے جذبات سے سرشار ہے، خدا کرے ہم میں آزادی کی صلاحیت پیدا ہو اور ہم اس زبان کی قدر کریں جو باہمی میل جول اور آپسی ربط وضبط کی نقیب رہی ہے اور جس میں مذہبی، ملکی، قومی، سماجی معاشی و معاشرتی، ہر قسم کے جذبات و تاثرات موجود ہیں۔ مہاراج رانا بھوانی سنگھ کی اردو خدمات کے تذکرہ کے بغیر تاریخ ادب اردو ـــــ بالخصوص تاریخ ادب راجستھان مکمل نہیں ہوسکتی۔ اور اس سلسلے میں جہاں رسالہ "جنگ یورپ" اور سہ ماہی رسالہ "شاعری کی کایا پلٹ" ان کی مثالیں یادگار رہیں ہیں۔ "رسالہ آفتاب" جھالاواڑ بھی اپنی تابانی و درخشانی تا قیام قیامت، برقرار رکھے گا۔ ساتھ ہی، صاحب "آفتاب" بھی چمکے گا۔ اور ان اس علمی دینی لو کے زیر تحت وہ قلمی معاونین بھی جنھوں نے اردو کی آرائش و زیبائش میں حصہ لیا۔ اور اسے ہمیشہ چمکاتے اور جگمگاتے رہے۔

حوالے جات

(۱) جائزہ زبان اردو، مرتبہ انجمن ترقی اردو ۱۹۴۰ء (۲) روداد، مرتبہ انجمن ترقی اردو شاخ جودھپور ۱۹۶۶ء (۳) کلیات دانش ۱۹۲۶ء (۴) سرمایہ افتادہ نیرنگ ۱۹۲۹ء (۵) رسالہ جنگ یورپ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء (۶) رسالہ شاعری کی کایا پلٹ جھالاواڑ (۷) رسالہ آفتاب، جھالاواڑ (۸) راجستھان میں فروغ اردو کا صد سالہ جائزہ، مطبوعہ اردو ادب علی گڑھ شمارہ ۲ ۱۹۶۶ء (۹) رسالہ آفتاب، جھالاواڑ، مطبوعہ شان ہند دہلی نومبر ۱۹۶۷ء۔

مرزا احسن بیگ

مرزا عباس بیگ محشر بنارسی

اپنی خود نوشت سوانح حیات کے مطابق محشر بنارسی دسمبر ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ نام مرزا عباس بیگ، محشر تخلص والد ماجد کا نام مرزا حیدر بیگ تھا۔ پردادا مرزا رضا بیگ دہلی کے رہنے والے تھے اور آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے متوسلین میں سے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جو کشت و خون ہوا اپنے آقا کی نمک حلالی کے سنگین جرم میں ان کو پھانسی دے دی گئی۔ اس واقعے سے متاثر ہو کر مرزا علی بیگ ـــ بنارس چلے آئے اور یہیں پر ایک محلہ دال منڈی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ محشر اسی محلہ میں پیدا ہوئے۔ مکتب میں معمولی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں جناب اقبال بنارسی کے فیض سے انٹرنس اور مختاری کے امتحانات پاس کیے۔ اقبال بنارسی کی نوازشوں کا محشر نے مندرجہ ذیل رباعی میں اعتراف کیا ہے۔[5]

گرتا جاتا تھا میں اٹھایا مجھ کو　　گمراہ تھا راستہ دکھایا مجھ کو
اقبال کا شکریہ ادا ہو کیوں کر　　مجبور سے مختار بنایا مجھ کو

مختاری کا پیشہ بہت زیادہ مصروفیت کے باوجود کبھی ان کے لیے مالی حیثیت سے زیادہ اطمینان بخش نہیں تھا۔ اپنی خوش اخلاقی اور دوست نوازی کی وجہ سے وہ اکثر ایسے مقدمات کی پیروی میں مشغول رہتے تھے جو "حساب دوستاں در دل" قسم کی چیز ہوتے تھے۔

بچپن ہی سے شعر و شاعری اور نثر نویسی کا شوق تھا۔ محشر نے اپنی شاعری سے متعلق اپنی بیاض "محشرستان" میں اپنی شاعری کی ابتدا کے سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں جہاں تک یاد ہے سب سے پہلا شعر میں نے آٹھ یا نو برس کی عمر میں کہا تھا۔ میرے مکان کے سامنے کا مدانی والوں کی دو دکانیں تھیں ایک افیونی قادر ان میں کسی دوکان پر کام کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ سخت بیمار ہوا۔ دادا مرحوم اس کو افیون کے لیے پیسے دیا کرتے تھے۔ میں نے اس کی کیفیت کو دیکھ کر ایک شعر کہا جو میرا پہلا شعر ہے اور وہ یہ ہے ؎

قریب مرگ تو ہیں گے پڑے ہوئے قادر — مگر افیم نہ چھوٹے گی تین پیسے کی

اس شعر کو کہہ کر میں نہایت خوش تھا۔ کاغذ پر مختلف روشنائیوں سے میں نے اسے لکھا لیکن اس پر بھی تسکین نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے والد کے عدالت کے کاغذ کے بستے پر اس شعر کو لکھ دیا۔ والد ایک دن کسی کاغذ کی تلاش کر رہے تھے۔ بستے پر لکھا ہوا شعر دیکھ کر مجھ سے پوچھنے لگے یہ کس نے لکھا ہے؟ میں نے اپنا نام بتایا۔ پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ میں فخریہ کہا۔ "یہ شعر میرا ہے" وہ خلاف توقع نہایت ناخوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ اگر تم نے پھر کوئی شعر کہا تو خوب سزا دی جائے گی۔ شاعری اچھی چیز نہیں ہے۔ میری تمام حسرت خاک میں مل گئی۔ اگرچہ میں نے اس کے بعد بھی کئی شعر کہے جو ایک واقعے کے متعلق تھے۔ مگر میں نے کسی کو نہیں سنائے۔ خود ہی دل میں پڑھ پڑھ کر مزے لیتا رہا۔

اس گھریلو زبان بندی سے عین ممکن تھا کہ محشر کی ادبی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتیں۔ لیکن سن بلوغ تک پہنچتے پہنچتے انھیں کچھ ایسے ہم ذوق مل گئے جنھوں نے ردیف اور قافیہ کی تمیز سکھانے کے بعد انھیں میر، غالب، مومن، آتش اور انیس کے کلام تک پہنچا دیا۔ محشر نے اپنے احباب غلام حسنین خاں صاحب، امراؤ صاحب مرحوم، خواجہ عبدالقدیر زہر کاشمیری اور حکیم مسیح الدہر انی وحشی کا نام بڑی محبت سے لیا ہے یہ لوگ بنارس کے اچھے شعرا اور پڑھے لکھے لوگوں میں تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ بیشتر وقت علمی اور ادبی صحبتوں میں گزرتا تھا۔

اس زمانے میں بنارس کے ادبی افق پر دو ایسے ستارے روشن تھے جن سے بنارس کی تمام ادبی محفلیں منور ہو رہی تھیں۔ ایک مرزا محمد حسن فائز اور دوسرے آغا حشر کاشمیری جو دراصل بنارسی تھے۔ آغا صاحب کا میدان اگرچہ ڈرامہ نویسی تھا لیکن شاعری میں وہ مرزا فائز کے شاگرد تھے۔ محشر آغا حشر کے پڑوسی تھے۔ حشر کے ساتھ اپنے ہم نشینوں کے مشورے سے وہ بھی مرزا فائز کی خدمت میں تلمذ کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ محشر کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ فائز نے معمولی طور پر ان کی غزل دیکھ لی لیکن آئندہ کے لیے عدیم الفرصتی اور شاعری کی مشکلات کا عذر بنا کر انھیں لوٹا دیا۔ یہ واقعہ محشر کی خاطر شکنی کے لیے کافی تھا لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری اور حکیم وحشی کے ہفتہ وار مشاعروں کے لیے غزلیں لکھتے رہے۔ یہ غزلیں اگرچہ ان مشاعروں میں بہت کچھ مقبول ہو جاتی تھیں۔ لیکن اس زمانے میں محشر اپنی شاعری سے بہت کچھ ناامید اور غیر مطمئن ہو چکے تھے۔

بنارس کے باغ فاطمان میں شیخ علی حزیں اصفہانی کے مزار کو بہت متبرک تصور کیا جاتا ہے۔ یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ شیخ کے مزار پر مطالعہ کرنے سے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ آج سے چالیس پچاس سال پہلے کے بنارسی شعرا شاعری میں کمال حاصل کرنے کے لیے شیخ کے مزار پر حاضری دینا ضروری سمجھتے تھے۔ یہ بات ہر خواص اور عوام تک مشہور تھی کہ جو شخص چالیس جمعرات بلا ناغہ شیخ کی آرام گاہ پر فاتحہ خوانی کرے وہ شاعری میں درجۂ کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ محشر کے ایک بے تکلف دوست ماسٹر عبدالوحید خاں وحید تھے جو اس قسم کی باتوں کے معتقد تھے۔ ایک دن محشر سے جب اس قسم کی شیخ کی روحانی کرامات کا چرچا ہوا تو بات فاتحہ خوانی تک پہنچی۔ محشر کے دل میں شاعری کی ایسی لگن تھی کہ فوراً تیار ہو گئے اور ان دونوں دوستوں نے ہر جمعرات کو شیخ کے مزار پر جانا شروع کر دیا۔ اگرچہ برسات کے موسم میں ان دونوں کو بہت تکلیفیں اٹھانا پڑیں لیکن چالیس جمعرات کی شرط مکمل کر کے چھوڑی۔ اس سخت ریاضت کا نتیجہ خلاف توقع محشر کے لیے بہت مایوس کن ثابت ہوا۔ اپنی بیاض "محشرستان" میں رقمطراز ہیں:

"اس واقعہ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میری شعر گوئی کی قوت بالکل زائل ہو گئی۔

اکثر میں نے فکر کی مگر کوئی شعر نہ کہہ سکا اس طرح پورے تیس برس گزر گئے۔ اس کا مجھے اکثر صدمہ رہتا ہے"

اس واقعہ سے یہ بات ضرور واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ابتدائی دور کی غزل گوئی محشر کے شاعرانہ مزاج سے ہم آہنگی نہ پیدا کر سکی۔ اُن کی حسن طبیعت کو جلوہ فرمائی کے لیے مناسب پیرایہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ مصرع طرح پہ غزل کہتے ضرور تھے لیکن اس سے ان کے جمالیاتی ذوق کی تسکین کا سامان نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ بہت جلد اس قسم کی شاعری سے پریشان ہو گئے اور جب انھوں نے اپنے اشہب فکر کی جولانی کے لیے مناظر قدرت اور مظاہر فطرت کی نقاشی کا میدان تلاش کر لیا تو انھوں غزل گوئی کو ترک کر دیا اور اس سے دور ہو کر اپنی تمام صلاحیتوں کو نظم نگاری کے لیے وقف کر دیا۔

محشر ایک زندہ دل اور رنگین مزاج انسان تھے۔ ایک بار ان کے ذہن میں یہ بات سرایت کر گئی کہ صرف شاعرات کا ایک مشاعرہ منعقد کیا جائے۔ یہ بات بنارس کے روایتی ماحول کے خلاف بغاوت کا ایک جذبہ پیدا کر رہی تھی لیکن محشر نے اس کا کچھ اثر نہ لیا اور ۶ رمئی ۱۹۴۷ء کو بنارس میں پہلی مرتبہ لیڈی سریواستوا کی صدارت میں ایک دلچسپ مشاعرہ ہوا۔ جس میں پورے ملک سے تقریباً ۲۲ ــ ۲۴ شاعرات نے حصہ لیا مشاعرہ کی کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ ۱۹۴۹ء میں بنارس کے کمشنر بیگم حفاظت حسین کی صدارت میں یہی پروگرام پھر سے مرتب ہوا اور اس طرح محشر کی کوششوں سے ایک زنانہ بزم ادب کا قیام عمل میں آیا۔

محشر نے بنارس میں اپنی اعلیٰ ظرفی اور آزاد خیالی سے بہت مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ گو وہ اہل تشیع تھے لیکن ان کے دوستوں میں ہندو مسلم، شیعہ سنی سب تھے۔ اپنی عوامی مقبولیت کی بنا پر وہ کئی بار میونسپل بورڈ کے ممبر اور کئی سال تک وائس چیئرمین رہے۔

محشر بحیثیت صحافی: محشر بنارس کے ایک اچھے شاعر اور ادیب نہیں تھے بلکہ صحافت میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ان کا روزنامہ "آواز" بنارس کے سیاسی نیز ادبی حلقوں

میں بہت مقبول تھا۔ اس اخبار کا خاص نمبر جو ہفت روزہ ہوتا تھا۔ ادبی تخلیقات کے لیے مخصوص تھا۔ "آواز" کے بعد محشر نے ۱۹۴۷ء میں روزنامہ "آزاد" کا اجرا کیا جو آج تک پابندی سے نکل رہا ہے۔

ان کی بیاض محشرستان میں "ظرافت وطنزیات" کے عنوان سے کافی اشعار ملتے ہیں۔ سماجی اور سیاسی معائب کو اجاگر کرنے اور اس کے مضحکہ خیز رخ کو پیش کرنے کے لیے انھوں نے ایک ماہانہ اخبار "حماقت گزٹ" کے نام سے جاری کیا۔ جو زیادہ دنوں تک نہ چل سکا۔

محشر بحیثیت ناول نگار: محشر مرحوم کو ابتدائی دور میں ناول نگاری کا بہت شوق تھا۔ ان کے ناولوں میں "خوب صورت ناگن"۔ "حکیم گل باز"۔ "سراب فیشن"۔ "عابدہ اور سنہری دنیا" بہت مقبول ہوئے۔ یہ ناول ان کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان ناولوں پر جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے کہ آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں کا اثر تھا۔

محشر کی شاعری: محشر کی شاعری کی ابتدا غزلوں سے ہوئی۔ قصیدہ گوئی سے بھی دل چسپی تھی۔ دراصل ان کے مذہبی اعتقاد کے اظہار کا بہتر ذریعہ بن سکتا تھا۔ اس لیے غزل کی بہ نسبت قصیدہ کی طرف زیادہ مائل ہوئے۔ بعد میں غزل گوئی کم و بیش ترک کرکے غزل اور غزل سراؤں کی مخالفت پر بھی کمر باندھ لی تھی۔ ان کی بیاض "محشرستان" جس میں ۱۹۰۹ء سے ۱۹۵۳ء تک کا کلام محفوظ ہے۔ سات عنوانات کے تحت محشر نے اپنی شعری تخلیقات کو یادگار چھوڑا ہے۔

پہلا حصہ، مختصر حالات زندگی۔ دوسرا، اسلامیات۔ تیسرا، ہذیانیات۔ چوتھا، نظارے۔ پانچواں، تاثیرات۔ چھٹا، ظرافت۔ اور ساتواں متفرقات کے عنوانات سے ہے۔

ان مرثیوں، قصیدوں اور دینی موضوعات پر مشتمل نظموں میں جذبات کا اظہار ہے، مرقع حیدری، زمزمۂ توحید، مراثی جناب امیر، قصاید و منقبت جناب امیر،

نوحے، حمد، نعت، بزمِ عزا اور اہلِ عزا وغیرہ منظومات میں ایسے اشعار کثرت سے نظر آتے ہیں جن میں جذبے کی تڑپ کے ساتھ حُسنِ طبیعت بھی نمایاں ہے۔ ان کے قصیدے "درمنقبت جناب امیرؑ" کی بہاریہ تشبیب کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دن آ گئے بہار کے رخصت ہوئی خزاں — گلشن ہے برگ ہائے پریشاں لیے ہوئے
سوئے زمین خشک چلی ریزشِ سحاب — ہر چیز کی حیات کا ساماں لیے ہوئے
پھر ہر طرف سے ابر اٹھے جھوم جھوم کر — سینوں میں اپنے نوح کا طوفاں لیے ہوئے
موجوں کی زلف پھیل گئی سطحِ آب پر — کچھ انتشارِ گیسوئے جاناں لیے ہوئے
پھر آسماں پہ قوسِ قزح جلوہ گر ہوئی — کچھ عکسِ سبزۂ گل و ریحاں لیے ہوئے
اڑنے لگے طیورِ خوش الحال ادھر ادھر — نغموں میں انبساط کا ساماں لیے ہوئے
کوئل کی کوک اور پپیہے کی پی کہاں — پھیلیں فضا میں درد کے طوفاں لیے ہوئے
موروں کی دل فگار صدائیں ہوئیں بلند — کچھ طرزِ نالۂ شبِ ہجراں لیے ہوئے
پھر بزمِ گل کی شوکت و تزئین کے لیے — جگنو چلے ہیں شمعِ فروزاں لیے ہوئے

غزل گوئی سے محشر کو بیزاری ہو گئی تھی جس کا ثبوت ہذیانات کا عنوان ہے۔ جو انھوں نے "محشرستان" میں قائم کیا ہے۔ اس میں محشر نے غزل کو نیم وحشی صنفِ سخن سمجھنے کے باوجود مشاعروں میں شرکت کے لیے اس کا فراد اکا سہارا لینا ضروری سمجھا ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کا مزاج اس صنفِ سخن سے ہم آہنگ نہیں ہونے پاتا۔ طرح میں غزل انھیں مجبوراً کہنا پڑتی تھی۔ یہی سبب ہے کہ ان کے ہاں مصنوعی اشعار کی بھرمار ہے۔ کہیں کہیں خیالات کا تسلسل غزل میں نظم کا سا ماحول پیدا کر دیتا ہے تو کلام میں زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں ؎

بزمِ ہستی میں شمعِ سوزاں ہوں — آپ اپنی فنا کا ساماں ہوں
خود خزاں ہے مری بہار مری — اشکِ خونیں سے گل بداماں ہوں
شادی و غم ہیں ساتھ ساتھ مرے — برقِ خنداں ہوں ابرِ گریاں ہوں
ہستی سے بدل کر ہستی کو — کیا کہوں کس قدر پریشاں ہوں

وہ افسانہ جسے ہر روز ہم دل کو سناتے ہیں
خدا جانے تمہارے سامنے کیوں بھول جاتے ہیں

جسے حیات کی رنگینیوں نے ٹھکرایا — وہ وقت طاعت پروردگار میں گذرا
برق بیتاب نشیمن پہ مرے شوق سے گر — کیا برا ہے جو گلستاں میں چراغاں ہو جائے

میری خاموشی تمہاری داستاں ہو جائے گی
کیا خبر تھی بے زبانی بھی زباں ہو جائے گی

لیکن یہ اشعار خود شاعر کی نظر میں وقعت نہیں رکھتے۔ حسب ذیل اشعار میں مختصر نے اپنے نظریۂ شاعری کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

غزلوں کی اب ہماری زباں میں کمی نہیں — اس صنف شاعری میں کوئی دلکشی نہیں
جس میں فراق و وصل کے قصے نظم ہوں — اپنا یہ اعتقاد ہے وہ شعر ہی نہیں
دنیا یہ کہہ رہی ہے بدل دو ادب کا رنگ — اور ہم یہ کہہ رہے ہیں ابھی نہیں جی ابھی نہیں"
اک پھول اک پرند کوئی منظر حسیں — موضوع شاعری ہے تو وہ شاعری نہیں
کس درجہ ہو گئے ہیں تصنع پسند ہم — کہتے ہیں اصلیت میں کوئی دلکشی نہیں
شاعر نہیں جو جھوٹ کے طوفان باندھ دے — جو اصلیت سے دور ہے وہ شاعری نہیں
شاعر وہی ہے جو کہ حقیقت نگار ہے — جس کی دروغ و کذب سے وابستگی نہیں
افسانۂ فراق ہو یا قصۂ وصال — وہ جانتا ہے اس میں کوئی دلکشی نہیں
پڑھتا ہے وہ صحیفۂ قدرت کو رات دن — اس کی نظر سے بات کوئی چھوٹتی نہیں
ہوتا ہے اس کی روح پر ماحول کا اثر — مصنوعی اس کا جذبۂ دل ایک بھی نہیں
وہ واردات قلب کو کہتا ہے شاعری — جو واردات قلب نہیں شاعری نہیں
وہ حسن کائنات کی تصویر دلفریب — یوں کھینچتا ہے جس میں ذرا بھی کمی نہیں
فطرت کے دل پسند ترنم کا ساز ہے — جب ہو تو کائنات میں پھر زندگی نہیں
جب تک اس کے قلب میں ہو کیف موجزن — اس کے قلم سے شعر نکلتا کبھی نہیں
تنقید کا ہے غم نہ ستائش کی فکر ہے — اس کے خیال صاف میں پراگندگی نہیں

ہوتا ہے آپ مست وہ اپنے کلام میں　　غیروں کی بے خودی پہ اسے بیخودی نہیں
ہاں زندہ باد شارح اسرار کائنات
آجائے جس کو موت تری زندگی نہیں

محشر کی فطرت نگاری: محشر کی عمر کا ایک حصہ سیر و شکار میں گذرا۔ انھیں برسات میں بھرے ہوئے دریاؤں میں، گونجتی گھمراتی پہاڑی ندیوں اور سرسبز ماحول میں گھرے ہوئے تالابوں کا نظارہ بہت پسند تھا۔ بہار کے پھولوں سے لدی پھدی وادیاں اور جوش روانی سے ابلتے ہوئے چشمے انھیں اپنے ہم نشیں اور ہمسفر معلوم ہوتے تھے۔ مہکتے ہوئے پھول اور منڈلاتی ہوئی رنگین تتلیاں انھیں قوس قزح کے ٹکڑے دکھائی دیتی تھیں۔ یہ قوس قزح جب آتش گل کو بھڑکاتی تھی تو تخیل میں رنگ و نور کے طوفان اٹھنے لگتے تھے۔ موسم برشگال میں ویرانوں کی سیر کرتے ہوئے جب ان کی نگاہیں ابر آلود فضاؤں کی طرف اٹھ جاتی تھیں تو بجلی کبھی ابر سیاہ کے ہاتھ میں لرزاں شمشیر معلوم ہوتی تھی اور کبھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ٹھنڈی ہوا اپنے لرزتے ہاتھوں سے لوح آسمان پر سنہری عبارت تحریر کر رہی ہے۔ برسات کی رم جھم میں بادلوں کے پس منظر میں بگلوں کی قطار میں وہ موتیوں کی لڑیوں کو مائل پرواز دیکھتے تھے۔ باد صبا کے لڑکھڑاتے پر جب درختوں کے پتے تالیاں بجا بجا کر ہنستے تھے تو محشر کا دل روحانی خوشیوں سے معمور ہو جاتا تھا۔ چمن کی نغمہ فرسا فضاؤں میں کوئل کی ترانہ سازیاں کچھ ایسا جادو کرتی تھیں کہ ان کے دل کا ایک ایک تار بج اٹھتا تھا۔

دوشیزۂ فطرت کے یہی مناظر تھے جس نے محشر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسحور کر دیا تھا۔ پرستار مجاز ہونے کے باوجود وہ فطرت کے ان حسین حقائق کے ایسے دلدادہ تھے اور یہ نظارے ان کی آنکھوں میں اس دلفریبی کے ساتھ سما گئے تھے کہ آخری عمر میں جب وہ مفلوج ہو گئے اور ہائی بلڈ پریشر کی تکلیف نے سیر و سیاحت کی خوشی چھین لی تو ——— WORDSWORTH کی طرح عالم تصور ہی میں ان مسرت افزا نظاروں سے دلطف اندوز ہوتے تھے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے ایک سوال کے جواب میں انھوں نے لکھا تھا۔

۱۹۴۶ء کی ۱۷ فروری کو شام کے وقت مجھ پر بائیں جانب فالج کا

حملہ ہوا۔ حملہ کے دو ماہ بعد میرے اعضا جن پر فالج کا اثر تھا۔ درست ہوگئے البتہ ضعف اعصاب، اختلاج اور ہائی بلڈ پریشر کی تکالیف کم و بیش قائم رہیں۔ اس وقت جب کہ خرابیٔ صحت سے نہ تو آبشاروں میں نہا سکتا ہوں، نہ سرسبز جنگلوں، شاداب وادیوں میں دن گزار سکتا ہوں۔ ان تمام دلبستگیوں کا دروازہ مجھ پر بند کر دیا گیا ہے۔ لیکن عالم خیال میں ان حیات بخش مناظر سے ہمکنار ہوتا رہتا ہوں۔"

مظاہر فطرت اور صحیفہ قدرت کا یہی مطالعہ اور مشاہدہ تھا۔ جو پہلے محشر کی زندگی بنا اور اردو ادب میں ایک نئے روپ سے جلوہ افروز ہوا۔ برسات، بسنت، طلوع سحر، چاندنی رات، قوس قزح، ستارۂ سحری، سورج مکھی، کنول کے پھول، جوہی، اشوک، ہرسنگار، بطوں کا قافلہ، نسیم بہار سے، میں تنہا نہیں ہوں اور برسات کی شام وغیرہ تخلیقات اردو ادب میں زندہ و تابندہ رہیں گی۔

محشر کی فطرت نگاری میں ایک ایسی کیفیت ہے جو شاعر کی فطرت سے ہم آہنگ ہے صبح کا ستارہ نظر افروز نظاروں کے ہجوم میں جب نور پاشیاں کرتا ہے تو شاعر نہ صرف یہ کہ اس سے ہم کلام ہوتا ہے بلکہ خود کو بے خودیٔ شوق کے سپرد کر کے اس کے سیلاب تجلی میں ڈوبنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

صبح کے طائروں کی بزم غزل خوانی میں
جلوہ فرما نظر افروز نظاروں میں ہے
ڑھتی آتی ہے سحر، محو تمنا، خاموش
اور نسیم سحری چھیڑ کے شاخوں کا ستار
گہرافشانیٔ شبنم جو بہک جاتی ہے
تیرے نظاروں میں کلیاں ہیں یہاں تک بیتاب
ہلکی ہلکی سی یہ دریائے فلک کی امواج
ان کی بیباکی سے تجھ کو جو حیا آتی ہے

شبنم آلود پروں کی گہرافشانی میں
جاگتا نیند سے بے چین ستاروں میں ہے
چاہتی ہے کہ بنالے تجھے آویزۂ گوش
کر رہی ہے تجھے نغمات کی لے سے سرشار
اس کی سرشاری پہ پھولوں کو ہنسی آتی ہے
برگ نازک کی الٹ دیتی ہیں رہ رہ کے نقاب
چومتی ہیں تری پیشانیٔ زریں کا تاج
ایک لرزش سی ترے جسم میں آجاتی ہے

میں ترے حُسن کے سیلاب میں بہتا جاؤں اس طرح تیرے قریب اور قریب آ جاؤں
اپنے حُسنِ نظر افروز میں کھو دے مجھ کو
اپنے سیلابِ تجلّی میں ڈبو دے مجھ کو
(ستارۂ سحری)

نیچر (NATURE) سے ہم آغوشی کا جذبہ محشر کی نظم "نسیم بہار" میں اور بھی شدت سے نمایاں ہے۔

مجھے بھی ساتھ لیتی چل فضائے بوستانی میں
گلوں کی بادشاہت طائروں کی حکمرانی میں
جہاں نکہت کو تو آزاد اور پابند کرتی ہے
گلوں کے کنٹھروں کو کھولتی اور بند کرتی ہے
جہاں سرشار ہو کر تو ستار اپنا بجاتی ہے
جہاں تو رقص کرنا شاخساروں کو سکھاتی ہے
جہاں نو خیز شاخیں دیکھتی رہتی ہیں مڑ مڑ کر
تری نازک خرامی کی ادائے دلستاں اکثر
مرے دل کی تمنا ہے میں تیرا ساز بن جاؤں
ترا ہمراز بن جاؤں تری آواز بن جاؤں
مری سانسیں ترے انفاس میں اے کاش کھو جائیں
یہ دونوں ہستیاں اس طرح مل کر ایک ہو جائیں
(نسیم بہار سے)

محشر نے چاندنی رات میں ندی میں اترتے ہوئے بطوں کے قافلے دیکھے تھے۔ اسے اپنے تصور میں یہ دل نشین منظر اب بھی متحرک دکھائی دیتا ہے اردو شاعری میں اس موضوع کی مثال مشکل سے ملے گی۔

مچل مچل کے نہاتی تھی چاندنی میں ندی فروغِ حُسن بہاتی تھی چاندنی میں ندی

ادھر سے پاکے محبت بھرا اشارہ چاند ندی کی موجوں میں اترا فلک کا پیارا چاند
ندی کی موجوں کے حسن شباب کا جوبن بڑھا رہا تھا دل ماہتاب کی دھڑکن
یہ رنگ دیکھ کے ہر موج مسکراتی تھی کبھی اٹھاتی تھی سر کو کبھی جھکاتی تھی
فضا میں آئی نظر ایک کانپتی سی لکیر کہ جیسے نیلے سے آنچل پہ نقرئی تحریر
ہوا میں آنے لگی پھر صدائے موسیقار کہ جیسے تارِ شکستہ کی رس بھری جھنکار
رواں تھا قافلے کے آگے قافلہ سالار اور اس کے پیچھے تھی کچھ دیر تک بطوں کی قطار
ندی کی موجوں میں اترا یہ مرمریں بیڑا ضیائے مہ میں چمکتا ہوا حسیں بیڑا
ہر ایک قافلے والا خوشی میں تھا سرشار ندی پہ دوڑ رہی تھی صدائے موسیقار
ندی کے سینے پہ ابھرے ہزار ہا گرداب جلو میں اپنے لیے کانپتے ہوئے مہتاب
ندی کی لہروں سے ٹکرائے نقرئی سینے بساطِ موج پہ پھیلے بلور کے سینے
ندی پہ یوں خطِ رفتار کے تھے نظارے کہ جیسے ٹوٹتے ہیں آسمان سے تارے
بلند ہو کے ذرا سطحِ موجِ پُرخم سے بکھیرتے تھے گہر اپنے بازوئے نم سے
ہوا میں ہوتی تھی پیہم جو بارشِ گوہر ضیائے ماہ بڑھاتی تھی تابشِ گوہر
کھنچی کمان سی گردن کو جب بڑھاتے تھے ندی کی موجوں کے پہلو کو گدگداتے تھے
ندی میں چاروں طرف دلفریب ہلچل تھی رواں نشاط کی جو موج تھی مسلسل تھی

پڑے گا کیا غمِ امروز کا وہاں سایا
جہاں نشاط کا فردوس ہو اتر آیا
زمانہ ہو گیا دیکھا تھا یہ حسیں منظر
ہے آج بھی یہ تصور کا دل نشیں منظر

(بطوں کا قافلہ)

نیچر کی عکاسی اردو کے اکثر شعراء نے کی ہے لیکن بیشتر کی خصوصیت مصور کی سی ہے جو منظر اپنی زبان سے نیچر کی داستان نہیں سناتے بلکہ نیچر اس کی زبان سے پڑھنے والے سے ہمکلام ہوتی ہے اور جزو کا کل سے یہ وصال اس کو اردو شاعری میں ایک منفرد مقام دلانے

کے لیے کافی ہے۔ مندرجہ ذیل نظم میں شاعر اور نیچر کا رشتہ بخوبی ظاہر ہے۔

یہ ندی کی موجوں کے شیریں ترانے — یہ معصوم نغموں کے دلکش فسانے
یہ نکھرے شگوفے یہ گل تانے بانے — یہ شاداب وادی کے چہرے کے غازے
معطر معطر یہ دھیمی ہوائیں — کسی حسن نازک کے دل کی صدائیں
گھنی جھاڑیوں کی مسلسل قطاریں — ہولے اشاروں کی رقصاں بہاریں
کہیں ابر پاروں کے سائے ندی میں — حسیں کوئی جیسے نہائے ندی میں
پرندوں کے نغموں کے طوفاں فضا میں — یہ پرواز کی سنسناہٹ ہوا میں
پپیہے کی سوز ندہ لے کے شرارے — ہواؤں میں بہتے ہوئے غم کے دھارے

میں ان سب کا ہمراز ہوں ہم نشیں ہوں
میں تنہا نہیں ہوں، میں تنہا نہیں ہوں

(میں تنہا نہیں ہوں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ KEATS, SHELLEY AND WORDSWORTH کی شاعری کا محشر نے صرف مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ محسوس بھی کیا ہے ان کی خود نوشت بیاض "محشرستان" میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اس بیاض کے آخری صفحہ پر محشر نے "SHELLEY" کے عنوان سے درجہ ذیل سطور پنسل سے نقل کی ہیں:

SHELLEY

SOUL MEATS. SOUL ON LOVER'S LIPS,

IT WAS THY BISS, LOVE THAT MADE ME IMMORTAL,

SEE! THE MOUNTAIN KISS HIGH HEAVEN,

AND THE WAVES CLASP ONE INOTHER,

HO SISTER FLOWER WOULD BE FORGIVEN,

IF IT DISTAINED ITS BROTHER,

AND THE MOON BEAM KISS THE SEA

What are all these blessings worth,
If thou kiss not me.

شیلے کے ان خیالات سے شاعر بے حد متاثر ہے۔ اس بیاض میں ایک نظم "مضطرب روحوں کا سنگم" نظر آتی ہے۔ اُردو میں خیالات اچھوتے ہیں اور ان پر شیلے کا عکس موجود ہے، لیکن محشر نے اپنے زورِ تخیل سے اسے موثر بنا دیا ہے۔

محبت کا فسانہ کوہ جب پیغام دیتے ہیں — فلک کی نیلگوں ساری کا آنچل چوم لیتے ہیں
نسیمِ صبح رنگیں گل کدوں سے جب گزرتی ہے — گلِ نوخاستہ کو چھیڑتی ہے پیار کرتی ہے
رُپہلے میکدے میں جھومتی ہیں چاند کی کرنیں — ندی کا حُسن سیمیں چومتی ہیں چاند کی کرنیں
گلوں میں حُسن کا سرشار بھونرا جب کراتا ہے — چمن میں ہر طرف بوسوں کا اک طوفان لاتا ہے

یہ ربطِ حسن و جذبِ عشق کا پیمان محکم ہے
جسے کہتے ہیں "بوسہ" مضطرب روحوں کا سنگم ہے

(مضطرب روحوں کا سنگم)

اپنی فطرت نگاری کے سلسلے میں محشر نے عام طور پر اپنے دل کی بات کہی ہے، اور اپنی آنکھوں پر بھروسہ کیا ہے۔ ان کے نیچر کا علم مطالعہ سے زیادہ مشاہدہ پر مبنی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی نظموں کے موضوعات بڑے اچھوتے اور نادر ہیں۔ "شام کے وقت بارش کے بعد پرندوں کی کیفیت"، "عشق بیماں کا شرابی"، "شکستہ پر مرغابی" وغیرہ عنوانات تازگیٔ فکر اور ندرتِ تخیل کے حامل ہیں۔ "شکستہ پر مرغابی" اُردو نظم میں یقیناً ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

شکستہ پر مرغابی

جھیلی کے لچکتے کنج تھے، سرسبز میداں تھا — بھری برسات تھی اُمڈا ہوا بادل کا طوفاں تھا
کروندے کے وہ اُجلے پھول اور وہ سرخ آویزے — کہیں ہیرے کی کنیاں تھیں کہیں یاقوت کے ریزے

ہوا کے مست جھونکے جب کران کے پاس آتے تھے
ہر اک بوسے پہ رنگِ بو کے طوفاں مسکراتے تھے
گھنے پیڑوں میں کوئل اپنا سازِ غم بجاتی تھی
مرے بچپن کی پہچانی ہوئی آواز آتی تھی
ذرا کچھ دور پر اک چشمۂ گل پوش بہتا تھا
کبھی کچھ شور کرتا تھا کبھی خاموش بہتا تھا
گلوں کی ٹہنیاں شفاف چشمے میں نہاتی تھیں
ابھرتی تھیں لچکتی تھیں کبھی غوطے لگاتی تھیں
چمکتے تھے کبھی کچھ گوہرِ خوش آب پتوں سے
شفق کا رنگ گل سے جلوۂ سیماب پتوں سے
نوا سنجانِ صحرا شادماں تھے چہچہاتے تھے
کبھی پر کو پھیلا کر صاف چشمے میں نہاتے تھے
پروں کو اپنی منقاروں سے جب یہ صاف کرتے تھے
نئی سے رنگ منقاروں کے بڑھتے تھے نکھرتے تھے
لبِ ساحل تھی اک زریں قبا خوش رنگ مرغابی
فسردہ پیکرِ غم نیم جاں تصویرِ بے تابی
میں اس کے پاس جب پہنچا مرا دل غم سے بھر آیا
کہ میں نے پر شکستہ پیکرِ معصوم کو پایا
کسی بے رحم کی بندوق نے یہ ظلم توڑا تھا
دلِ احساس کا بے درد ہو کر خوں نچوڑا تھا

ترا انساں خدایا کس قدر بے داد کرتا ہے
تیرے رنگیں کھلونے توڑ کر دل شاد کرتا ہے

ہنس

موجوں پہ ندی کے حکمراں ہوتے ہیں
سینے تانے ہوئے رواں ہوتے ہیں
ہنسوں کی خوشی دید کے قابل ہے جب
جھٹکار کے پر گوہر فشاں ہوتے ہیں

بگلے

نسریں کی کوئی شاخِ گل بار ہوئی
یا سلک گہر پائی رفتار ہوئی
یہ ابرِ سیاہ میں ہے بگلوں کی قطار
یا چرخ پہ کہکشاں نمودار ہوئی

تتلی

نازک خوش رنگ زرفشاں ہیں کچھ پھول
نیلے کچھ پھول ارغواں ہیں کچھ پھول
گلزار میں تتلیاں نہیں رقصاں ہیں
آغوش نسیم میں رواں ہیں کچھ پھول

مور

نظّارے کے واسطے ہیں زریں جلوے
یہ روح نواز حسن آگیں جلوے
سائے میں درختوں کے ہیں رقصاں طاؤس
یا ابر میں ہیں قوس کے رنگیں جلوے

جگنو

جگنو یہ نہیں فلک سے ہے بارش نور
یا دوش نسیم پر رواں شعلۂ طور
یا ساغر ماہ سے چھلکتے قطرے
یا برق کے ذرّوں سے فضا ہے معمور

کنول

پھولوں سے کنول کے بھر گئے ہیں تالاب
یہ حسن صبیح اور یہ رنگ شباب
ہاتھوں نے کسی مست کے پھیلا دی ہے
بلور کی پیالیوں میں کچھ سرخ شراب

کوئل

خاموش فضا کی زندگانی تم ہو
جنگل میں صدائے لن ترانی تم ہو

کوئل کے جگر فگار دپیہم نالو میری کھوئی ہوئی جوانی تم ہو

۲۔ نازک نئی ڈالیوں میں روپوش نہ ہو اے پیکرِ غم نالہ فراموش نہ ہو
بے چین ہے روح درد سننے کے لیے پھر کوک خدا کے لیے خاموش نہ ہو

بھونرا

دوشیزۂ گل عذار کی آنکھیں ہیں یا آہوئے مرغزار کی آنکھیں ہیں
بھونروں سے بھرے سفید پھولوں کو نہ پوچھ یہ پھول نہیں بہار کی آنکھیں ہیں

محشر کا شعری سرمایہ بہت قلیل ہے، لیکن اس قلت میں بھی ان کے جواہر پارے موجود ہیں اور انھیں اردو کے فطرت نگاروں کی صفِ اول میں جگہ دی جا سکتی ہے۔

محشر کا انتقال ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو ہوا۔

تبصرے

تنقید سے تحقیق تک

'تنقید سے تحقیق تک' ڈاکٹر عنوان چشتی کے بارہ تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے' اس سے قبل ان کے دو تنقیدی مجموعے 'عکس و شخص اور 'تنقیدی پیرائے' کے نام سے ۶۹، ۱۹۶۸ء میں علی الترتیب شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں تیسرا مجموعہ اتر پردیش اُردو اکاڈمی کے مالی تعاون سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔ ان کا تحقیقی مقالہ" اُردو شاعری میں ہیئت کے تجربے" انجمن ترقی اُردو نے اس کے بعد شائع کیا ہے۔

یہ مختصر مقالے (جیسا کہ مصنف نے انھیں نام دیا ہے) جن میں تجزیے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور تحقیقی طریقۂ کار اپنایا گیا ہے ایک خاص نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔ اسی لیے مختلف عنوانات کے تحت ہوتے ہوئے بھی موضوع اور مواد کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مرشتہ ہیں۔ کتاب کے دیباچے" تحقیقی تنقید" میں تنقیدی نقطۂ نظر کی صراحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان مقالوں میں زبان، عروض، فن لسانیات قواعد اور بلاغت کے اصولوں، روایت و بدعت، انفرادیت و اجتماعیت، حسن کاری و مقصدیت، نیز داخلیت و خارجیت کی قدروں کو متوازن انداز میں برتنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تنقید میں تحقیق کے اصولوں کو رہبر بنایا گیا ہے۔ تنقید کی بنیاد بنیادی مآخذ پر رکھی گئی ہے۔ مکمل حوالے دیئے ہیں۔ مواد کی چھان بین کر کے موضوع کی حد بندی کی گئی ہے اور تجزیے کے بعد نتائج نکالے گئے ہیں۔ غیر جذباتی و غیر تسلی بخش زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کی ہے، مگر اس طرح کہ زبان کا حسن ضائع نہ ہو جائے۔

تنقید کے سلسلے میں یہ دعویٰ بہت اہم ہے حالی سے لے کر آج تک یوں تو اُردو میں اَن گنت تنقیدی مضامین لکھے گئے ہیں، اور تنقید کے مختلف دبستانوں کا تعارف بھی نظریاتی اور عملی دونوں صورتوں میں بھرپور انداز سے ہو چکا ہے لیکن تحقیق اور تنقید کے درمیان عملی بُعد کو دُور کرنے کی روایتیں بہت کم ملتی ہیں، یہاں تک تو درست ہے کہ تحقیقی معاملات میں بڑی حد تک تنقیدی نقطۂ نظر اپنایا گیا ہے اور گارساں دتاسی۔ سرسید۔ مولوی عبدالحق۔ محمود شیرانی اور حامد حسن

قادری، قاضی عبدالودود، مسعود حسن رضوی وغیرہ کے یہاں تحقیق کے کھوٹے کھرے سکے تنقید کی کسوٹی پر پرکھ پرکھ کر انتخاب کئے گئے ہیں۔ لیکن تنقید میں تحقیقی انداز و اسلوب اختیار کرنا ذرا مختلف بات ہے۔

شیخ چاند کی تصنیف "سودا" کو شاید یہ اولیت حاصل ہے کہ اس میں تحقیق و تنقید کے دھارے نمایاں طور پر مربوط نظر آتے ہیں۔ لیکن اس کے نتیجے میں بھی محض تحقیقی مسائل میں نقد و نظر سے استفادے کا رجحان تیز تر ہوا ہے۔ مبادیات تنقید پر تحقیقی انداز سے غور کرنے کی ضرورت پھر بھی کم ہی محسوس کی گئی ہے۔ حالانکہ تحقیق و تنقید میں ہم آہنگی و ارتباط کا خیال اُردو کے ہر نقاد کے ذہن میں موجود رہا ہے۔ مثال کے طور پر سید احتشام حسین نے اپنے مضمون "ادب اور سماج" میں لکھا ہے کہ "اصول نقد کا تعین کرنے میں تحقیق کے ہر گوشے تک نگاہ کو جانا چاہیئے۔ اور ہر علم سے مدد لے کر ادب کو سمجھنا چاہیئے۔" سید عبداللہ کہتے ہیں کہ "کوئی سچی تنقید تحقیق سے آنکھ نہیں چرا سکتی۔" کلیم الدین احمد کی رائے ہے کہ "تنقید کی عدم موجودگی میں تحقیق غیر مفید ہوتی ہے، اور تنقید بعض اوقات تحقیق کی کمی کی وجہ سے لغزش کر جاتی ہے۔" ان نظریات کی روشنی میں دیکھا جائے تو شاید اُردو تنقید کے سارے سرمائے میں دس بیس مضامین ہی ایسے نکلیں گے جو اس معیار پر پورے اتر سکیں، اور وہ بھی کچھ اس انداز میں بکھرے ہوئے کہ ادب کے طالبعلم کو شاذونادر ہی ان سے استفادے کا موقع ملا ہوگا۔

ڈاکٹر عنوان چشتی اس اعتبار سے قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اپنے مضامین میں تحقیقی تنقید کو اپنا مطمح نظر بنایا ہے اور پہلی بار اصول نقد سے متعلق بعض اہم موضوعات "اسلوب اور اسلوبیات، شاعری کی زبان، شعری تکنیک، شعری آہنگ، استعارے کے عمل، منظوم ترجموں کی روایت اور دوسرے فنی و فکری مسائل کو یکجا کر کے مشرق و مغرب کے قدیم و جدید معیاروں پر تحقیقی انداز سے پرکھنے کی کوشش کی یعنی تحقیق و تجزیئے کا وہ حق ادا کیا ہے جس کے یہ موضوعات و مسائل متقاضی ہیں۔ مثلاً اسلوب اور اسلوبیات کی اصطلاحیں اُردو میں بالکل نئی نہیں ہیں لیکن ادبی اور لسانیاتی نقطۂ نظر سے ان کے جدید تر مفاہیم پر ادا جا ہی گفتگو ہوئی ہے اور روزمرہ کے استعمال کے باوجود ان کے قریب ترین معانی شاذونادر ہی مراحلے جاتے ہیں

پھر مشرق و مغرب کے درمیان ان کے محلِ استعمال اور اقسام و مراتب کا فرق بھی وضاحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا۔ عموماً اس طرح کے موضوعات دوسرے عنوانات کا ذیلی شعبہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ "تنقید سے تحقیق تک" کے مصنف نے انھیں مرکزی حیثیت دے کر پیش کیا ہے۔

اسی طرح شاعری کی زبان، شعری تکنیک، شعری آہنگ اور استعارے کے عمل کے تحت فنِ شعر سے متعلق بعض اہم مسائل کے داخلی و خارجی پہلو تجزیاتی انداز سے بے نقاب کئے گئے ہیں۔ ادبی روایت، انفرادیت، جدت اور بغاوت کے حدود و امکانات کا عالمانہ اور محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ منظوم ترجمے کے عمل اور روایت کو زیرِ بحث لاکر شعری ابلاغ و ترسیل کا نفسیاتی و سائنٹیفک محاکمہ کیا گیا ہے، اس کے علاوہ "عظمت اللہ خاں کا نظریۂ فن" اور "غالب اور چند فنی مسائل" کے تحت کچھ روایتی مفروضوں کی بیخ کنی بھی کی گئی ہے۔ غرض تمام مضامین میں ایک متحرک تنقیدی حسیت اور جیتی جاگتی تحقیقی بصیرت کا احساس ہوتا ہے۔

جہاں تک تحقیق و تلاش اور ضمنی حوالوں کی بات ہے، مجھے ان مضامین میں مکمل التزام اور بھرپور ریاضت کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ البتہ ایک آدھ جگہ "اتفاقی سہو" یا "کچھ مزید" کا احساس ہوتا ہے مگر اس کا تعلق مطالعے کے انفرادی رجحان و مزاج سے ہے۔ مثلاً میرا خیال ہے کہ "اسلوب کے نظریے" میں اسکاٹ جیمس کا قول نقل کرتے ہوئے نہ صرف حوالہ دیا جانا چاہئے بلکہ اس متعلق والٹر پیٹر کے نقطۂ نظر کا اعادہ بھی ہونا چاہیئے تھا۔ یا "نئی شاعری میں استعارے کا عمل" میں Radical Metaphor (بنیادی استعارہ) اور Poetic Metaphor (شعری استعارہ) کی اقسام بیان کرتے ہوئے اوون بارفیلڈ کے ساتھ میکس ملر کا ذکر بھی شامل ہونا چاہئے تھا کیونکہ اوون بارفیلڈ کی 1962 Poetic Diction میں شائع ہوئی ہے اور میکس ملر نے استعارے کی یہ تقسیم 1863 میں رائل انسٹی ٹیوشن لندن کے لیکچرز میں کی تھی جو 1864 میں The Science of Languages میں اشاعت پذیر بھی ہوگئے۔

کتاب پر قیمت پندرہ روپے درج ہے اور ان داموں بھی اسے بہت مہنگا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ انجمن ترقی اُردو ہند، اُردو گھر، راؤز ایونیو روڈ نئی دہلی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

(انجم جمالی)

مطالعہ خطوط غالب (عبدالقوی دسنوی)

غالب کے خطوط کا پہلا مجموعہ "عود ہندی" کے نام سے ۲۷ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو مطبع مجتبائی میرٹھ ممتاز علیخاں رئیس میرٹھ کے اہتمام میں شائع ہوا تھا۔ اس مجموعے میں دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل کے خطوط چودھری عبدالغفور سرور مارہروی نے مرتب کئے تھے اور دوسری فصل کے ممتاز علی خاں نے مرتب کئے "عود ہندی" کا یہ مجموعہ غالب کی وفات سے تقریباً ۴ مہینے پیشتر شائع ہوا۔ اس مجموعے کی اشاعت سے نصرف غالب کی نجی زندگی اور انکی علمی و ادبی بخشیں سامنے آئیں، بلکہ انھوں نے ان خطوط کے ذریعے بڑے بڑے مسائل حل کئے، انھوں نے اُردو مکتوب نگاری کا ایک ایسا طریقہ نکالا جس کی مثال اُردو میں ان سے پہلے نظر نہیں آتی۔ غالب خود اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"میرا طریقہ یہ ہے کہ جب خط لکھنے کے لیے قلم و کاغذ اُٹھاتا ہوں تو مکتوب الیہ کو کسی ایسے لفظ سے جو اس کی حالت موافق ہوتا ہے، پکارتا ہوں اور اس کے بعد ہی مطلب شروع کر دیتا ہوں، القاب و آداب کا پُرانا طریقہ شکر و شکوہ، شادی و غم کا قدیم روبہ میں نے بالکل اُٹھا دیا۔[1]

غالب کے خطوط میں سادگی بے تکلفی اور اپنائیت کا احساس نظر آتا ہے۔ خطوط کے مطالعے سے غالب کی ذہانت، شوخی و ظرافت، پُرکشش لب و لہجہ اور اسلوب نگارش کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے خطوط میں ان کی انفرادیت صاف نظر آتی ہے۔ ہر خط میں ایک نئی بات اور انوکھاپن ان کی ایک خاص خصوصیت ہے۔

عبدالقوی دسنوی صاحب نے غالب کے خطوط کا مطالعہ ایک نئے ڈھنگ سے کیا ہے۔ انھوں نے غالب کے مختلف خطوط کے اقتباسات بھی پیش کئے ہیں۔ آخر میں غالب کے خطوط کے مجموعوں کی فہرست اور غالبیات کی فہرست بھی دی ہے۔ مولف نے اس کتابچے کو بڑی محنت اور سلیقے سے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ تمام محاسن قاری کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس لیے یہ کتابچہ مطالعۂ خطوط غالب کے سلسلے میں مفید اور کارآمد ہے۔ ۲۷ صفحے کا یہ کتابچہ اُردو کے معلیٰ شعبۂ اُردو سیفیہ کالج بھوپال سے بلاقیمت منگایا جا سکتا ہے۔

(ایم۔ حبیب خاں)

---

[1] تنقیدیں۔ اویس احمد ص ۹۸